PUNJAB BOARD NOTES

ISLAMIC STUDY (UM)

Presented by:

Urdu Books Whatsapp Group

STUDY GROUP

9TH CLASS

0333-8033313
راؤ ایاز

0343-7008883
پاکستان زندہ باد

0306-7163117
محمد سلمان سلیم

سوال 1: احادیثِ رسول ﷺ کی اہمیت اور ضرورت بیان کیجیے۔

جواب: احکام کی تفصیل و وضاحت

قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے جو آخری رسول تاجدارِ دو عالم ﷺ پر نازل ہوئی۔ یہ کتاب فصاحت و بلاغت میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اس میں گزشتہ واقعات بھی ہیں اور آنے والے واقعات کی پیشین گوئیاں بھی، عقائد بھی ہیں اور اعمال بھی، عبادات بھی ہیں اور آدابِ زندگی بھی۔ اس میں وہ احکام بھی ہیں جنھیں "امر" کہتے ہیں اور وہ احکام بھی ہیں جنھیں "نہی" کہا جاتا ہے۔ جن کے کرنے کا حکم ہوا ہے وہ "امر" کہلاتے ہیں اور جن سے روکا گیا ہے، ان کو "نہی" کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہر امر و نہی کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد جیسے احکام ارشاد فرمائے ہیں۔ لیکن جب تک ان احکام کی تفصیل اور وضاحت بیان نہ کی جائے اس وقت تک ان پر عمل ناممکن ہے۔ مثلاً عبادات میں سے نماز اہم ترین عبادت ہے اور قرآنِ مجید نے بار بار اس کا حکم دے کر اس کی اہمیت بیان کی ہے۔ لیکن نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کے ارکان و شرائط کیا ہیں؟ کن اوقات میں پڑھنی چاہیے اور کن میں نہیں؟ کون سی نمازیں فرض ہیں اور کون سی سنت اور نفل؟ کس کس موقع پر کون سا کلام پڑھا جائے؟ کب آہستہ آواز سے قرأت کرنی چاہیے اور کب بلند آواز سے؟ ان سب باتوں کے لیے کسی معلم اور مربی کی ضرورت ہے اور وہ معلم حضور ﷺ ہیں۔

اُسوۂ رسول ﷺ

احکامِ خداوندی کو بجا لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذاتِ بابرکات کو انسان کے لیے نمونہ بنایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: 21)

ترجمہ: "تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ موجود ہے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي **ترجمہ:** "اس طرح نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھو۔"

گویا ہم جس طرح سے فریضہ نماز ادا کرتے ہیں یہ آنحضرت ﷺ کی قولی اور عملی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اس کی پوری تفصیل حضور ﷺ کی زندگی سے ملتی ہے۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں زکوٰۃ اور خمس کا حکم آیا ہے۔ لیکن یہ زکوٰۃ کب ادا کی جائے؟ کن کو دی جائے؟ کس قدر اور کس کس چیز سے نکالی جائے؟ اس کی تفصیل آنحضور ﷺ نے سمجھائی۔ حج کی فرضیت اور اس کی ادائیگی کا حکم تو بیان کیا گیا ہے لیکن اوقاتِ حج، مناسکِ حج اور ادائیگی حج کا طریقہ حضور ﷺ نے سمجھایا۔ قرآن مجید نے روزہ کا حکم دیا ہے مگر یہ کہ اس میں کن کن چیزوں سے بچنا لازم ہے؟ اس کی شرائط کیا ہیں؟ ان سب باتوں کا حضور ﷺ کی تعلیم سے پتا چلا۔ جہاد فی سبیل اللہ قرآن کا خاص موضوع ہے لیکن جہاد کی تمام تفصیلات کا پتا آنحضرت ﷺ کی عملی زندگی سے چلتا ہے۔ اسی طرح اخلاقیات اور معاملات کے سلسلے میں قرآن میں رہنما اصول بیان ہوئے ہیں اور ان کی وضاحت حضور ﷺ نے فرمائی ہے۔

احادیثِ رسول ﷺ کی اہمیت

قرآنِ مجید کی مختلف آیات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ رسول ﷺ کی بعثت کا مقصد صرف قرآنی آیات پڑھ کر سنانا ہی نہیں

تھا بلکہ ان کی تشریح ان کے اسرار و رموز کی وضاحت اور احکام کی تفصیلات بیان کرنا بھی آپ ﷺ کے ذمہ تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران:164)

ترجمہ: "وہ (رسول ﷺ) انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

اس فرمان کے مطابق آپ ﷺ نے کتاب اللہ کی تشریح کی۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النسآء:8)

ترجمہ: "جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی مخالفت اور نافرمانی سے منع کیا ہے وہاں اپنے رسول ﷺ کی نافرمانی سے بھی منع فرمایا اور واضح حکم دیا کہ حضور ﷺ جس چیز کا حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:7)

ترجمہ: "اور جو کچھ تمہیں رسول ﷺ دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔"

گویا حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے اور آپ کی نافرمانی کو کھلی گمراہی قرار دے کر اس سے روکا گیا ہے۔ غرض آپ ﷺ کی اطاعت، آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی اس وقت ممکن ہے جب آپ ﷺ کے ارشادات کو مشعل راہ بنا کر احادیث کی اہمیت کو تسلیم کیا جائے۔ گویا قرآن مجید کی تعلیمات سے مکمل استفادہ احادیث نبوی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

معروضی سوالات

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے اسلام کا معجزہ قرار دیا:
(A) قرآن کو (B) تورات کو (C) زبور کو (D) انجیل کو

2- عبادات میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے:
(A) ذکر کو (B) دعا کو (C) نماز کو (D) زکوٰۃ کو

3- قرآنی احکامات کی تفصیل بتانے کے لیے اللہ نے بطور معلم بھیجا:
(A) جبرائیل کو (B) نبی ﷺ کو (C) صحابہؓ کو (D) آئمہ کو

4- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھو جس طرح نماز پڑھتے دیکھو:
(A) صحابہ کرامؓ کو (B) خلفاء راشدین کو (C) آئمہ کو (D) مجھ کو

5- قرآن مجید کا خاص عنوان ہے:
(A) جہاد فی سبیل اللہ (B) حقوق اللہ (C) حقوق العباد (D) حج کی ادائیگی

6- جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے حقیقت میں اطاعت کی:
(A) فرشتوں کی (B) جنات کی (C) اللہ کی (D) صحابہؓ کی

ختم نبوت ﷺ زندہ باد　　　　　　　　　　عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈ من "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈ من کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسیج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کرکے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈ من سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی وذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈ من سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسیج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد　　　　　　　　　　پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

-7 آپ ﷺ کی نافرمانی ہے:

(A) کھلی گمراہی (B) بغاوت (C) شرک (D) کفر

جوابات: -1 قرآن کو -2 نماز کو -3 نبی ﷺ کو -4 مجھ کو -5 جہاد فی سبیل اللہ -6 اللہ کی -7 کھلی گمراہی

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 قرآن کا اسلوب بیان کیسا ہے؟

جواب: قرآن پاک کا اسلوب بیان اس قدر دلکش ہے کہ جو سنتا ہے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عرب جنہیں اپنی زبان دانی پر ناز تھا اس کی ایک چھوٹی سی سورت کا مقابلہ نہ کر سکے۔

-2 "امر" کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ احکام اور آداب جن کے کرنے کا حکم شریعت نے دیا ہے انھیں "امر" کہتے ہیں۔

-3 "نہی" کسے کہتے ہیں؟

جواب: جن باتوں سے شریعت میں روکا گیا ہے ان کو نہی کہا جاتا ہے۔

-4 نبی اکرم ﷺ نے نماز کی ادائیگی کے متعلق کیا فرمایا؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ۔

ترجمہ: "نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھو۔"

-5 قرآن مجید کا خاص عنوان کیا ہے۔

جواب: قرآن مجید کا خاص عنوان جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی تمام تفصیلات کی آپ ﷺ نے اپنی عملی زندگی سے وضاحت فرمائی ہے۔

-6 نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے کون سے مقاصد ہیں؟

جواب: کتاب اللہ کی تعلیم، اس کے اسرار و رموز کو کھولنا اور اس کے احکام کی تفصیل بیان کرنا آپ ﷺ کے مقاصد بعثت میں شامل تھا۔

-7 اطاعت رسول ﷺ کے متعلق قرآنی آیت لکھیں۔

جواب: ارشاد ربانی ہے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

ترجمہ: "جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

-8 نبی اکرم ﷺ کی اطاعت، آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی اور آپ ﷺ کے احکام پر عمل کب ممکن ہے؟

جواب: ان باتوں پر عمل اس وقت ممکن ہے جب آپ ﷺ کے ارشادات کو مشعل راہ بنایا جائے اور احادیث کی اہمیت کو تسلیم کیا جائے۔

-9 "يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ" کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "وہ (رسول ﷺ) انھیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

-10 وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا کا ترجمہ کریں۔

جواب: ترجمہ: "اور جو کچھ تمھیں رسول ﷺ دیں اسے لے لو یعنی جو حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس چیز سے روکیں اس چیز سے رک جاؤ۔"

الاحادیث

1- رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ ۔ ترجمہ: ''دانائی کی بنیاد خوفِ خدا ہے۔''

حل لغات: رَأْسُ: سر/بنیاد۔ حِكْمَةٌ: موجوداتِ عالم کا علم/دانائی۔ مَخَافَةٌ: خوف

تشریح: ''حکمت'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے ''دانائی'' اور ''سمجھ''۔ حکمت، دانائی اور سمجھ نعمتِ خداوندی ہے۔ اسی نعمت کی وجہ سے انسان حیوان پر فضیلت رکھتا ہے اسی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات بنا اور اس کو تمام مخلوقات پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ حکمت کو خداوند تعالیٰ نے خیرِ کثیر کہا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ؕ (البقرہ:269) ترجمہ: ''جسے حکمت دی گئی اسے خیرِ کثیر عطا کی گئی۔''

اگر دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اس کے مال کو متاعِ قلیل قرار دیا ہے جبکہ یہاں حکمت کو خیرِ کثیر قرار دیا جا رہا ہے۔ گویا دنیاوی مال و دولت کی بھی اس کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں۔ حکمت کا تقاضا ہے کہ دنیا کی ہر چیز کی حقیقت معلوم کی جائے اور اس کے ذریعے اس چیز کو بنانے والے تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ مثلاً ایک دانا اور حکیم انسان کائنات اور خالقِ کائنات کی حقیقت معلوم کرنے کی تگ و دو کرے گا تو وہ ضرور اس نتیجے پر پہنچے گا کہ کائنات کی ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ یہ حقیقت پا لینے کے بعد اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی پیدا ہو جائے گی۔ اُسے اللہ کی نافرمانیوں سے خوف آئے گا اور وہ متقی اور پرہیزگار بن کر زندگی گزارے گا۔ وہ گناہوں اور جرائم کا ارتکاب کرنے سے بچ جائے گا اور احکاماتِ الٰہی کی پابندی کرے گا۔ جب انسان کے دل میں خوفِ خدا جاگزیں ہوگا تو اسے اس بات پر اعتماد ہوگا کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے اور کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں۔ حضور ﷺ نے اُمت کو تلقین فرمائی ہے کہ اصل دانا اور عقلمند وہ ہے جو خدا کی نافرمانی سے ڈرتا ہے۔ اگر کوئی بڑے سے بڑا فلسفی ہو مگر اللہ تعالیٰ کا منکر اور باغی ہو تو وہ دانا نہیں کیونکہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔

******

2- أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الصَّلٰوةُ ترجمہ: ''سب سے پہلے بندے سے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔''

حل لغات: مَا: وہ چیز۔ يُحَاسَبُ: حساب لیا جائے گا۔ عَبْدٌ: بندہ۔ صَلٰوةٌ: نماز

تشریح: نماز کے لیے عربی زبان میں ''صلوٰۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کا معنی ہے ملانا چونکہ نماز وہ عبادت ہے جس کے ذریعے انسان کا تعلق اپنے رب سے مل جاتا ہے۔ اس لیے اس عبادت کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے مختلف احکامات بھیجے ہیں اور بتایا ہے کہ وہ کون سا کام کریں اور کون سا نہ کریں۔ بالغ ہونے کے بعد شریعت کے ان احکام کے مطابق زندگی بسر کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے لیے واجب ہے کہ اللہ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ انجام دے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے رک جائے۔ ان نیک کام کرنے والوں کو انعام دینے کے لیے ''جنت'' اور نافرمانی کرنے والوں کو سزا دینے کے لیے جہنم پیدا فرمائے ہیں لیکن جزا و سزا کا فیصلہ قیامت کے دن حساب کے بعد ہوگا۔

یہ احکام دو طرح کے ہیں۔

(i) حقوق اللہ: یعنی ایسے احکام جن کا تعلق خدا کے ساتھ ہے انہیں عبادات بھی کہتے ہیں۔ عبادات میں سرِفہرست نماز ہے۔ گویا نماز کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔

(ii) حقوق العباد: یعنی ایسے احکام اور حقوق جن کا تعلق لوگوں سے ہے۔

جن احکام کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ سے ہے انہیں "عبادات" کہتے ہیں۔ عبادات میں سب سے پہلے جس عبادت کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے کیونکہ نماز اللہ کے ذکر کی بہترین شکل ہے۔ نماز دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔ ہر عبادت مشقت سے ادا ہوتی ہے یا اس میں مال صرف ہوتا ہے مگر نماز ایسی عبادت ہے جو بغیر کسی مشقت یا خرچ کے ادا ہو جاتی ہے اس لیے ہر امیر، غریب، بیمار، تندرست، بالغ اور عاقل پر ہر حالت میں فرض ہے اور بالغ ہونے سے لے کر مرتے دم تک کسی وقت معاف نہیں ہے۔ نماز اللہ کی بندگی کا اقرار، اسلام کی نشانی اور اتحاد کا بہترین سبق ہے۔ اس لیے روزِ قیامت سب سے پہلے عبادات میں سے اسی کے بارے میں حساب لیا جائے گا۔

******

3- اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ ترجمہ: "روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔"

حل لغات: صَوْمٌ: روزہ۔ اَنَا: میں۔ اَجْزِیْ: میں جزا دوں گا۔

تشریح: روزے کے لیے عربی زبان میں لفظ "صوم" استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہے رُک جانا، پرہیز کرنا۔ شریعت میں طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرنے کا نام روزہ ہے۔ حلال غذاؤں کا کھانا پینا حرام نہیں مگر روزہ کی حالت میں ان جائز چیزوں سے بھی پرہیز کیا جائے تاکہ روزہ دار کے دل میں ایک قسم کی بے نیازی پیدا ہو جائے جو شخص اللہ کے حکم کی تعمیل میں حلال چیزوں کو ترک کر دیتا ہے تو وہ حرام چیزوں اور برے کاموں کی طرف جانے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔ حرام اور برے کاموں سے بچنے کا درس روزہ میں ملتا ہے۔ ہر عاقل و بالغ مسلمان پر سال میں ایک مہینے کے روزے فرض ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(البقرہ:183)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے والوں پر فرض تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔"

روزے کے تمام فضائل اور مقاصد اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب روزہ پورے احساس و شعور کے ساتھ رکھا جائے۔ اس کے آداب و حقوق کا خیال کیا جائے اور ان تمام مکروہات سے روزے کی حفاظت کی جائے جو اس پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ حقیقی روزہ وہی ہے جس میں انسان اپنی تمام صلاحیتوں کو خدا کی نافرمانی سے بچائے اور نفس کو قابو میں رکھے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: "جب تو روزہ رکھے تو اپنے کانوں، آنکھوں، زبان، ہاتھوں اور اپنے تمام اعضا کو بھی اللہ کی ناپسندیدہ باتوں سے روکے رکھو۔" حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے باز نہ آئے تو خدا کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

روزے کے فوائد: روزے کے چند فوائد مندرجہ ذیل ہیں:

(i) روزہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔
(ii) روزہ بُرے اور ناجائز کاموں سے بچنے کا بہترین طریقہ ہے۔
(iii) روزے سے انسان ناپاک خواہشوں، گالی گلوچ، غیبت، جھوٹ، بغض و حسد اور ظلم جیسے اخلاقِ رذیلہ سے بچتا ہے۔
(iv) روزے سے اخلاق کی حفاظت، روح کی پاکیزگی اور نفس کی تربیت ہوتی ہے۔
(v) ہر عبادت میں ریاکاری اور نمائش ہو سکتی ہے مگر روزہ صرف خدا اور بندے کے درمیان عہد ہے جسے بندہ دل سے پورا کرتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ روزہ صرف اللہ کے لیے ہی رکھا جاتا ہے اور اس کی جزا دینے والا بھی اللہ ہے۔
(vi) روزے سے انسان میں صبر، ہمدردی، ایثار اور قربانی جیسی عمدہ صفات پیدا ہوتی ہیں۔

******

4- اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ **ترجمہ:** ''آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا (کسی ضرورت مند کو) کچھ ٹکڑا دے کر ہی سہی۔''

حل لغات: اِتَّقُوا: بچو، پرہیز کرو۔ نَارٌ: آگ، مراد آتش دوزخ۔ شِقٌّ: ٹکڑا، حصہ۔ تَمْرَةٌ: کھجور۔

تشریح: اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے اہلِ اسلام کو صدقے کے ذریعے دوزخ کی آگ سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ دوزخ کی آگ سے جو خوفناکی میں اپنی مثال آپ ہو گی بچنے کی ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کوئی بڑی نیکی نہ کی جائے دوزخ سے نجات پانا مشکل ہے۔ آپ ﷺ نے اس حدیث کے ذریعے تعلیم دی ہے کہ کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھو اور دوزخ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرو خواہ کسی ضرورت مند کو کھجور کا ٹکڑا دے کر ہی۔ نیکی کا موقع مل جائے تو اسے حقیر سمجھ کر چھوڑ نہ دو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (الزلزال: 7) **ترجمہ:** ''جو آدمی ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔''

اس لیے نیکی کا جہاں بھی موقع ملے اسے حقیر اور چھوٹی سمجھ کر چھوڑ نا نہیں چاہیے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

لَاتَحْتَقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَّلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ

ترجمہ: ''کوئی نیکی حقیر نہ سمجھو خواہ اپنے بھائی کو کھلے چہرے سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔''

چھوٹی چھوٹی نیکیاں مل کر بہت بڑی نیکی کے برابر ہو جاتی ہیں اس لیے فرمایا گیا کہ کسی بھی نیکی کو حقیر یا کمتر نہ سمجھو۔

ایک مرتبہ جنگ کے موقع پر آپ ﷺ نے مال جمع کرنے کا اعلان کیا۔ تمام صحابہؓ نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مال جمع کرا دیا۔ اتفاق سے ایک صحابیؓ کے پاس کچھ نہ تھا۔ انہوں نے ایک یہودی کے پاس کام کیا۔ اس کے بدلے کچھ کھجوریں حاصل کیں اور انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں اس ڈھیر پر ڈال دو۔ جس نیت اور جذبے کے ساتھ یہ کھجوریں لائی گئی ہیں وہ قابلِ قدر ہے۔''

******

5- اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ

ترجمہ: ''قرآن مجید میں مہارت رکھنے والا صاحبِ عزت نیک لکھنے والوں کے ساتھ ہے۔''

حل لغات: مَاهِرٌ: مہارت رکھنے والا۔ سَفَرَةٌ: سافر کی جمع ہے لکھنے والے۔ كِرَامٌ: کریم کی جمع ہے بزرگ اور معزز۔ بَرَرَةٌ: بارٌ کی جمع، نیکوکار۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے کراماً کاتبین (یعنی بزرگ لکھنے والے) مقرر فرمائے ہیں۔ ایک فرشتہ اس کی نیکیاں اور دوسرا اس کے گناہ لکھتا ہے۔ انسان ایک ذرے کے برابر بھی جو عمل کرتا ہے وہ ضرور لکھا جاتا ہے۔ ان سے انسان کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں، وہ امانت دار اور دیانت دار ہیں، کبھی غلطی نہیں کرتے۔ قرآن مجید میں مہارت رکھنے والوں یعنی عالموں کو ان فرشتوں کا ساتھی کہا گیا ہے یعنی ماہرِ قرآن ان فرشتوں کی طرح نیک، دیانت دار اور قابلِ عزت ہے۔ قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

(i) تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔
(ii) قرآن مجید پڑھا کرو، کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا۔
(iii) ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے قرآن بالکل نہیں سنا وہ اُجاڑ گھر کی طرح ہے۔
(iv) جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا اس نے ایک نیکی کی اور ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ملے گا۔

یہ ثواب تو ان کے لیے ہے جو قرآن مجید کی صرف تلاوت کرتے ہیں اور ماہرِ قرآن وہ ہیں جو قرآن مجید کے معانی اور مطالب کو سمجھتے ہیں اور اس کی آیات میں غور و فکر کر کے ان مقاصد کو سمجھ لیتے ہیں جن کے لیے یہ کتاب نازل کی گئی ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس

حدیث میں ماہرین قرآن کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

******

6- اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ

ترجمہ: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ اگر چہ وہ روزہ رکھتا ہو نماز پڑھتا ہو اور یہ گمان کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے: ایک یہ کہ جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرے، دُوسرا یہ کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، تیسرا یہ کہ وہ وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔''

حل لغات: اٰیَةٌ: نشانی (جمع آیات)۔ ثَلَاثٌ: تین۔ زَعَمَ: گمان کیا۔ اُؤْتُمِنَ: امانت دیا گیا۔ خَانَ: خیانت کی۔ حَدَّثَ: بات کی۔ كَذَبَ: جھوٹ بولا۔ وَعَدَ: وعدہ کیا۔ اَخْلَفَ: وعدہ خلافی کی۔

تشریح: سچائی، ایفائے عہد اور امانت داری اسلام کی بنیادی صفات ہیں۔ جھوٹ، وعدہ خلافی اور کسی کے مال میں خیانت کرنا بہت بڑے گناہ ہیں جو ان کا ارتکاب کرتے ہیں ان کو منافق کہا گیا ہے۔ اس حدیث میں منافق کی تین نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔

(i) جھوٹ بولنا: پہلی علامت منافق کی یہ ہے کہ وہ قدم قدم پر جھوٹ بولتا ہے۔ کیونکہ جھوٹ گناہوں کی جڑ ہے اس لیے جھوٹ بولنے والا ہر گناہ کر لیتا ہے لیکن کسی گناہ کا اقرار نہیں کرتا۔ نتیجتاً وہ گناہوں کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''جھوٹ سے بچو کیوں کہ جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو اللہ کے ہاں جھوٹا لکھا جاتا ہے۔'' ایک اور جگہ فرمایا: ''سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ انسان کو ہلاکت میں مبتلا کر دیتا ہے۔'' جھوٹ سے پرہیز کرنے والا آدمی ایک نہ ایک دن گناہ ترک کر دیتا ہے۔

(ii) وعدہ خلافی کرنا: منافق کی دوسری علامت وعدہ خلافی ہے۔ وعدہ پورا کرنا انسانیت کا حق ہے، لیکن منافق وعدہ خلافی کر کے انسانیت کے اس حق کی پاسداری نہیں کرتا۔ وعدہ خلافی کر کے منافق معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتا ہے اور اس کی وجہ سے معاشرے کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ **ترجمہ:** ''وعدہ پورا کیا کرو۔''

متقین کی صفات گنواتے ہوئے قرآن نے بتایا:

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا **ترجمہ:** ''اور وعدہ کر کے (وعدہ کو) پورا کرنے والے جب وہ وعدہ کریں۔''

(iii) خیانت: حضور ﷺ نے منافق کی تیسری علامت یہ بتائی کہ وہ خیانت کرتا ہے۔ خیانت بہت بڑا گناہ ہے اور حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے ادا نہ کرنے سے لوگوں کے حقوق اور ایمان میں کمی آتی ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ **ترجمہ:** اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت نہیں۔

یعنی خیانت کرنے والا ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے جھوٹ، خیانت اور وعدہ خلافی کو منافق کی علامات قرار دے کر مسلمانوں کو ان سے بچنے کی تلقین کی ہے اور یہ بتلایا ہے کہ یہ منافق کی صفات ہیں۔ اگر کسی مؤمن میں ان میں سے کوئی صفت پائی جائے تو اس کے قول اور عمل میں منافق کی طرح تضاد ہے۔ اس لیے اگر وہ عقیدے کے لحاظ سے منافق نہیں تو عمل کے لحاظ سے ضرور ہے اور منافقوں جیسا عمل کرنا بہت بڑا جرم ہے۔

7- اِنَّ اَكْمَلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

ترجمہ: ''بے شک مومنوں میں بلحاظ ایمان زیادہ کامل وہ ہے جو اخلاق میں ان سے بہتر ہو۔''

حل لغات: اَكْمَلُ: سب سے زیادہ کامل۔ اَحْسَنُ: سب سے بہتر۔ خُلُقٌ: اچھی عادت۔

تشریح: ایمان کا لغوی معنی ہے "یقین کرنا"۔ اصطلاحِ شریعت میں ایمان کا معنی ہے اللہ اور رسول ﷺ کی باتوں پر یقین رکھنا اور ان تمام باتوں کو دل سے تسلیم کرنا۔ مومن وہ ہے جو حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین پر دل سے ایمان لائے اور زبان سے اقرار کرے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ انسان جسے مانتا ہے اور زبان سے جس کی صداقت کا اقرار کرتا ہے اس پر عمل بھی کرے۔

اخلاقیات کے سلسلے میں جس قدر زور اسلام نے دیا وہ کسی اور دین نے نہیں دیا۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو ایمان کے ساتھ اخلاقِ حسنہ سے متصف ہونا ضروری قرار دیتا ہے بلکہ ایک اچھے مومن کی علامت اخلاقِ حسنہ کو قرار دیا۔ اسلام اعتقادات اور عبادات کے ساتھ ساتھ اخلاقِ حسنہ کو بھی اہمیت دیتا ہے کیونکہ اعتقادات اور عبادات کا تعلق اللہ سے ہے اور اخلاقِ حسنہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ خوش اخلاقی ایک اعلیٰ اور بد اخلاقی ایک ناپسندیدہ صفت ہے۔ خوش اخلاقی سے انسان بڑوں بڑوں کے دل موہ لیتا ہے اور بد اخلاقی سے اپنے بھی بیگانے ہو جاتے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کا خلق سب سے بہتر ہو جس کے اعمال و اطوار اللہ کے حکم کے مطابق ہوں جو ہر وقت سیرت رسول ﷺ کو پیش نظر رکھتا ہو اور اخلاقِ حسنہ میں آپ ﷺ کی تقلید کرتا ہو کیونکہ اخلاقِ عالیہ کا سب سے کامل نمونہ آپ ﷺ کی ذات ہے۔

انسان کی گفتگو اس کی شخصیت اور سیرت و کردار کی آئینہ دار ہوتی ہے اور اسی سے آدمی پہچانا جاتا ہے۔ اخلاق کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اندازِ گفتگو، دوسروں سے برتاؤ، معاملات اور لین دین تمام اس میں شامل ہیں۔ انبیاء کی بعثت کا بڑا مقصد اخلاقیات کی اصلاح ہے۔ اسی بنیاد پر اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں آتا ہے۔ اسی لیے اس حدیث مبارکہ میں کامل ایمان والا اسے کہا گیا ہے جو اخلاق میں سب سے بہتر ہو۔

******

8- اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ۔

ترجمہ: حیاء ایمان سے ہے۔

حل لغت: حَيَاءٌ: شرم اور گناہ سے ہچکچاہٹ۔ مِنْ: سے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حیا ایمان سے ہے۔ حیا اس دلی کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان ناپسندیدہ کاموں سے پرہیز کرتا ہے۔ حیا ایمان کا تقاضا اور بنیاد ہے۔ باحیا آدمی ایسے تمام کاموں سے اجتناب کرتا ہے جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوں اور ایسے کام کرتا ہے جن کی وجہ سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ باحیا آدمی اللہ کے احکامات اور حضور ﷺ کی تعلیمات کی کھلم کھلا نافرمانی نہیں کرتا ہے۔ وہ نہ کسی کا حق چھینتا ہے، نہ کسی کو تکلیف دیتا ہے اور نہ کسی کا حق غصب کرتا ہے۔ حیا والا آدمی جھوٹ، تہمت اور گالی گلوچ سے بچتا ہے۔ بلاوجہ کسی کی توہین یا بے عزتی نہیں کرتا۔ باحیا آدمی حسد اور بغض جیسی لعنتوں سے پاک ہوتا ہے۔

وہ اللہ کے احکام پر عمل اور بندوں کے حقوق ادا کرتے رہنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اللہ اس سے ناراض نہ ہو اس لیے ایسے کاموں سے پرہیز کرتا ہے جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور وہ کام بڑھ چڑھ کر انجام دیتا ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے۔

******

9- مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّبْسُطَ اللّٰهُ رِزْقَهٗ وَاَنْ يُّنْسَاَلَهٗ مِنْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ۔

ترجمہ: "جسے پسند ہو کہ اللہ اس کی روزی فراخ کرے اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہیے کہ وہ رشتہ داروں سے تعلقات قائم رکھے۔"

حل لغات: مَنْ سَرَّهٗ: جسے پسند ہو۔ يَبْسُطُ: وسیع کر دے۔ يُنْسَاُ: باقی رکھا جائے۔ اَثَرٌ: نشان۔

تشریح: صلہ کا معنی ہوتا ہے "تعلق"۔ "رحم" محاورہ میں قریبی رشتہ داروں کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے صلہ رحمی کا معنی ہوگا رشتہ داروں سے تعلق رکھنا۔ ہر شخص رزق اور عمر میں اضافے کا آرزومند ہے۔ ان دونوں چیزوں میں اضافے کے لیے حضور ﷺ نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ ان کی خوشی غمی میں شرکت کی جائے۔ رشتہ دار

امیر ہوں یا غریب ہر صورت میں ان کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کیے جائیں۔ اگر رشتہ دار بھوکے یا بے آسرا ہوں تو ان کا پیٹ بھرا جائے اور سہارا دیا جائے۔ مقروض ہوں تو قرض کی ادائیگی میں تعاون کیا جائے۔ پریشان اور غمگین کی خوشی کا سامان پیدا کر کے ان کو خوش کرنے کی صورت پیدا کی جائے۔ اگر عزت و مرتبہ مل جائے تب بھی رشتہ داروں کو نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ ان کے حقوق ادا کیے جائیں۔

10- اِنَّ الدَّالَّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ۔

ترجمہ: ”بے شک نیکی کی راہ دکھانے والے کا ثواب اس قدر ہے جس قدر نیکی کرنے والے کا ثواب ہے۔“

حل لغات: دَالٌّ: راہ دکھانے والا۔ خَیْرٌ: نیکی۔ فَاعِلٌ: کرنے والا۔

تشریح: سورۂ یٰسٓ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ (یٰسٓ :12)

ترجمہ: ”ہم ہر ایک کے نام پر اس کے عمل بھی لکھتے ہیں اور اس کے اثر بھی۔“

کسی کے اچھے عمل کو دیکھ کر جو شخص کوئی اچھا عمل سیکھ لے اور عمل کرنے لگے تو یہ بھی اس کا اثر ہے۔ جو شخص فریضۂ تبلیغ ادا کرتے ہوئے لوگوں کو ہدایت کی تلقین کرتا رہے اور اس کی اس راہنمائی کی وجہ سے لوگ اچھے اعمال کرنے لگ جائیں۔ یوں چراغ سے چراغ جلتا جائے اور مشرق و مغرب میں دین اسلام کا ڈنکا بجنے لگے تو جس قدر عمل کرنے والے لوگ اجر و ثواب کے مستحق قرار پائیں گے اسی قدر اس شخص کو بھی ثواب ملے گا جس نے راہنمائی کی ہوگی۔ اس پُرفتن دور میں تو فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کی اور بھی ضرورت ہے۔ ہر آدمی کو چاہیے کہ علمِ دین سیکھے اور سکھائے تاکہ دینِ اسلام زیادہ سے زیادہ پھیلے اور لوگوں میں نیکی کرنے کا جذبہ بھی بڑھے۔

******

11- خَیْرُ النَّاسِ مَنْ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ۔

ترجمہ: ”بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔“

حل لغات: اَنْفَعُ: سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا۔ اَلنَّاس: انسان، لوگ۔

تشریح: ہر انسان اپنے نفع کی فکر میں رہتا ہے، اپنا فائدہ تلاش کرتا ہے اور اسی فکر میں زندگی گزار دیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ کمائے اور زیادہ سے زیادہ آرام حاصل کرے مگر یہ صفت تو جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ صحیح معنوں میں انسان کہلانے کے قابل وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے دوسروں کے کام آئے۔ دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہو اور انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرے اسے خدمتِ خلق کہتے ہیں۔

اس حدیث میں خدمتِ خلق کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اپنی ذات کے لیے کمانا، کھانا اور فکر کرنا یہ کوئی قابلِ تعریف صفت نہیں کیونکہ یہ تو جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ جانور بھی اپنی ضروریات پوری کرنے کی حتی الوسع کوشش کرتے ہیں۔ صحیح معنوں میں انسان اور جانور میں یہی فرق ہے کہ انسان دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے، دوسروں کی خدمت کرتا ہے اور دوسروں کے دکھ درد میں شریک رہ کر انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

خدمتِ خلق کی اس سے بڑھ کر اور کیا اہمیت ہو سکتی ہے کہ جو آدمی مخلوقِ خدا کی جتنی خدمت کرے گا اسی قدر اس کی انسانیت کا درجہ بلند ہو جائے گا اور جو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے گا وہ سب سے بہتر ہو جائے گا۔ اگر یہ بات ذہن نشین کر لی جائے تو پھر کوئی مسلمان دوسروں کو اذیت نہیں پہنچائے گا بلکہ معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے ہر طرح کی کوشش کرتا رہے گا۔

******

12- اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ اِكْرَامَ ذِی الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ

ترجمہ: ''بوڑھے مسلمان کا احترام کرنا اللہ کے جلیل ہونے کا اعتراف کرنا ہے۔''

حل لغات: **اِجْلَال** : بڑا سمجھنا' جلیل ہونے کا اقرار کرنا۔ **اِكْرَام**: احترام کرنا۔ **ذِی الشَّيْبَةِ**: بڑھاپے والا' بوڑھا۔

تشریح: اسلام معاشرے کے بوڑھے اور بزرگ افراد کے احترام کا حکم دیتا ہے بلکہ جو لوگ بوڑھے ہو جائیں اور ان کے بالوں میں سفیدی آ جائے تو وہ اور زیادہ احترام کے حقدار قرار دیے گئے ہیں۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بوڑھوں کے احترام کو اللہ کی بزرگی کے اعتراف کا حصہ قرار دیا گیا ہے' اس کا یہی مفہوم ہے کہ جو شخص کسی بوڑھے مسلمان کی عزت کرتا ہے وہ اپنے دل میں اللہ کی عظمت و کبریائی اور بزرگی پر ایمان رکھتا ہے۔

بزرگ معاشرے کے اہم رکن ہیں۔ اگر معاشرے میں بوڑھوں کی عزت کا خیال نہ رہے تو بے راہ روی عام ہو جائے گی اور ان کے تجربات زندگی سے فائدہ اٹھانے کا جذبہ بھی ختم ہو جائے گا۔ ویسے بھی بوڑھے عمر' علم' تجربہ اور نیکی' پرہیز گاری میں نوجوانوں سے آگے ہوتے ہیں اس لیے اللہ کے ہاں مقام میں بھی اونچے ہوتے ہیں۔ جو شخص بوڑھوں کا احترام کرتا ہے وہ خدا کی عزت و احترام میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا۔ گویا بزرگوں کی تعظیم خدا کی تعظیم ہوئی۔ ایک دفعہ حضور ﷺ صحابہؓ کے ساتھ مدینہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ سامنے سے ایک یہودی بوڑھا آ نکلا۔ حضور ﷺ اس کو دیکھ کر رک گئے اور گلی مڑ جانے تک اس کا انتظار کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ تو یہودی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی بھی ہو' بوڑھے کا احترام ضروری ہے۔

******

13- لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا

ترجمہ: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کھایا اور بڑے کا احترام نہیں کیا۔''

حل لغات: **لَيْسَ**: نہیں۔ **لَمْ يَرْحَمْ**: رحم نہیں کھایا۔ **لَمْ يُوَقِّرْ**: احترام نہیں کیا۔ **صَغِيْرٌ**: چھوٹا۔ **كَبِيْرٌ**: بڑا۔

تشریح: اس حدیث میں آداب معاشرت کا ایک زریں اصول سمجھایا گیا ہے کہ بڑوں کی عزت کی جائے اور چھوٹوں پر رحم کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے اس شخص کو اپنی امت سے خارج قرار دیا ہے جو بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش نہیں آتا۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''جب تمہارے پاس کسی قوم کا بزرگ یا بڑا آدمی آئے تو اس کی توقیر کرو۔ اس کے مرتبہ اور مقام کا خیال رکھو۔'' نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر کائنات میں اور کون ہے؟ آپ ﷺ کی مجلس میں جب کسی قوم کا سردار آتا تو آپ ﷺ اس کی عزت کرتے اور اسے اس کے مقام کے مطابق جگہ دیتے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی بچوں کے ساتھ شفقت مثالی تھی۔ آپ ﷺ بچوں سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ بچوں کو گود میں اٹھا لیتے تھے۔ انہیں بوسہ دیتے اور سواری کے وقت اپنے پیچھے بٹھا لیتے۔ بچوں کو سلام کرنے میں پہل کرتے اور جب آپ ﷺ کی خدمت میں کوئی تحفہ یا نیا پھل پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ سب سے پہلے بچوں کو دیتے۔ ایک دفعہ خطبہ کے دوران حضرت حسینؓ مسجد میں آ گئے۔ چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ حضور ﷺ نے خطبہ چھوڑ کر انہیں اٹھایا اور پھر خطبہ مکمل فرمایا۔

اس حدیث کی روشنی میں معاشرے کے بوڑھوں اور نوجوانوں کو اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہیے۔ ہمارے معاشرہ میں ناہمواری اور ناخوشگواری اسی لیے پائی جاتی ہے کہ اس میں مذکورہ بالا حدیث پر عمل نہیں ہوتا۔ اگر اس پر عمل شروع ہو جائے تو معاشرہ صحت مند اور خوش آئند بنیادوں پر استوار ہو سکتا ہے۔

******

14- مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ

ترجمہ: "جس شخص نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا' اس نے خدا کا شکر ادا نہ کیا۔"

حل لغات: لَمْ يَشْكُرْ: اس نے شکر نہ کیا

تشریح: اس حدیث میں شکر ادا کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ کہ ہر احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کرنا فرض ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (الرحمٰن:60)

ترجمہ: "کیا احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے؟"

احسان کا معنی نیکی ہے۔ نیکی کرنے والے کو محسن یا منعم کہتے ہیں۔ محسن کا شکر ادا کرنے سے اس کے دل میں احسان کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ محسن کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اس کا مزید بھلائی اور امداد کرنے کو دل چاہتا ہے۔ یوں معاشرے میں اچھے لوگوں کی عزت افزائی سے احسان اور نیکی کا جذبہ پھلتا پھولتا ہے کیونکہ قدر دانی اور پسندیدگی سے ہمت افزائی ہوتی ہے۔ شکر ادا کرنے سے خود شاکر میں عجز و انکساری پیدا ہوتی ہے اور وہ تکبر سے بچ جاتا ہے۔ دین اسلام کا یہی منشا ہے کہ لوگ اپنے محسن کے شکریہ کے عادی ہو جائیں' تاکہ انسانیت کے مضبوط رشتے استوار ہو کر باہم محبت' لگاؤ' مخت اور بھائی چارے کے جذبات و احساسات پیدا ہوں۔

دنیا میں انسان کو جو فائدہ پہنچتا ہے' وہ حقیقت میں تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے' لیکن اسباب کے درجے میں محسن کے رہین منت ہوتا ہے' اس لیے اس حدیث میں بتایا گیا کہ جو لوگ انسانوں کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے وہ اللہ کا شکر کیسے ادا کریں گے۔

******

15- مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ

ترجمہ: جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

حل لغات: لَا يَرْحَمْ: وہ رحم نہیں کرتا۔ لَا يُرْحَمْ: اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رحم دلی کا مادہ رکھا ہے۔ اسی رحم دلی کی بدولت انسان اپنی اولاد' والدین یا رشتے داروں سے محبت کرتا ہے اور اس فطرت کا تقاضا ہے کہ کسی مجبور' معذور اور مظلوم کو دیکھ کر اس پر رحم آ جائے۔ لیکن جس نے فطرت کو بدل دیا اور کسی مجبور کو دیکھ کر بھی اس نے رحم نہ کیا تو اسے بھی مصیبت کے وقت کسی سے رحم کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ جو لوگ مشکلوں میں غیروں کے کام آتے ہیں اور کسی کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہیں' جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو تمام لوگ ان کے ساتھ مصیبت میں شریک ہوتے ہیں۔ جو کسی معذور یا مجبور پر ترس نہیں کھاتے تو ایسے لوگ جب خود مجبور ہوتے ہیں تو لوگوں کے دل میں بھی ان کے لیے رحم نہیں ہوتا۔ اس لیے اس حدیث میں فطرت کا یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ جو رحم نہیں کرتا' اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

16- مَا اٰمَنَ بِیْ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَجَارُهٗ جَائِعٌ

ترجمہ: "وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے سیر ہو کر رات گزاری اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہا۔"

حل لغات: آمَنَ: ایمان لایا۔ بَاتَ: رات گزاری۔ شَبْعَانَ: سیر ہو جانے والا۔ جَارٌ: پڑوسی' ہمسایہ۔ جَائِعٌ: بھوکا۔

تشریح: اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ایمان کے لحاظ سے مکمل نہیں جو خود سیر ہو کر سو جائے لیکن اسے ہمسائے کی بھوک اور تنگی کا احساس نہ ہو۔ یہ بات مومن کی شان کے خلاف ہے کہ وہ خود سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں آزمائش کی خاطر بعض انسانوں کے رزق میں فراخی عطا فرمائی ہے اور بعض کے رزق کو تنگ کر دیا ہے۔ دولت مندوں کے پاس وسیع رزق اللہ کی امانت ہے۔ جس میں غربا اور مساکین کا حق ہے۔ اگر دولت مند حضرات اپنے رشتہ داروں اور

پڑوسیوں کا خیال رکھیں اور ان کی امداد کر کے ان کی تکالیف دُور کریں تو معاشرے میں ظالمانہ فلاؤ ت ختم ہو جائے۔ اسلام میں رشتہ داروں کے بعد پڑوسی کا حق ہے۔ حضور ﷺ نے ایک بار فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے ہمسائے کے حقوق ادا کرنے کے بارے میں اس قدر بار بار وصیت کی کہ مجھے خیال آنے لگا کہ شاید اللہ ہمسائے کو بھی وارث بنا دے گا اور ترکہ میں اس کا حصہ بھی مقرر ہو جائے گا۔

******

17- اَوْلَى النَّاسِ مَنْ بَدَءَ هُمْ بِالسَّلَامِ

ترجمہ: بہترین انسان وہ ہے جو سلام میں پہل کرے

حل لغات: اَوْلٰی: بہتر، برتر۔ بَدَءَ: ابتدا کی۔

تشریح: سلام کے لغوی معنی سلامتی کے ہیں اور اسلامی اصطلاح میں سلام سے مراد وہ دعائیہ کلمات ہیں جو ایک مسلمان دوسرے کو ملاقات کے وقت پیش کرتا ہے۔ گویا سلام کرنے والا اپنے بھائی کے لیے سلامتی کی دعا کرتا ہے۔ سلام خدا کے سامنے عاجزی کا اقرار بھی ہے۔

سلام کرنا شعائر اسلام میں سے ہے اور جس کو سلام کیا اس پر ایک طرح کا احسان ہے۔ سلام کرنا سنت اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (البقرہ:148) **ترجمہ:** "نیک کاموں میں آگے بڑھو۔"

اس لیے کہ جس نے سلام میں پہل کی گویا اس نے عمل خیر میں سبقت حاصل کر لی۔ اس کے علاوہ جس پر سلام کیا ہے اس کے دل میں اپنی محبت پیدا کر دی۔ اسلامی اُخوت اور برادری کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے بھائی کی بھلائی اور بہتری چاہتا ہے۔ جو لوگ سلام کرنے میں پہل کرتے ہیں وہ حقیقت میں شریف انسان ہوتے ہیں۔ آج کل دیکھا جاتا ہے کہ اکثر لوگ نہ تو پہلے سلام کرتے ہیں اور نہ سلام کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ تواضع اور انکسار سے خالی ہوتے ہیں اور تکبر ان پر مسلط ہوتا ہے۔ آنحضور ﷺ نے ان لوگوں کو اعلیٰ اور افضل قرار دیا جو سلام کرنے میں پہل کرتے ہیں۔

******

18- دِمَاءُكُمْ وَاَمْوَالُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ

ترجمہ: تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں۔

حل لغات: دِمَاءُ: خون (دَم کی جمع)۔ اَمْوَالٌ: مال کی جمع۔

تشریح: اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان کی جان و مال کی حفاظت کرنا "حرمتِ جان و مال" کہلاتی ہے۔ اسلام میں کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا یا اس کی اجازت کے بغیر اس کا مال استعمال کرنا ناجائز اور حرام قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

1- "جو شخص جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔"
2- "جس نے ایک انسان کو قتل کیا، گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کو زندہ کیا، گویا اس نے انسانیت کو زندہ کیا۔"
3- "آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے پر نہ کھاؤ۔"

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "آگاہ رہو! کسی مسلمان کا مال اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا حلال نہیں مگر اس کی دلی رضا مندی سے۔" حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: "سن لو! تمہاری جانیں، مال اور آبروئیں ہمیشہ کے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح یہ شہر، مہینہ اور دن قابل احترام ہیں۔"

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی جان اور مال کی حفاظت کرے۔ اگر کوئی شخص مسلمان کی جان یا مال کے درپے ہو تو اس کو حتی الوسع روکے کیونکہ اس سے معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بنتا ہے۔ جان، مال کے عدم تحفظ سے معاشرہ افراتفری، بدامنی اور فتنہ فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس معاشرے میں جان و مال کا تحفظ نہ ہو وہ کبھی صحیح معنوں میں صحت مند خطوط پر استوار نہیں ہو سکتا۔ گویا جان و مال کی حرمت ہر انسان اور شہری کا بنیادی حق ہے۔ عرب میں کسی کی جان، مال اور عزت محفوظ نہ تھی، لیکن جب اسلامی انقلاب رونما ہوا تو عرب معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن گیا۔

==

19- وَاثِلَةُ الْاَسْقَعْ، قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاالْعَصَبِيَّةُ؟ قَالَ: اَنْ تُعِيْنَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ۔

ترجمہ: "واثلہ الاسقع نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! عصبیت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تو ظلم کرنے میں اپنی قوم کی مدد کرے۔"

حل لغات: وَاثِلَةُ الْاَسْقَعْ: صحابی کا نام ہے۔ اَلْعَصَبِيَّةُ: تعصب۔ اَنْ تُعِيْنَ: کہ تو مدد کرے۔

تشریح: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے عصبیت کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ عصبیت اور تعصب دونوں مترادف الفاظ ہیں۔ عصبیت کا معنی ہے اپنی قوم، خاندان یا وطن کی ظلم پر مدد کرنا۔ اس خرابی کی وجہ سے اپنی قوم یا خاندان کا بُرا کام بھی اچھا لگتا ہے اور دوسروں کی اچھائیاں بُرائیاں نظر آتی ہیں۔

۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اپنی قوم، وطن یا خاندان سے محبت کوئی بری بات نہیں لیکن ایسی محبت جس میں اپنی قوم کی برائیاں اچھائیاں اور دوسری قوم کی اچھائیاں برائیاں نظر آنے لگیں، شرعاً مذموم ہے۔ عصبیت کے نتیجے میں طرح طرح کی خرابیاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ جب یہ فتنہ کسی معاشرے، ملک یا قوم میں سر اٹھاتا ہے تو بے پناہ تباہی و بربادی اور غارت کا موجب بنتا ہے۔ عصبیت میں مبتلا ہو کر ہر ملک دوسرے ملک کو اور ہر قوم دوسری قوم کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتی ہے۔ عصبیت میں مبتلا قوم صرف اپنے ملک اور قوم کو معیار بنا کر دوسری قوم یا ملک کے پیش کردہ کسی معیار مثلاً شرافت، حق و صداقت کو جھٹلا دیتی ہے۔ جب تک عصبیت کا مکمل خاتمہ نہ ہو جائے، دنیا میں کسی صورت امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔ اسلام ایسی عصبیت کے خلاف ہے۔ اسلام حق و انصاف کا حکم دیتا ہے خواہ ظالم کوئی رشتہ دار، دوست، ہم وطن یا ہم مذہب ہی کیوں نہ ہو۔"

******

20- مَنْ فَتَحَ عَلٰى نَفْسِهٖ بَابَ مَسْئَلَةٍ، فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ

ترجمہ: "جس شخص نے اپنی ذات کے لیے ایک مرتبہ سوال کا دروازہ کھولا اللہ اس کے لیے فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔"

حل لغات: فَتَحَ: اُس نے کھولا۔ بَابٌ: دروازہ (جمع ابواب)۔ فَقْرٌ: تنگی، افلاس۔

تشریح: گداگری کا معنی ہے سوال کرنا اور بھیک مانگنا۔ قرآن و حدیث میں گداگری اور بھیک مانگنے کی مذمت کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں غیرت مند مسلمانوں کی تعریف میں کہا گیا ہے: "وہ شرم و آبرو کی وجہ سے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے۔" ارشادِ نبوی ﷺ ہے: "قیامت کے دن دوسروں کے آگے دستِ سوال دراز کرنے والوں کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔" یعنی ان کا چہرہ بے رونق ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔" یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

سوال کرنا عزت ضائع کرتا ہے۔ خودی کو نقصان پہنچاتا ہے اور کم ہمتی پیدا کرتا ہے۔ اپنی ضروریات کو خود پورا کرنا ایسا جذبہ ہے جو آدمی کو محنت پر تیار کرتا ہے، کوشش کی راہ کھولتا ہے اور سوجھ بوجھ پیدا کرتا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر قناعت کرے۔ اپنی ضرورتوں کو اپنی حد سے آگے نہ بڑھنے دے۔ اگر حالات سے گھبرا کر، ضرورتوں سے تنگ آ کر محنت اور کوشش کی بجائے سوال کرنے اور دوسروں کا دست نگر بننے کا ارادہ کر لیا اور کسی سے کچھ مانگ لیا تو شرم جاتی رہے گی۔ یوں مشکلات کا مقابلہ کرنے کی قوت کمزور ہو جائے گی اور اللہ کی امداد کا عقیدہ کمزور ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو معزز پیدا کیا ہے۔ وہ ایک ایک کے آگے ہاتھ بڑھانے لگے تو ساری عزت برباد ہو جائے گی۔ اللہ بھی اُسے پسند نہیں کرتا کہ انسان غیروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرے۔ جو انسان خود اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے خدا بھی اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے اور اس کے لیے تنگی اور افلاس کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

******

21- اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِہٖ۔ ترجمہ: "سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے سبق حاصل کرے۔"

حل لغات: سَعِيْدٌ: نیک بخت، سعادت مند۔ وُعِظَ: نصیحت کیا گیا یعنی جو عبرت پکڑے

تشریح: انسانی تاریخ مختلف قسم کے سبق آموز واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو آرام میں رکھا ہے تو کوئی تکلیف میں مبتلا ہے۔ کسی قوم پر نافرمانی کی وجہ سے عذاب نازل ہوا تو کسی پر فرمانبرداری کی وجہ سے خدا کی رحمت کی بارش ہوئی۔ اب سعادت مند وہ ہے جو دوسروں کے حالات سے عبرت پکڑے۔ بیمار کو دیکھ کر اپنی صحت پر خدا کا شکر ادا کرے۔ محتاج کو دیکھ کر اپنے اوپر خدائی نعمتوں کو یاد کرے اور محروم لوگوں کی محرومی دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق سعادت مند وہ ہے جو دوسروں کے حالات سے نصیحت حاصل کرے اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی رضا حاصل کرے۔ لیکن جو شخص نصیحت نہ پکڑے اور قوموں کے عروج و زوال کو دیکھ کر بھی عبرت حاصل نہ کرے وہ بڑا بد بخت اور نادان ہے۔ قرآن و حدیث میں مختلف مقامات پر عبرت حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (الحشر:2) ترجمہ: "اے بصیرت والو! عبرت حاصل کرو۔"

******

22- لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ

ترجمہ: "وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو۔"

حل لغات: يَدْخُلُ: وہ داخل ہوتا ہے، اندر آتا ہے۔ قَلْبٌ: دل۔ مِثْقَالٌ: ایک وزن کا نام ہے جیسے تولنا شہ۔ كِبْرٌ: تکبر۔

تشریح: تکبر کا معنی ہے اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا، یا حق سے انکار کرنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا۔

قرآن و حدیث میں تکبر کی بڑی مذمت کی گئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (لقمٰن:18)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ اترانے والے، بڑائیاں کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔"

حضور ﷺ کا فرمان ہے: "تکبر یہ ہے کہ تو حق کا منکر ہو اور دوسروں کو حقیر سمجھے۔" ارشاد نبوی ﷺ ہے: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تکبر میری چادر ہے، جس نے میرے ساتھ اس کے بارے میں جھگڑا کیا تو میں اس کا دشمن ہوں۔"

تکبر اکثر گناہوں کی جڑ ہے۔ تکبر ہی کی وجہ سے خدائی کے دعوے اور قتل و غارت کے بازار گرم ہوتے رہے۔ تکبر انسان کو سرکشی، نافرمانی اور بغاوت سکھاتا ہے جس سے معاشرے کا نظام تہ و بالا ہو جاتا ہے۔ متکبر آدمی نیکی اور بھلائی اختیار کرنے کو تیار نہیں ہوتا، اس کا نفس اسے سرکشی پر ابھارتا ہے۔ اسے بُرے کاموں سے لگاؤ اور نیک کاموں سے بیزاری ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تکبر قطعاً پسند نہیں۔ جس فرد یا قوم نے غرور و تکبر کیا اللہ تعالیٰ نے اسے عبرت کا نشان بنا دیا۔ شیطان نے تکبر کی وجہ سے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور قیامت تک ملعون قرار دیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے:

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ:34)

ترجمہ: "شیطان نے (اللہ کا حکم ماننے سے) انکار کر کے تکبر کیا اور اس وجہ سے وہ کافروں میں سے ہو گیا۔"

گویا تکبر شیطانی عمل ہے جس سے بچنا ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔

******

23- إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔

ترجمہ: ''حسد سے بچتے رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔''

حل لغات: حَسَنَاتٌ: نیکیاں (مفرد حَسَنَةٌ)۔ نَارٌ: آگ۔ حَطَبٌ: لکڑی/ایندھن

تشریح: حسد اس خواہش کا نام ہے کہ اگر کسی کو کچھ ملا ہے تو کیوں ملا ہے اور اس سے چھن کر مجھے مل جائے۔ حسد کرنے والے کو حاسد کہتے ہیں۔ حاسد جب کسی کو خوشحال دیکھتا ہے تو اس کے دل میں آگ لگ جاتی ہے اور وہ دل میں کڑھتا اور جلتا ہے۔ حاسد اپنی ضرورت پورا کرنے کے لیے دوسروں کو بھی تباہ کرنے سے نہیں چوکتا اور اس کے لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔ اس کا کام اپنی تعمیر سے زیادہ دوسروں کی تخریب ہوتی ہے۔ حسد کفر کی جڑ ہے۔ حسد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا۔ (النساء:53)

ترجمہ: کیا یہ لوگ انسانوں سے اس بات پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انھیں عطا کیا ہے یقیناً ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت دی اور ہم نے انھیں ملک عظیم عطا کیا ہے۔

حسد کرنے والا اپنی بری عادت کی وجہ سے اللہ اور رسول ﷺ سے سرکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے اور انسانیت اور نیکیوں سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اس لیے حسد انسانیت سے نکل کر حیوانیت میں قدم رکھتا ہے اور اپنی نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے۔

******

24- اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَغْتَابُهُ وَلَا يَحْزُنُهُ وَلَا يَحْرِمُهُ۔

ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، نہ اسے چھوڑتا ہے نہ اس کی غیبت کرتا ہے، نہ اسے غمگین کرتا ہے اور نہ اسے اس کے حق سے محروم کرتا ہے۔

حل لغات: يَظْلِمُ: وہ ظلم کرتا ہے۔ يَغْتَابُ: وہ غیبت کرتا ہے۔ يَحْرِمُ: وہ محروم کرتا ہے۔ يَخْذُلُ: وہ چھوڑ دیتا ہے۔ يَحْزُنُ: وہ غمگین کرتا ہے۔ أَخٌ: بھائی۔

تشریح: قرآن مجید میں اخوت و بھائی چارے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (حجرات:10) ترجمہ: ''بے شک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔

ترجمہ: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

اس حدیث میں مسلمانوں کے رشتہ اخوت کے تقاضوں کو بیان کیا گیا ہے۔ ہر کلمہ گو مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ تو اس پر ظلم کر سکتا ہے، نہ اسے چھوڑ سکتا ہے، نہ غیبت کر سکتا ہے اور نہ ایذا و تکلیف پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی اسے اس کے حق سے محروم کر سکتا ہے۔ جب مسلمان یہ سمجھنے لگ جائے کہ دوسرے بھائی کا فائدہ میرا فائدہ اور دوسرے بھائی کا نقصان میرا نقصان ہے تو پھر کبھی اختلاف یا آپس میں جھگڑا نہیں ہو سکتا۔ اگر آج دنیا کے سب مسلمان بھائی بھائی بن جائیں تو وہ دنیا کی کسی طاقت کے محتاج نہ رہیں۔

اس حدیث سے یہ پتا چلتا ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کس قدر حقوق ہیں۔ ہمیں بھی آپ ﷺ کے فرمان کی روشنی

میں مسلمان بھائیوں کے ساتھ اپنے تعلقات کا جائزہ لینا چاہیے۔

******

25- مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى

ترجمہ: "مومنوں کی مثال آپس کے الفت و محبت اور ہمدردی میں ایسی ہے جیسے ایک جسم جب اس کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے قرار ہو کر جاگتا رہتا ہے اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

حل لغات: تَوَادُّ: آپس میں لطف و محبت۔ تَرَاحُمَ: ایک دوسرے پر رحم۔ تَعَاطُفُ: آپس میں میل جول۔ جَسَدٌ: جسم۔ تَدَاعٰی: بلایا، مبتلا ہو گیا۔

تشریح: مومنین کی مثال جسم انسانی سے دے کر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے اتحاد کو ایک عمدہ مثال کے ذریعے ذہن نشین کرایا ہے۔ انسان کے جسم میں بظاہر مختلف اعضا ہوتے ہیں۔ ہر عضو کی بناوٹ الگ، کام الگ، مقام الگ، مگر ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ ہوتے ہیں کہ سب کو ملا کر ایک انسان بنتا ہے۔ اگر ہر عضو کو الگ کر دیا جائے تو اکیلے کی کچھ حیثیت نہیں۔ اعضا اگرچہ الگ ہیں اور ان کے کام بھی الگ الگ ہیں مگر ان کا حکمران ایک ہے جس کا نام "دل" ہے۔ اسی کے حکم سے آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتا ہے، ناک سونگھتی ہے، منہ چکھتا ہے، زبان بولتی ہے، ہاتھ اٹھتے ہیں، پیر چلتے ہیں۔ ان میں کثرت کے باوجود ایسا اتحاد ہے کہ جب ایک عضو کو تکلیف ہو جاتی ہے تو اس کی وجہ سے سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔ تکلیف ایک عضو میں ہوتی ہے مگر سارے جسم میں محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے کہ سب کا مرکز دل ہے اور وہی سب کا حاکم ہے اور ہر عضو اس سے وابستہ ہے۔ ممکن ہی نہیں کہ کسی عضو کو تکلیف ہو اور اس کا اثر دل پر نہ ہو اور جب جسم کا بادشاہ "دل" بے قرار ہو جاتا ہے تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے اور ہر عضو یہ سمجھتا ہے کہ یہ مرض اُسے نہیں بلکہ مجھے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ سب اعضا اس طرح ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں کہ کئی ہونے کے باوجود سب ایک ہو گئے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح ایک جسم کے تمام اعضاء ایک دوسرے سے متصل ہیں۔ ایک دوسرے کے ہر دُکھ درد میں شریک ہیں۔ ایک کی راحت، دوسرے کی راحت اور ایک کی تکلیف دوسرے کی تکلیف ہے اور سب کا مرکز ایک ہے۔ اسی طرح مسلمان جن کا رب ایک، رسول ایک، قرآن ایک، دین ایک اور قبلہ ایک ہے، انھیں بھی اس طرح مل کر رہنا چاہیے اور ایک دوسرے کے دُکھ درد، رنج اور خوشی میں شریک ہونا چاہیے جس طرح ایک جسم کے اعضاء ہوتے ہیں۔

حل مشقی سوالات

(1) احادیث رسول ﷺ کی اہمیت اور ضرورت پر مختصر نوٹ لکھیے۔

جواب: دیکھیے سوال 1۔

(2) خوف خدا اور نماز کی اسلام میں کیا اہمیت ہے؟

جواب: دیکھیے تشریح حدیث 2،1۔

(3) صدقہ اور روزہ کے بارے میں اسلام کے کیا احکام ہیں؟

جواب: دیکھیے تشریح حدیث 4،3۔

(4) حدیث میں منافق کی کیا نشانیاں بیان ہوئی ہیں؟
جواب: دیکھیے تشریح حدیث 6۔
(5) اخلاق اور شرم و حیا کے بارے میں حضور ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟
جواب: دیکھیے تشریح حدیث 8,7۔
(6) حدیث میں بوڑھوں اور بچوں کے کون سے حقوق بیان کیے گئے ہیں؟
جواب: دیکھیے تشریح حدیث 13,12۔
(7) ہمسایوں کے حقوق کے بارے میں فرمان رسول ﷺ بیان کریں۔
جواب: دیکھیے تشریح حدیث 16۔
(8) حدیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں مسلمان کے مسلمان پر حقوق کی مختصراً نشان دہی کیجیے۔
جواب: دیکھیے تشریح حدیث 18۔
(9) مومنوں کا آپس میں کیسا سلوک ہوتا ہے؟ حدیث کی روشنی میں وضاحت کیجیے۔
جواب: دیکھیے تشریح حدیث 24۔
(10) حسد کی مذمت میں رسول پاک ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟
جواب: دیکھیے تشریح حدیث 23۔

الاحادیث النبویہ ﷺ

2،1

ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق دانائی کی بنیاد ہے:
(A) علم و حکمت (B) مال و دولت (C) حسب نسب (D) خوفِ خدا

2- انسان کو حیوانات پر فضیلت دی گئی ہے:
(A) طاقت کی بناء پر (B) مال و دولت کی بناء پر (C) حکمت اور دانائی کی بناء پر (D) جسمانی ساخت کی بناء پر

3- جسے حکمت دی گئی اسے عطا کی گئی:
(A) دولت (B) خیرِ کثیر (C) عزت (D) شہرت

4- حکمت کا تقاضا ہے کہ معلوم کی جائے:
(A) ہر شے کی حقیقت (B) کائنات کی وسعت (C) علم کی گہرائی (D) ہر شے کی قیمت

5- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اصل دانا وہ ہے جو ڈرتا ہے:
(A) لوگوں سے (B) حکمرانوں سے (C) اللہ کی نافرمانی سے (D) عذابِ قبر سے

6- حقوق کی اقسام ہیں:
(A) دو (B) تین (C) چار (D) پانچ

-7 جن حقوق کا تعلق لوگوں سے ہے انہیں کہتے ہیں:
(A) حقوق اللہ (B) حقوق الناس (C) حقوق نسواں (D) حقوق حیوانات

-8 جن احکام کا تعلق ذاتِ خداوندی سے ہے انہیں کہتے ہیں:
(A) قصص (B) معاملات (C) عبادات (D) اخلاقیات

-9 بغیر کسی مشقت یا خرچ کے ادا ہونے والی عبادت ہے:
(A) روزہ (B) نماز (C) حج (D) زکوٰۃ

جوابات: 1- خوفِ خدا 2- حکمت اور دانائی کی بناء پر 3- خیر کثیر 4- ہر شے کی حقیقت 5- اللہ کی نافرمانی سے
6- دو 7- حقوق الناس 8- عبادات 9- نماز

❏ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 نبی اکرم ﷺ نے دانائی کی بنیاد کس چیز کو قرار دیا ہے؟
جواب: نبی اکرم ﷺ نے دانائی کی بنیاد خوفِ خدا کو قرار دیا ہے۔

-2 حکمت کس چیز کا نام ہے؟
جواب: حکمت دانائی اور سمجھ کا نام ہے۔

-3 مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ط کا ترجمہ کریں۔
جواب: ترجمہ: جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر عطا کی گئی۔

-4 حکمت کا تقاضا کیا ہے؟
جواب: حکمت کا تقاضا ہے کہ ہر شے کی حقیقت معلوم کی جائے۔

-5 نبی اکرم ﷺ نے اصل دانا کسے قرار دیا ہے؟
جواب: نبی اکرم ﷺ نے امت کو بتا دیا ہے کہ اصل دانا وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی سے ڈرتا ہو۔ اگر کوئی بوے سے بڑا فلسفی ہو مگر اللہ کا منکر یا باغی ہو تو وہ دانا نہیں۔

-6 قیامت کے دن سب سے پہلے کس چیز کا حساب لیا جائے گا؟
جواب: قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا۔

-7 حقوق کی کون کون سی اقسام ہیں؟
جواب: حقوق کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:
i- حقوق اللہ: اس سے مراد وہ حقوق ہیں جن کا تعلق صرف اللہ سے ہے۔
ii- حقوق الناس: اس سے مراد وہ حقوق ہیں جن کا تعلق لوگوں سے ہے۔

-8 نماز کی اہمیت واضح کریں۔
جواب: نماز مومن کی معراج اور دین کا ستون ہے۔

-9 عبادت کسے کہتے ہیں؟
جواب: جن احکام کا تعلق ذاتِ خداوندی سے ہے انہیں "عبادت" کہتے ہیں۔

10- روزِ قیامت سب سے پہلے نماز کا حساب کیوں لیا جائے گا؟

جواب: نماز اللہ کی بندگی کا اقرار، اسلام کی نشانی اور اتحاد کا بہترین سبق ہے اس لیے روزِ قیامت سب سے پہلے عبادات میں سے اسی کے بارے میں حساب لیا جائے گا۔

4.3

□ ہر سوال کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- لغت میں صوم کا معنی ہے:
(A) نماز (B) زکوۃ (C) صبر کرنا (D) باز رہنا

2- حرام، ناجائز اور برے کاموں سے بچنے کا بہترین درس ملتا ہے:
(A) روزہ میں (B) جہاد میں (C) اعتکاف میں (D) سخاوت میں

3- اخلاق کی حفاظت، روح کی پاکیزگی اور نفس کی تربیت ہوتی ہے:
(A) زکوۃ سے (B) روزہ سے (C) نماز سے (D) حج سے

4- "اَجْزِیْ" کا معنی ہے:
(A) جزا (B) سزا (C) میں جزا دوں گا (D) تم جزا دو گے

5- ریاکاری اور نمائش نہیں ہو سکتی:
(A) زکوۃ میں (B) حج میں (C) جہاد میں (D) روزہ میں

6- آگ سے بچو اگرچہ کسی ضرورت مند کو کچھ صدقہ دے کر ہی سہی:
(A) وراثت کا (B) وصیت کا (C) کھجور کا (D) اپنے مال کا

7- "نار" کا معنی ہے:
(A) آگ (دوزخ کی) (B) روشنی (C) گرم ہوا (D) دھوپ

8- خوفناکی میں اپنی مثال آپ ہے:
(A) جنگ کی آگ (B) لکڑی کی آگ (C) کوئلہ کی آگ (D) دوزخ کی آگ

9- "تمرۃ" کا معنی ہے:
(A) کھجور (B) سیب (C) انار (D) زیتون

10- کسی نیکی کو نہ سمجھو:
(A) پائیدار (B) حقیر (C) اعلیٰ (D) مقبول

جوابات: 1- باز رہنا 2- روزہ میں 3- روزہ سے 4- میں جزا دوں گا 5- روزہ میں
6- کھجور کا 7- آگ (دوزخ کی) 8- دوزخ کی آگ 9- کھجور 10- حقیر

□ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- روزے کی جزا کے بارے میں حدیث قدسی تحریر کریں۔

جواب: حدیث قدسی ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

-2 روزے کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم بیان کریں۔
جواب: لغتِ عرب میں "صوم" کا معنی باز رہنے اور رک جانے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں روزہ سے مراد ہے کہ کھانے پینے اور جنسی تعلقات سے طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک پرہیز کیا جائے۔

-3 روزہ میں ریاکاری کیوں نہیں ہوسکتی؟
جواب: روزہ میں ریاکاری اس لیے نہیں ہوسکتی کیونکہ روزہ صرف روزہ دار اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک عہد ہے جسے روزہ دار دل سے پورا کرتا ہے۔ اسے روزہ دار اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

-4 حرام، ناجائز اور برے کاموں سے بچنے کا بہترین درس کس عبادت میں ملتا ہے؟
جواب: حرام، ناجائز اور برے کاموں سے بچنے کا بہترین درس روزہ میں ملتا ہے۔ روزہ دار ہر قسم کی ظاہری و باطنی، مادی و روحانی کثافتوں اور نجاستوں سے دور رہتا ہے۔

-5 روزہ سے کس چیز کی حفاظت اور تربیت ہوتی ہے؟
جواب: روزہ سے اخلاق کی حفاظت، روح کی پاکیزگی اور نفس کی تربیت ہوتی ہے۔

-6 "اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" کا کیا ترجمہ ہے؟
جواب: ترجمہ: "آگ سے بچو اگر چہ (کسی ضرورت مند کو) کھجور کا کچھ حصہ دے کر ہی سہی"۔

-7 نیکی کی اہمیت کے بارے میں حدیث لکھیں۔
جواب: ترجمہ: "کوئی نیکی حقیر نہ جان خواہ اپنے بھائی کو کھلے چہرے سے ملنا ہی کیوں نہ ہو"

-8 جنگ کے موقع پر صحابی کی لائی ہوئی کھجوروں کے ساتھ آپ ﷺ نے کیا سلوک کیا؟
جواب: آپ ﷺ نے ان کھجوروں کو ڈھیر کے اوپر ڈال دیا کیونکہ یہ کھجوریں نیک نیت اور خلوص کے ساتھ لائی گئی تھیں۔

6.5

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 "اَلسَّفَرَةُ الْكِرَامُ الْبَرَرَةُ" کا معنی ہے:
(A) سفر کرنے والے (B) تعریف کرنے والے (C) بزرگ نیکوکار لکھنے والے (D) نیک کاموں میں حصہ لینے والے

-2 سورۃ الانفطار میں انسان کے اعمال لکھنے والے فرشتوں کو کہا گیا ہے:
(A) کراماً کاتبین (B) منکر نکیر (C) جہنم کے داروغے (D) جنت کے فرشتے

-3 اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ مقرر فرمائے ہیں:
(A) دو فرشتے (B) تین فرشتے (C) چار فرشتے (D) پانچ فرشتے

-4 نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے قرآن بالکل نہیں سنا وہ ہے:
(A) جہنمی (B) گونگا بہرہ (C) اجاڑ گھر کی مانند (D) جانور کی مانند

-5 نبی اکرم ﷺ نے منافق کی نشانیاں بتائی ہیں:
(A) دو (B) تین (C) چار (D) پانچ

-6 "زَعَمَ" کا معنی ہے:

(A) گمان کیا (B) غلط سوچا (C) تصور کیا (D) خیال کیا

-7 گناہوں کی جڑ ہے:

(A) چوری (B) وعدہ خلافی (C) جھوٹ (D) لڑائی جھگڑا

-8 جھوٹ، خیانت اور وعدہ خلافی علامات ہیں:

(A) مشرک کی (B) منافق کی (C) کافر کی (D) شیطان کی

-9 "کَذَبَ" کا معنی ہے:

(A) جھوٹ بولا (B) وعدہ توڑا (C) خیانت کی (D) سچ بولا

-10 "اَخْلَفَ" کا معنی ہے:

(A) امانت میں خیانت (B) وعدہ خلافی (C) جھوٹ بولا (D) وعدہ کیا

جوابات: -1 بزرگ نیکوکار لکھنے والے -2 کراماً کاتبین -3 دو فرشتے -4 اجاڑ گھر کی مانند -5 تین
-6 گمان کیا -7 جھوٹ -8 منافق کی -9 جھوٹ بولا -10 وعدہ خلافی

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 حدیث پاک کے مطابق قرآن مجید میں مہارت رکھنے والا کن کے ساتھ ہوگا؟

جواب: نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق "قرآن مجید میں مہارت رکھنے والا صاحب عزت، نیک لکھنے والوں کے ساتھ ہے۔"

-2 سورۂ عبس میں "سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ" کے الفاظ کن کی تعریف میں آئے ہیں؟

جواب: سورۂ عبس میں "سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ" کے الفاظ فرشتوں کی تعریف میں آئے ہیں جس کے معنی ہیں "بزرگ نیکوکار لکھنے والے"۔

-3 ماہر قرآن سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ماہر قرآن وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کے معنی اور مطلب کو سمجھتے ہیں اور اس کی آیات میں غور و فکر کر کے ان مقاصد کو سمجھ لیتے ہیں جن کے لیے یہ کتاب نازل کی گئی ہے۔

-4 قرآن پاک کی فضیلت پر ایک حدیث لکھیں۔

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے"۔

-5 قیامت کے دن قرآن کن کی سفارش اور کن کی شکایت کرے گا؟

جواب: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ قیامت کے دن قرآن پاک اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا اور یہ فرمایا جو قرآن رکھا رہے اور گھر والے اسے نہ پڑھیں، وہ قیامت کے دن ان کی شکایت کرے گا۔

-6 نبی اکرم ﷺ نے اجاڑ گھر کی مانند کسے قرار دیا ہے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "جس نے قرآن بالکل نہیں سنا وہ اجاڑ گھر کی مانند ہے۔"

-7 نبی اکرم ﷺ نے منافق کی کون کون سی نشانیاں بیان کی ہیں؟

جواب: جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرے، جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وہ وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔

-8 جھوٹ کس طرح گناہوں کی جڑ ہے؟

جواب: جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ جھوٹ بولنے والا ہر گناہ کر لیتا ہے اور کسی گناہ کا اقرار نہیں کرتا۔ جو شخص جھوٹ سے پرہیز کرے وہ

ایک نہ ایک دن ہر گناہ سے پرہیز کر لیتا ہے۔

9- وعدہ خلافی اور خیانت یہ دونوں جرم کن حقوق سے تعلق رکھتے ہیں؟

جواب: وعدہ خلافی اور خیانت یہ دونوں جرم حقوق الناس سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب حقوق الناس کا خیال نہ رکھا جائے تو معاشرہ درست نہیں رہتا اور نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

10- "اُؤْتُمِنَ" اور "خَانَ" کے معانی لکھیں۔

جواب: "اُؤْتُمِنَ" کے معنی ہیں "امانت دی گئی" اور "خَانَ" کے معنی ہیں "خیانت کی"۔

11- سچائی ایفائے عہد اور امانت داری کس مذہب کی بنیادی صفات ہیں؟

جواب: سچائی، ایفائے عہد اور امانت داری مذہب اسلام کی بنیادی صفات ہیں۔

8، 7

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- مومنوں میں بلحاظ ایمان زیادہ کامل وہ ہے جو ان میں سے بہتر ہو:

(A) پرہیزگاری میں (B) سخاوت میں (C) اخلاق میں (D) عبادت میں

2- لغت میں ایمان کہتے ہیں:

(A) عمل کرنے کو (B) ماننے کو (C) فکر و خیال کو (D) یقین کرنے کو

3- مومن کہلانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آراستہ ہوگا:

(A) اخلاق حسنہ سے (B) عبادت کے زیور سے (C) بہادری کے جوہر سے (D) ایمان کی دولت سے

4- اخلاق عالیہ کا کامل نمونہ ہیں:

(A) حضرت عثمانؓ (B) حضرت عمرؓ (C) حضرت ابوبکرؓ (D) حضرت محمد ﷺ

5- "خُلُقٌ" کا معنی ہے:

(A) خالق (B) اخلاق (C) نمونہ (D) تخلیق

6- حدیث شریف کے مطابق حیاء ہے:

(A) عبادات سے (B) ایمان سے (C) سیاسیاست سے (D) معاشرت سے

7- حیا اس قلبی کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان اجتناب کرتا ہے:

(A) جائز کاموں سے (B) حرام کمائی سے (C) ناپسندیدہ کاموں سے (D) اچھے کاموں سے

8- "حَیَاء" کا معنی ہے:

(A) شرم اور گناہ سے ہچکچاہٹ (B) نیک عمل (C) ایمانداری (D) عادت

9- لغت میں یقین کرنے کو کہتے ہیں:

(A) ایمان (B) اسلام (C) اعتماد (D) اعتقاد

10- اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی نہیں کرتا جس میں ہو:

(A) حیا (B) ایمان (C) عقل (D) شعور

جوابات: 1- اخلاق میں 2- یقین کرنے کو 3- اخلاق حسنہ سے 4- نبی اکرم ﷺ 5- عادت
6- ایمان سے 7- ناپسندیدہ کاموں سے 8- شرم اور گناہ سے ہچکچاہٹ 9- ایمان 10- حیا

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- مومنوں میں سے کامل ایمان والا کون ہے؟
جواب: مومنوں میں سے کامل ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں ان سے بہتر ہو۔

2- ایمان کا مفہوم کیا ہے؟
جواب: لغت میں ایمان یقین کرنے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اللہ اور رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی بتائی ہوئی ہر بات پر یقین رکھنا اور دل سے تسلیم کرنا ایمان کہلاتا ہے۔

3- ایمان کا تقاضا کیا ہے؟
جواب: ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان جسے مانتا ہے اور جس کی صداقت کا زبان سے اقرار کرتا ہے اس پر عمل بھی کرے۔

4- مومن کسے کہتے ہیں؟
جواب: مومن وہ ہے جو حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین پر دل سے ایمان لائے اور زبان سے اقرار کرے۔

5- اعتقادات وعبادات کا تعلق کس چیز سے ہے؟
جواب: اعتقادات وعبادات کا تعلق زیادہ تر حقوق اللہ سے ہے۔

6- حیا کس قلبی کیفیت کا نام ہے؟
جواب: حیا اس قلبی کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان ناپسندیدہ کاموں سے اجتناب کرتا ہے۔ جس میں حیا ہوتی ہے وہ نہ تو کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور نہ رسول ﷺ کی۔

7- اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ کا کیا ترجمہ ہے؟
جواب: ترجمہ: "حیا ایمان سے ہے۔"

8- باحیا شخص کون سے کام بڑھ چڑھ کر انجام دیتا ہے؟
جواب: باحیا شخص وہ کام بڑھ چڑھ کر انجام دیتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

9- حیادار شخص کس کام کو اپنا فرض سمجھتا ہے؟
جواب: حیادار شخص اللہ کے احکام پر عمل اور بندوں کے حقوق ادا کرتے رہنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔

10 ، 9

❑ ہر سوال کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- حدیث کے مطابق جو رزق کی فراخی اور عمر درازی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ
(A) رشتہ داروں سے تعلقات قائم کرے (B) سخاوت کرے (C) روزے رکھے (D) حقوق اللہ کا خیال رکھے

2- رشتہ داروں کو ہر طرح خوش رکھنا کہلاتا ہے:
(A) اخلاق (B) تقویٰ (C) حقوق العباد (D) صلہ رحمی

3- "اَنْ يُّبْسَطَ" کا معنی ہے:
(A) نشانی (B) صلہ رحمی (C) تنگ (D) وسیع کر دے

4- "رَجِمٌ" محاورہ میں بولا جاتا ہے:
(A) والدین کے لیے (B) میاں بیوی کے لیے (C) بہن بھائیوں کے لیے (D) قریبی رشتہ داروں کے لیے

5- صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ جو جائز ضرورت ہو اسے پورا کرنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے۔
(A) رشتہ دار کی (B) ہمسایہ کی (C) دوست کی (D) مسلمان کی

6- نیک راہ دکھانے والے کا ثواب اسی قدر ہے جس قدر ثواب ہے:
(A) نیکی کرنے والے کا (B) جہاد کرنے والے کا (C) صدقہ دینے والا (D) زکوۃ دینے والے کا

7- خَیْرٌ کا معنی ہے۔
(A) نیکی (B) بدی (C) برائی (D) بہتر

8- نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ہے:
(A) سورۃ البقرہ میں (B) سورۃ الرحمٰن میں (C) سورۃ یٰسین میں (D) سورۃ فاطر میں

9- فَاعِلٌ کا معنی ہے:
(A) کام کرنا (B) کرنے والا (C) جس پر کام ہو (D) جو کام ہو

10- دَالٌّ کا معنی ہے:
(A) کرنے والا (B) نیکی (C) برابر (D) راہ دکھانے والا

جوابات: 1- رشتہ داروں سے تعلقات قائم کرے 2- صلہ رحمی 3- وسیع کردے 4- قریبی رشتہ داروں کے لیے 5- رشتہ دار کی
6- نیکی کرنے والے کا 7- نیکی 8- سورہ یٰسین میں 9- کرنے والا 10- راہ دکھانے والا

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق رزق میں اضافہ اور عمر کی درازی کے لیے کیا کرنا چاہیے؟
جواب: نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے جسے پسند ہو کہ اللہ اس کی روزی فراخ کرے اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہیے کہ وہ رشتہ داروں سے تعلقات قائم رکھے۔

2- صلہ رحمی سے کیا مراد ہے؟
جواب: رشتہ داروں کی جائز ضروریات پورا کرنے کی حتی المقدور کوشش کرنا، بھوکا ہو تو اس کا پیٹ بھرنا مقروض ہو تو اس کا قرض ادا کرنا اور اسے ہر طرح سے خوش رکھنا صلہ رحمی کہلاتا ہے۔

3- نبی اکرم ﷺ کی حدیث کے مطابق صلہ رحمی کے کون سے دو انعام ہیں؟
جواب: صلہ رحمی کے مندرجہ ذیل دو انعام ہیں:
1- اللہ اس کی روزی فراخ کرتا ہے۔ 2- اس کی عمر دراز ہوتی ہے۔

4- رَجِمٌ محاورہ میں کن کے لیے بولا جاتا ہے؟
جواب: رَجِمٌ محاورہ میں قریبی رشتہ داروں کے لیے بولا جاتا ہے۔

5- "يُنْسَأَ" اور "مَنْ سَرَّهٗ" کے کیا معانی ہیں؟
جواب: "يُنْسَأَ" کا مطلب ہے "باقی رکھا جائے" اور "مَنْ سَرَّهٗ" کا معانی ہے "جسے پسند ہو"۔

-6 "إِنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ" کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "نیک راہ دکھانے والے کا ثواب اس قدر ہے جس قدر نیکی کرنے والے کا ثواب ہے۔"

-7 "نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ" کا ترجمہ کریں۔

جواب: ترجمہ: "ہم ہر ایک نام پر اس کے عمل بھی لکھتے ہیں اور اس کے اثر بھی"۔

-8 نیکی کی راہ دکھانے والے کو کتنے افراد کے برابر ثواب ملتا ہے؟

جواب: نیکی کی راہ دکھانے والے کو ان تمام افراد کے برابر ثواب ملتا ہے جو اس کی رہنمائی سے نیکی کرنے لگے ہوں۔

-9 "اثر" سے کیا مراد ہے؟

جواب: کسی کے عمل خیر کو دیکھ کر جو شخص کوئی اچھا عمل سیکھ لے اور عمل کرنے لگے وہ اس کا اثر ہے۔ یعنی کسی سے متاثر ہو کر اچھا یا برا کام کرنا اثر کہلاتا ہے۔

12 ، 11

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 بہتر انسان وہ ہے جو:
(A) عبادت گزار ہو (B) پرہیزگار ہو (C) لوگوں کو نفع پہنچائے (D) چالاک ہو

-2 مسلمان جس قدر مخلوقِ خدا کی مدد کرتا جائے گا اسی قدر درجہ بلند ہوتا جائے گا:
(A) اس کے اعمال کا (B) اس کی جنت کا (C) اس کی شہرت کا (D) اس کی انسانیت کا

-3 حلال و حرام اور اپنے پرائے مال میں امتیاز نہیں کرے گا:
(A) کافر (B) منافق (C) مشرک (D) بے عقل حیوان

-4 اَلنَّاس کا معنی ہے:
(A) فرشتہ (B) انسان (C) جن (D) جانور

-5 اللہ کے جلیل ہونے کا اعتراف کرنا ہے:
(A) بوڑھے مسلمان کا احترام کرنا (B) عبادت کرنا (C) والدین کی خدمت کرنا (D) استاد کا احترام کرنا

-6 معاشرے میں اگر بزرگوں کی عزت کا خیال نہ رہے تو دور دورہ ہوگا:
(A) جہالت کا (B) بے راہ روی کا (C) بدامنی کا (D) فتنہ و انتشار کا

-7 اِجْلَال کا معنی ہے:
(A) بڑا سمجھنا (B) تفریق کرنا (C) احترام کرنا (D) بوڑھا

-8 عمر میں بڑے لوگوں کے احترام کا حکم دیتا ہے:
(A) اسلام (B) ہندومت (C) بدھ مت (D) سکھ مت

-9 "ذِی الشَّيْبَةِ" کا معنی ہے:
(A) نوجوان (B) بچہ (C) عزت والا (D) بوڑھا

جوابات: 1- لوگوں کو نفع پہنچائے 2- اس کی انسانیت کا 3- بے عقل حیوان 4- انسان

5- بوڑھے مسلمان کا احترام کرنا 6- بے راہ روی کا 7- بڑا سمجھنا 8- اسلام 9- بوڑھا

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق بہترین انسان کون ہے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "بہترین انسان وہ ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچائے۔"

-2 صحیح معنوں میں انسان کہلانے کے قابل کون ہے؟

جواب: صحیح معنوں میں انسان کہلانے کے قابل وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔ دوسروں کے کام آئے۔ دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہو اور انھیں خوش رکھنے کی کوشش کرے۔

-3 ہر انسان کس فکر میں رہتا ہے؟

جواب: ہر انسان اپنے نفع کی فکر میں رہتا ہے۔ اپنا فائدہ تلاش کرتا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ دولت کما کر اپنی ذات کو آرام پہنچائے۔

-4 کس کام سے انسانیت کا درجہ بلند ہوتا جائے گا؟

جواب: مسلمان جس قدر مخلوق خدا کی مدد کرتا جائے گا اسی قدر اس کی انسانیت کا درجہ بلند ہوتا جائے گا۔

-5 بوڑھے مسلمانوں کا احترام کرنا کس چیز کا اعتراف ہے؟

جواب: آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق بوڑھے مسلمان کا احترام کرنا اللہ کے جلیل ہونے کا اعتراف کرنا ہے۔

-6 بوڑھے احترام کے مستحق کیوں ہیں؟

جواب: بوڑھے اس لیے احترام کے مستحق ہیں کہ وہ نوجوانوں سے عمر میں بڑے ہیں، علم میں فائق ہیں اور نیک ہونے کی صورت میں عمل میں بھی ان سے آگے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ان کا مقام اونچا ہے۔

-7 بوڑھے مسلمانوں کا احترام اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا اعتراف کس طرح ہے؟

جواب: بوڑھے مسلمانوں کا احترام اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا اعتراف ہے کیونکہ جو کسی بزرگ کی عزت کرتا ہے اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عزت و تکریم میں کوئی کمی نہیں چھوڑے گا کیونکہ وہ سب سے بزرگ و برتر ہے۔

-8 اسلام میں زیادہ احترام کے مستحق کون افراد قرار دیے گئے ہیں؟

جواب: جو لوگ بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور ان کے بالوں میں سفیدی آ جائے تو وہ اسلام میں اور زیادہ احترام کے مستحق قرار دیے گئے ہیں۔

-9 اگر معاشرے میں بزرگوں کی عزت نہ کی جائے تو اس کا کیا نقصان ہوگا؟

جواب: معاشرے میں اگر بزرگوں کی عزت کا خیال نہ رہے تو بے راہ روی کا دور دورہ ہوگا اور بزرگوں کے احترام اور ان کے تجربات زندگی سے فائدہ اٹھانے کا جذبہ مفقود ہو جائے گا۔

14 ، 13

ہر سوال کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 نبی اکرم ﷺ کی شفقت مثالی تھی:

(A) کفار کے ساتھ (B) رشتہ داروں کے ساتھ (C) صحابہ کے ساتھ (D) بچوں کے ساتھ

-2 لَمْ يَرْحَمْ کا معنی ہے:

(A) رحم کرنے والا (B) جس پر رحم کیا جائے (C) رحم کرنے میں سب سے آگے (D) رحم نہیں کھایا

-3 نبی اکرم ﷺ جب گلی سے گزرتے تو آپ ﷺ کے دامن سے لپٹ جاتے:

(A) بوڑھے (B) نوجوان (C) بچے (D) جوان

-4 نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں جب کسی قوم کا کوئی سردار آتا تو آپ ﷺ اس کو جگہ عطا فرماتے:

(A) اونچے مقام پر (B) اس کے مقام کے مطابق (C) سب سے پیچھے (D) سب سے آگے

-5 جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا:

(A) وہ تکبر کرتا ہے (B) وہ گناہگار ہے (C) وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا (D) وہ فاسق ہے

-6 ہر احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کرنا ہے:

(A) مستحب (B) مسنون (C) واجب (D) فرض

-7 معاشرے میں اچھے لوگوں کی عزت افزائی سے جذبہ بڑھتا ہے:

(A) نیکی کا (B) اچھائی کا (C) سچائی کا (D) ایمانداری کا

-8 " لَمْ يَشْكُرْ " کا معنی ہے:

(A) شکر ادا کرنا (B) شکر ادا نہ کیا (C) احسان نہ کیا (D) ادب نہ کیا

-9 احسان کرنے والے کو سراہا جائے تو اس کے دل میں جذبہ پیدا ہوتا ہے:

(A) عدل کا (B) خدمت کا (C) تعاون کا (D) احسان کا

-10 ہر احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کرنا ہے:

(A) واجب (B) سنت (C) فرض کفایہ (D) فرض

جوابات: -1 بچوں کے ساتھ -2 رحم نہیں کھایا -3 بچے -4 اس کے مقام کے مطابق -5 وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا
-6 فرض -7 اچھائی کا -8 شکر ادا نہ کیا -9 احسان کا -10 فرض

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کے احترام کے بارے میں حدیث لکھیں۔

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کھایا اور بڑوں کا احترام نہیں کیا۔

-2 آداب معاشرت کا زریں اصول کیا ہے؟

جواب: آداب معاشرت کا زریں اصول یہ ہے کہ بڑوں کی عزت کی جائے اور چھوٹوں پر رحم کیا جائے۔ آنحضور ﷺ نے اس شخص کو اُمت سے خارج قرار دیا جو بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش نہیں آتا۔

-3 نبی اکرم ﷺ کا بچوں کے ساتھ کیا برتاؤ تھا؟

جواب: نبی اکرم ﷺ بچوں کے ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ان سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ آپ ﷺ بچوں کو گود میں اٹھا لیتے۔ انھیں بوسہ دیتے۔ سواری کے وقت اپنے پیچھے بٹھا لیتے۔ اگر گلی میں گزرتے وقت بچے آپ ﷺ کے دامن سے لپٹ جاتے تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور ان سے پیار کرتے۔

-4 صَغِيْرٌ اور كَبِيْرٌ کے کیا معانی ہیں؟

جواب: صَغِيْرٌ کا معنی چھوٹا اور كَبِيْرٌ کا معنی بڑا ہے۔

-5 نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں جب کسی قوم کا کوئی سردار آتا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے؟
جواب: آپ ﷺ اس کی عزت کرتے اور اسے اس کے مقام کے مطابق جگہ عطا فرماتے۔

-6 مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ کا ترجمہ کیا ہے؟
جواب: ترجمہ: جس شخص نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے خدا کا شکر نہ کیا۔

-7 احسان کرنے والے کا شکر ادا کرنا کیوں ضروری ہے؟
جواب: احسان کرنے والے کا شکر ادا کرنا فرض ہے۔ اس سے احسان کرنے والے کو محسوس ہوتا ہے کہ اس نے اچھا کام کیا اس لیے اسے سراہا جا رہا ہے۔ یوں اس کے دل میں احسان کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور بھلائی اور امداد کرنے کو دل چاہتا ہے۔

-8 کس کا شکریہ ادا کرنا فرض ہے؟
جواب: ہر احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کرنا فرض ہے۔

-9 معاشرے میں اچھے لوگوں کی عزت افزائی سے کس چیز کا جذبہ بڑھتا رہتا ہے؟
جواب: معاشرے میں اچھے لوگوں کی عزت افزائی سے اچھائی کا جذبہ بڑھتا رہتا ہے۔

-10 انسانوں کا شکر ادا کرنے کا کیا فائدہ ہے؟
جواب: شکر ادا کرنے سے جس پر احسان کیا گیا تھا اس کا عجز و انکسار ظاہر ہوتا ہے۔ تواضع اور انکساری ایسی صفت ہے کہ جو انکسار کرے تکبر اس کے قریب نہیں آتا اس لیے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم ہر احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کرنے کے عادی ہو جائیں تاکہ انسانیت کے رشتے استوار ہوں اور امداد باہمی عام ہو جائے۔

16 ، 15

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 جو شخص رحم نہیں کرتا:
(A) اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا جاتا (B) اس کے ساتھ خلوص نہیں کیا جاتا
(C) اس پر رحم نہیں کیا جاتا (D) اس پر احسان نہیں کیا جاتا

-2 اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھا ہے:
(A) تکبر (B) کفر (C) شرک (D) رحم

-3 کسی مجبور، معذور اور مظلوم کو دیکھ کر اس پر رحم آ جانا تقاضا ہے:
(A) انسانیت کا (B) حیوانیت کا (C) فطرت کا (D) دوستی کا

-4 جن لوگوں کے دلوں میں رحم نہیں ہوتا جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو لوگوں کے دل ان کے بارے میں ہوتے ہیں:
(A) فکرمند (B) رحم اور ہمدردی سے خالی (C) نفرت سے بھرے (D) رحم سے بھرے ہوئے

-5 وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے سیر ہو کر رات گزاری اور
(A) اللہ کی عبادت نہ کی (B) اللہ کا ذکر نہ کیا (C) اس کا ہمسایہ بھوکا رہا (D) صدقہ وخیرات نہ کیا

-6 دولت مندوں کے مال و سیع رزق ہے:
(A) اللہ کی امانت (B) حرام کی کمائی (C) جہنم کا ایندھن (D) مظلوموں کا حق

-7 اسلام میں رشتہ داروں کے بعد حق ہے:

(A) یتیموں کا (B) پڑوسی کا (C) مسافروں کا (D) مساکین کا

-8 بَیَاتْ کا معنی ہے:

(A) صبح گزاری (B) دوپہر گزاری (C) شام گزاری (D) رات گزاری

-9 جَارٌ کا معنی ہے:

(A) دشمن (B) ہمسایہ (C) دوست (D) رشتہ دار

جوابات: 1- اس پر رحم نہیں کیا جاتا 2- رحم 3- فطرت کا 4- رحم اور ہمدردی سے خالی 5- اس کا ہمسایہ بھوکا رہا
6- اللہ کی امانت 7- پڑوسی کا 8- رات گزاری 9- ہمسایہ

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"

-2 ہمیں رحم کیوں آتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رحم رکھا ہے اس لیے کسی مجبور، معذور اور مظلوم کو دیکھ کر اس پر رحم آجاتا ہے۔

-3 اگر انسان کی فطرت میں رحم نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟

جواب: اگر انسان کی فطرت میں رحم نہ ہوتا تو وہ اپنی اولاد یا قریبی رشتہ داروں پر رحم نہ کرتا مگر جس نے فطرت کو بدل دیا اور کسی مجبور پر رحم نہ کیا تو وہ یہ امید نہ رکھے کہ جب وہ مصیبت میں مبتلا ہو گا تو اس پر بھی رحم کیا جائے گا۔

-4 مصیبت میں دوسروں کے کام آنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: جو لوگ مصائب میں غیروں کے کام آتے ہیں اور کسی کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہیں، جب کبھی ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو تمام لوگ ان کے ساتھ مصیبت میں شریک ہوتے ہیں۔

-5 ہمسائے کے حقوق کی اہمیت پر حدیث لکھیں۔

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے سیر ہو کر رات گزاری اور اس کا پڑوسی بھوکا رہا"

-6 دولت مندوں کے وسیع رزق میں کن کا حق ہے؟

جواب: دولت مندوں کے ہاں وسیع رزق اللہ کی امانت ہے، جس میں غربا اور مساکین کا حق ہے۔ لہٰذا دولت مندوں کو چاہیے کہ اپنی دولت میں سے غریبوں اور ضرورت مند مسکینوں کا حق ادا کریں۔

-7 حضرت جبرائیلؑ نے پڑوسی کے حقوق ادا کرنے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کو کیا تاکید کی؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیلؑ نے مجھے ہمسائے کے حقوق ادا کرنے کے بارے میں اس قدر بار بار وصیت کی کہ مجھے خیال آنے لگا کہ شاید اللہ ہمسائے کو بھی وارث بنا دے گا اور ترکہ میں اس کا حصہ بھی مقرر ہو جائے گا۔

-8 اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو رزق میں فراخی اور بعض کو تنگی کیوں عطا کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں آزمائش کی خاطر بعض انسانوں کے رزق میں فراخی عطا فرمائی ہے اور بعض کے رزق کو تنگ کر دیا ہے۔

-9 معاشرے سے ظالمانہ تفاوت کا خاتمہ کب ممکن ہے؟

جواب: اگر دولت مند حضرات اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا خیال رکھیں اور ان کی مدد کر کے ان کی تکالیف دور کریں تو معاشرے میں سے ظالمانہ تفاوت کا خاتمہ ممکن ہے۔

18 ، 17

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 بہترین انسان وہ ہے جو پہل کرے:
(A) تجارت میں (B) جہاد میں (C) سلام میں (D) سخاوت میں

-2 سلام کرنے والا دوسرے کے لیے دعا کرتا ہے:
(A) کامیابی کی (B) تندرستی کی (C) عمر درازی کی (D) سلامتی کی

-3 جو لوگ سلام کرنے میں پہل کرتے ہیں وہ حقیقت میں ہوتے ہیں:
(A) رذیل انسان (B) شریف انسان (C) ظالم (D) مظلوم

-4 سلام کا جواب دینا ہے:
(A) فرض (B) سنت (C) مستحب (D) واجب

-5 جو لوگ سلام نہیں کرتے ان پر مسلط ہوتا ہے:
(A) شیطان (B) تکبر (C) دولت کا نشہ (D) انکسار

-6 نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تمھارے خون اور تمھارے مال تم پر ہیں:
(A) بوجھ (B) حلال (C) مکروہ (D) حرام

-7 جو شخص جان بوجھ کر مومن کو قتل کرے:
(A) اسے معاف کر دیا جائے (B) اس کا گھر دوزخ ہے (C) وہ خون بہا ادا کرے (D) اسے جلا وطن کر دیا جائے

-8 ایک مسلمان کا مال چوری، ڈاکے اور خیانت وغیرہ کے ذریعے لینا ہے:
(A) حرام (B) جائز (C) مباح (D) مستحب

-9 اسلام میں مومن بھائی کا مال بغیر اجازت استعمال کرنا ہے:
(A) حلال (B) جائز (C) حرام (D) مستحب

-10 اگر کوئی شخص مسلمان بھائی کی جان یا مال کے خلاف قدم اٹھائے تو دوسرے مسلمان پر مدد کرنا لازم ہے۔
(A) ظالم کی (B) مظلوم کی (C) مظلوم کے وارثوں کی (D) ظالم کے اہل و عیال کی

جوابات: -1 سلام میں -2 سلامتی کی -3 شریف انسان -4 واجب -5 تکبر
-6 حرام -7 اس کا گھر دوزخ ہے -8 حرام -9 حرام -10 مظلوم کی

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 سلام میں پہل کرنے والے کو نبی اکرم ﷺ نے کیسا انسان قرار دیا ہے؟
جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "بہترین انسان وہ ہے جو پہلے سلام کرے"۔

-2 " فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ " کا کیا ترجمہ ہے؟
جواب: ترجمہ: "نیک کاموں میں آگے بڑھنے کی کوشش کیا کرو"۔

-3 اسلامی اخوت اور برادری کا کیا تقاضا ہے؟
جواب: اسلامی اخوت اور برادری کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے بھائی کی بھلائی اور بہتری چاہتا ہے۔

-4 کون لوگ تواضع اور انکساری سے خالی ہوتے ہیں اور ان پر تکبر مسلط ہوتا ہے؟

جواب: جو لوگ نہ تو پہلے سلام کرتے ہیں اور نہ سلام کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں ایسے لوگ تواضع اور انکساری سے خالی ہوتے ہیں اور تکبر ان پر مسلط ہوتا ہے۔

-5 نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق کس نے عمل خیر میں سبقت حاصل کی؟

جواب: جس نے پہلے سلام کر لیا اس نے عمل خیر میں سبقت حاصل کر لی۔

-6 نبی اکرم ﷺ نے کن لوگوں کو اعلیٰ اور افضل قرار دیا ہے؟

جواب: نبی اکرمؐ نے ان لوگوں کو اعلیٰ اور افضل قرار دیا ہے جو لوگ سلام کرنے میں پہل کرتے ہیں۔

-7 "دِمَاءُكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ" کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں"۔

-8 قرآن کے مطابق کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے کی کیا سزا ہے؟

جواب: قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

-9 نبی اکرم ﷺ نے آخری خطبہ کہاں دیا اور یہ کس نام سے مشہور ہے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے آخری خطبہ میدان عرفات میں دیا جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔

-10 نبی اکرم ﷺ نے جان اور مال کے احترام کے حوالے سے خطبہ حجۃ الوداع میں کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا کہ سن لو! تمہاری جانیں، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ہمیشہ کے لیے اس طرح قابل احترام ہیں جس طرح یہ شہر یہ مہینہ اور یہ دن قابل احترام ہے۔

19

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 ظلم کرنے میں اپنی قوم کی مدد کرنا کہلاتا ہے:

(A) قوم پرستی (B) وطن پرستی (C) عصبیت (D) انصاف

-2 انصاف اس بات کا متقاضی ہے کہ:

(A) عدل کیا جائے (B) ظلم کی مخالفت کی جائے (C) امن قائم کیا جائے (D) ظلم کیا جائے

-3 "اَنْ تُعِيْنَ" کا معنی ہے:

(A) کہ تو مدد کرے (B) تو ظلم کرے (C) تو حاصل کرے (D) تو چاہے

-4 اپنی قوم سے محبت کرنا ہے:

(A) عصبیت (B) ظلم (C) فطرت کا تقاضا (D) بہت بری بات

-5 انسان کو تعصب کی بجائے دامن پکڑنا چاہیے:

(A) رحم کا (B) احسان کا (C) خلوص کا (D) عدل وانصاف کا

جوابات: -1 عصبیت -2 ظلم کی مخالفت کی جائے -3 کہ تو مدد کرے -4 فطرت کا تقاضا -5 عدل وانصاف کا

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 نبی اکرم ﷺ نے عصبیت کی کیا تعریف فرمائی ہے؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ظلم کرنے میں اپنی قوم کی مدد کرنا عصبیت کہلاتا ہے۔ یعنی قوم کی محبت میں اس قدر اندھا ہو جائے کہ ظلم میں بھی اس کی مدد کرنا جائز سمجھے۔

-2 تعصب کا برا مفہوم کیا ہے؟

جواب: تعصب کا برا مفہوم یہ ہے کہ اپنی قوم کا برا کام بھی اچھا معلوم ہو اور دوسروں کی اچھائیاں بھی برائیاں نظر آئیں۔ تعصب اپنی قوم، خاندان یا وطن سے محبت کرنے کا نام نہیں بلکہ ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرنا عصبیت یا تعصب کہلاتا ہے۔

-3 انسان کو تعصب کے مقابلے میں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: انسان کو تعصب کے مقابلے میں عدل وانصاف کا دامن پکڑنا چاہیے۔

-4 انصاف کس بات کا متقاضی ہے؟

جواب: انصاف اس بات کا متقاضی ہے کہ ظلم کی مخالفت کی جائے خواہ ظالم کوئی رشتہ دار ہو، دوست ہو، ہم وطن ہو یا ہم مذہب ہو۔

21 ، 20

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 جس شخص نے اپنی ذات کے لیے ایک مرتبہ سوال کا دروازہ کھولا اللہ نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا:

(A) فقر واحتیاج کا (B) بخل کا (C) دوزخ کا (D) مفلسی کا

-2 سوال کرنا ضائع کر دیتا ہے:

(A) علم کو (B) شہرت کو (C) کامیابی کو (D) عزت کو

-3 غیرت مند لوگ شرم و آبرو کی وجہ سے سوال کا ہاتھ نہیں بڑھاتے:

(A) لوگوں کے سامنے (B) بادشاہ کے سامنے (C) دوستوں کے سامنے (D) رشتہ داروں کے سامنے

-4 آدمی کو چاہیے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر کرے:

(A) غرور (B) توکل (C) قناعت (D) اعتماد

-5 اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے:

(A) طاقتور (B) کمزور (C) رذیل (D) معزز

-6 سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے حاصل کرے:

(A) رہنمائی (B) سبق (C) دولت (D) عزت

-7 سَعِیْدٌ کا معنی ہے:

(A) سعادت مند (B) بدبخت (C) مفلس (D) خوشحال

-8 کسی قوم پر عذاب نازل ہوتا ہے:

(A) ان کی تعداد کم کرنے کے لیے (B) ان کی غلطیوں کی بنا پر (C) مفلسی کی وجہ سے (D) خوشحالی کی وجہ سے

9- وعظ کا معنی ہے:

(A) تو مدد کرے (B) ظلم کرنا (C) ابتداء کرنا (D) عبرت پکڑے

جوابات: 1- فقر و احتیاج کا 2- عزت کو 3- لوگوں کے سامنے 4- قناعت 5- معزز
6- سبق 7- سعادت مند 8- ان کی غلطیوں کی بناء پر 9- عبرت پکڑے

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- اپنی ذات کے لیے ایک مرتبہ سوال کا دروازہ کھولنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق جس شخص نے اپنی ذات کے لیے ایک مرتبہ سوال کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس کے لیے فقر و احتیاج کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

2- قرآن پاک میں غیرت مند مسلمانوں کی تعریف میں کیا کہا گیا ہے؟

جواب: قرآن پاک میں غیرت مند مسلمانوں کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ وہ شرم و آبرو کی وجہ سے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا۔

3- لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ بڑھانے سے کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

جواب: سوال کرنا عزت ضائع کرتا ہے، خودی کو نقصان پہنچاتا ہے اور کم ہمتی پیدا کرتا ہے۔ سوال کرنے سے انسان کی عزت نفس پامال ہوتی ہے۔ اس کے اندر خود اعتمادی اور کم ہمتی پیدا ہوتی ہے اور خودداری کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

4- اللہ نے انسان کو معزز پیدا کیا ہے اگر وہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائے تو اس کا کیا نقصان ہے؟

جواب: اگر وہ ہر ایک کے آگے ہاتھ بڑھانے لگے تو اس کی عزت نفس مجروح ہو جائے گی۔ جو انسان خود اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے اللہ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے۔

5- نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق سعادت مند کون ہے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے سبق حاصل کرے۔"

6- " فَاعْتَبِرُوا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ " کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "اے بصیرت والو! عبرت حاصل کرو۔"

7- انسان کس طرح دوسروں کے حالات سے نصیحت حاصل کرے؟

جواب: اگر کسی بیمار کو دیکھے تو اپنی صحت پر خدا کا شکر ادا کرے۔ اگر کسی محتاج اور معذور کو دیکھے تو اپنے اوپر اللہ کے انعامات کو یاد کر کے شکر گزاری میں جھک جائے۔

8- شقی اور بد بخت کون ہے؟

جواب: وہ شخص شقی اور بد بخت ہے جسے انسانوں کی تکالیف کا احساس تک نہیں ہوتا اور جو قوموں کی تباہی کو دیکھ کر عبرت نہیں پکڑتا۔

9- سعادت مند سے کیا مراد ہے؟

جواب: حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق سعادت مند وہ ہے جو دوسروں کے حالات سے نصیحت حاصل کرے اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی رضا حاصل کرے۔

23 ، 22

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر ہوگا:
(A) ایمان (B) حسد (C) تکبر (D) کینہ وبغض

-2 تکبر کی ابتدا کی:
(A) شیطان نے (B) فرعون نے (C) نمرود نے (D) قارون نے

-3 تکبر انسان کو سکھاتا ہے:
(A) رحم دلی (B) عفوودرگزر (C) احسان (D) سرکشی

-4 خدائی کے دعوے کیے جاتے رہے ہیں:
(A) دولت کی وجہ سے (B) طاقت کی وجہ سے (C) علم کی وجہ سے (D) تکبر کی وجہ سے

-5 قیامت تک کے لیے ملعون قرار پایا ہے:
(A) شیطان (B) فرعون (C) نمرود (D) قارون

-6 نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے:
(A) بخل (B) حسد (C) ظلم (D) تکبر

-7 حسد نتیجہ ہے:
(A) کفر کی (B) سرکشی کی (C) منافقت کی (D) شرک کی

-8 خود غرضی دوسرا نام ہے:
(A) بغاوت کا (B) حیوانیت کا (C) انسانیت کا (D) ظلم وستم کا

-9 حسد نتیجہ ہے:
(A) ظلم کا (B) طاقت کا (C) خود غرضی کا (D) سرکشی کا

جوابات: -1 تکبر -2 شیطان نے -3 سرکشی -4 تکبر کی وجہ سے -5 شیطان
-6 حسد -7 کفر کی -8 حیوانیت کا -9 خود غرضی کا

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 تکبر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا کیا فرمان ہے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں نہیں داخل ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو۔

-2 تکبر کسے کہتے ہیں؟

جواب: دوسرے کو حقیر اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا تکبر ہے۔ دوسروں کو حقیر اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہی ان تمام فسادات کی جڑ ہے۔

-3 تکبر کے چند نقصانات بتائیں۔

جواب: تکبر غلطیوں، گناہوں اور فسادوں کی جڑ ہے، تکبر کی بناء پر خدائی کے دعوے کیے جاتے ہیں، اپنی حدوں سے آگے بڑھنے کی کوشش

کی جاتی ہے، ظلم اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوتا ہے، تکبر انسان کو سرکشی سکھاتا ہے۔

-4 تکبر کی بنیاد کب اور کس نے رکھی؟

جواب: تکبر کی بنیاد حضرت آدمؑ کو سجدے سے انکار کر کے شیطان نے رکھی اور قیامت تک کے لیے ملعون قرار پایا۔

-5 اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۚ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ ''شیطان نے (اللہ کا حکم ماننے سے) انکار کیا اور تکبر کیا اس وجہ سے وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

-6 حسد کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا کیا فرمان ہے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''حسد سے بچتے رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔''

-7 حسد کسے کہتے ہیں؟

جواب: حسد اس خواہش کا نام ہے کہ جسے ملا ہے اسے کیوں ملا ہے۔ اگر کسی کو کچھ ملا ہے تو اس سے سلب کر لیا جائے اور مجھے مل جائے۔ حاسد جسے بھی اچھے حال میں دیکھتا ہے، اُس کے دل میں اس سے چھیننے کے منفی جذبات بھڑک اٹھتے ہیں۔

-8 انسان حسد کیوں کرتا ہے؟

جواب: حسد خود غرضی کا نتیجہ ہوتا ہے اور خود غرضی حیوانیت کا دوسرا نام ہے۔ اسی لیے حسد کرنے والا انسانیت سے نکل کر حیوانیت میں قدم رکھتا ہے اور اپنی نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے۔

25 ، 24

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں:

(A) مسلمان (B) منافق (C) مشرک (D) کافر

-2 " يَظْلِمُهٗ " کا معنی ہے:

(A) ظالم ہے (B) ظلم کرتا ہے (C) ظلم پر اکساتا ہے (D) مظلوم ہے

-3 مومن آپس میں ہیں:

(A) دوست (B) پڑوسی (C) بھائی بھائی (D) سخت دل

-4 " يَخْذُلُهٗ " کا معنی ہے:

(A) ظلم کرتا ہے (B) محروم کرتا ہے (C) غمگین کرتا ہے (D) چھوڑ دیتا ہے

-5 " يَحْزُنُ " کا معنی ہے:

(A) غمگین کرتا ہے (B) عدل کرتا ہے (C) چھوڑ دیتا ہے (D) محروم کرتا ہے

-6 مومنوں کی آپس میں لطف و محبت اور ہمدردی کی مثال ایسے ہے جیسے:

(A) ایک یونٹ (B) ایک جسم (C) ایک تنظیم (D) ایک عمارت

-7 جسم کے اعضاء کے حکمران کا نام ہے:

(A) جگر (B) دماغ (C) تلی (D) دل

-8 تَعَاطُف کے معنی ہیں:

(A) جسم (B) مبتلا ہو گیا (C) آپس میں میل جول (D) ایندھن

-9 نبی اکرم ﷺ نے انسانی جسم کی مثال کے ذریعے بات سمجھائی ہے:

(A) مسلمانوں کے اتحاد کی (B) کافروں کی سرکشی کی (C) منافقین کی حالت کی (D) عذابِ قبر کی

-10 جَسَدٌ کا معنی ہے:

(A) دماغ (B) دل (C) پاؤں (D) جسم

جوابات: -1 مسلمان -2 ظلم کرتا ہے -3 بھائی بھائی -4 چھوڑ دیتا ہے -5 غمگین کرتا ہے
-6 ایک جسم -7 دل -8 آپس میں میل جول -9 مسلمانوں کے اتحاد کی -10 جسم

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان بھائی پر کون سے حقوق ہیں؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا کہ "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر نہ ظلم کرتا ہے نہ اسے چھوڑتا ہے نہ اس کی غیبت کرتا ہے نہ اسے غمگین کرتا ہے اور نہ اسے اس کے حق سے محروم کرتا ہے۔

-2 "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "مومن بھائی بھائی ہیں۔"

-3 "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" کا ترجمہ کیا ہے؟

جواب: ترجمہ: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"۔

-4 يَغْتَابُ اور اَخٌ کے کیا معنی ہیں؟

جواب: يَغْتَابُ کا معنی "غیبت کرنا" ہے اور اَخٌ کا معنی "بھائی" ہے۔

-5 مسلمان کس طرح دنیا کی کسی طاقت کے محتاج نہ رہیں گے؟

جواب: اگر دنیا کے سب مسلمان بھائی بھائی بن جائیں تو وہ دنیا کی کسی طاقت کے محتاج نہ رہیں گے۔

-6 جسم کے اعضاء کے حکمران کا کیا نام ہے؟

جواب: جسم کے اعضاء کے حکمران کا نام "دل" ہے۔

-7 نبی اکرم ﷺ کا مومنین کی مثال انسانی جسم سے دینے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: جس طرح ایک جسم کے تمام اعضاء ایک دوسرے سے متصل ہیں۔ ایک دوسرے کے ہر دکھ درد میں شریک ہیں اور سب کا مرکز ایک ہے۔ اسی طرح مسلمان جن کا اللہ ایک، رسول ایک، قرآن ایک اور قبلہ ایک ہے، انھیں بھی اسی طرح مل کر رہنا چاہیے اور ایک دوسرے کے دکھ درد، رنج اور خوشی میں شریک ہونا چاہیے جس طرح ایک جسم کے اعضاء ہوتے ہیں۔

قرآن پاک نے ہر قسم کی نسلی علاقائی لسانی اور گروہی عصبیت کو ختم کر کے ایک مثالی معاشرے کا تصور دیا ہے جس میں شرافت اور بزرگی کا معیار اچھے عمل اور انفرادی سیرت و کردار قرار پایا۔ حسب و نسب کی بناء پر معاشرے میں قائم شدہ امتیازات کو ختم کر کے عظمت کی بنیاد صرف تقویٰ پر رکھی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات:13)

ترجمہ: "بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک بزرگ ترین وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔"

قرآن پاک نے عدل انصاف اور مساوات کا درس دیا۔ نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: "کسی عربی کو کسی عجمی پر یا کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔" قرآن مجید نے عدل و انصاف کا دامن تھامنے کی تاکید کرتے ہوئے اپنے غیر دوست اور دشمن کی تفریق سے بھی منع فرمایا۔

⑤ **اخلاق حسنہ کا مرقع:** قرآن مجید نیکی راست بازی دیانت داری نرم گفتاری امانت داری ایثار و قربانی اور فیاضی جیسے اچھے اخلاق و اوصاف کا حامل بناتا ہے اور ہر قسم کے برے اخلاق جیسے ظلم دھوکا بازی غیبت خیانت جھوٹ شراب نوشی اور حرام خوری سے منع کرتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "جن چیزوں میں اچھے اخلاق آ جائیں وہ چیزیں سنور جاتی ہیں اور جن میں بد اخلاقیاں آ جائیں وہ چیزیں بدنما ہو جاتی ہیں۔" قرآن مجید کے بیان کردہ اخلاق حسنہ کو ہی اپنا کر عرب کی اجڈ اکھڑ اور غیر مہذب قوم اخلاقیات میں امام بن کر پوری دنیا پر حکمرانی کرنے لگی۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: "جو اخلاق میں جتنا زیادہ اچھا ہوگا قیامت کے دن اتنا ہی میرے قریب ہوگا۔"

⑥ **منفرد انداز بیان:** قرآن مجید اپنے منفرد انداز بیان سلاست فصاحت و بلاغت اور مسحور کن طرز استدلال کی وجہ سے ایک معجزہ ہے۔ وہ عرب جو اپنی زبان دانی پر فخر کرتے تھے اور اپنے سوا باقی اقوام کو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے وہ بھی قرآن مجید کے مقابلے میں چیلنج کے باوجود کوئی کلام نہ لا سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (بنی اسرائیل:88)

ترجمہ: "کہہ دیجیے اگر انسان اور جنات مل کر بھی اس قرآن جیسا لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے اگر چہ وہ ایک دوسرے کی مدد ہی کیوں نہ کریں۔"

⑦ **خدائی حفاظت:** قرآن مجید کے نزول کو چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا لیکن یہ کتاب ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ یہاں تک کہ اس کے الفاظ حرکات و سکنات میں بھی کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:15/9)

ترجمہ: "ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

یہ اعزاز صرف قرآن مجید کو حاصل ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت پر موجود ہے ورنہ باقی تمام کتابیں کمی بیشی کا شکار ہو گئیں۔ قرآن کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے لاکھوں حفاظ پیدا کر دیے جو اپنے سینوں میں اسے محفوظ کیے ہوئے ہیں۔

⑧ **انقلابی کتاب:** قرآن مجید ایک انقلاب آفریں کتاب ہے۔ یہ پڑھنے والے کے دل و دماغ نظریات و عقائد افکار و تخیلات اور تہذیب و تمدن پر اثرات مرتب کرتی ہے۔ قرآن مجید کو اگر اخلاص نیت اور ہدایت کی طلب کے لیے پڑھا جائے تو یہ قاری کی کایا پلٹ کر رکھ دیتا ہے۔ یہ قرآن پاک کا اعجاز ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ قرآن کی شیریں زبان سن کر ہی اسلام لے آئے تھے اور قرآن نے ان کی زندگیوں میں ایسے اثرات مرتب کیے کہ وہ تاریخ اسلام کے روشن ستارے بن کر چمکے۔ غرض قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات دستور عمل اور مسلمانوں کے لیے مستقل راہنما ہے۔

تلاوت قرآن کریم کے سلسلے میں یہ امر پیش نظر رہنا چاہیے کہ قرآن حکیم نہایت اہم اور مقدس کتاب ہے۔ اس لیے کہ یہ خالق ارض وسماء کی کتاب ہے جسے اگر پہاڑوں پر نازل فرما دیا جاتا تو وہ لرز اٹھتے۔ اس لیے اسے عام کتابوں کی طرح نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس کے پڑھنے کے مخصوص آداب ہیں جن کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

(ل) ظاہری آداب: قرآن حکیم کی تلاوت کے ظاہری آداب درج ذیل ہیں۔

① پاکیزگی: قرآن مجید ایک مقدس کتاب ہے۔ اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے پاک اور صاف ہونا ضروری ہے۔ وضو کر کے ہی اسے چھوا جا سکتا ہے۔ ناپاکی کی حالت میں قرآن کو چھونا جائز نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ 79:56)

ترجمہ: ''اسے (قرآن کو) سوائے پاک لوگوں کے اور کوئی نہ چھوئے۔''

جسم کی پاکی کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت لباس اور جگہ کی صفائی کا بھی اہتمام کرنا بھی ضروری ہے۔

② تعوذ اور تسمیہ: تلاوت کا آغاز ہمیشہ تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ سے کرنا چاہیے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (النحل 98:16)

ترجمہ: ''پس جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ (یعنی تعوذ پڑھ لیا کرو)''

تعوذ کے بعد تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر اچھا کام جو اللہ کا نام لے کر شروع نہ کیا جائے برکت سے خالی ہوتا ہے۔ تلاوت کے دوران بغیر کسی ضرورت کے کسی سے بات چیت کرنا یا اپنی جگہ سے اٹھ جانا درست نہیں البتہ کسی خاص ضرورت کے تحت ایسا کیا جا سکتا ہے تاہم دوبارہ پھر تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر تلاوت شروع کرنی چاہیے۔ دوسرے لوگوں کو بھی چاہیے جہاں تک ممکن ہو سکے تلاوت کرنے والے کی تلاوت میں خلل نہ ڈالیں۔

③ ترتیل: قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کو ترتیل سے پڑھنا کہتے ہیں۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھنا چاہیے کہ ہر حرف اور ہر حرکت درست ادا ہو اور کوئی حرف کٹا ہوا یا نامکمل نہ ہو۔ اس لیے قرآن مجید کو جلدی جلدی نہیں بلکہ اطمینان اور آرام کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے۔ اطمینان سے پڑھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تجوید سے پڑھا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (المزمل 4:73) ترجمہ: ''اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے۔''

④ احتیاط: قرآن مجید کی تلاوت میں حرکات و سکنات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے یعنی زیر زبر پیش احتیاط سے پڑھنی چاہئیں کیونکہ حرکات کی تبدیلی سے معانی اور مطالب کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں اور بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں حرکات کی تبدیلی سے نوبت کفر و شرک تک پہنچ جاتی ہے۔

⑤ رموز اوقاف: قرآن مجید کی تلاوت میں ایک ضروری امر یہ بھی ہے کہ کہاں ٹھہرا جائے اور کہاں نہ ٹھہرا جائے۔ کس مقام پر سانس توڑا جائے اور کس مقام پر نہیں۔ پڑھنے والوں کی آسانی کی خاطر علماء نے کچھ علامتیں مقرر کی ہیں جنہیں رموز اوقاف کہتے ہیں۔ صحیح طریقے سے تلاوت کرنے کے لیے رموز اوقاف کو سمجھنا اور ان کی پابندی کرنا ضروری ہے ورنہ اکثر مقامات پر معانی بدل جانے کا خدشہ ہے۔

⑥ جہر و اخفا: جہر سے مراد ہے بلند آواز سے تلاوت کرنا اور اخفا سے مراد نیچی یعنی دھیمی آواز میں تلاوت کرنا ہے۔ قاری کو اختیار ہے کہ اونچی آواز میں تلاوت کرے یا دھیمی آواز سے قرآن پڑھے لیکن بلند آواز سے پڑھتے وقت یہ دیکھ لینا چاہیے کہ ایسی تلاوت سے کسی کو تکلیف نہ ہو کسی کے کام یا آرام میں خلل نہ پڑتا ہو کیونکہ جب قرآن مجید بلند آواز سے پڑھا جائے تو دوسرے لوگوں پر اس کا سننا اور خاموش رہنا ضروری

ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o (الاعراف 7:204)

ترجمہ: "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے خوب غور سے سنو اور خاموش ہو جاؤ تا کہ تم پر رحمت ہو۔"

اس لیے اگر کوئی شخص قریب سو رہا ہو یا نماز پڑھ رہا ہو یا کسی ایسے کام میں مصروف ہو جسے چھوڑ کر وہ قرآن مجید کے سننے میں ہمہ تن مشغول نہیں ہو سکتا تو پھر اونچی آواز سے پڑھنا مناسب نہیں۔

⑦ **خوش الحانی:** قرآن مجید کو خوبصورت اور اچھی آواز سے پڑھنا چاہیے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "قرآن مجید کو عربوں کے لہجوں اور آوازوں میں پڑھو" کیونکہ اچھی آواز قرآن پاک کے حسن میں اضافہ کر دیتی ہے۔ قرآن مجید کو گانے یا نغموں کی طرز پر پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

⑧ **مقدار تلاوت:** قرآن مجید کی تلاوت تھوڑی ہی کی جائے لیکن اچھی طرح اور باقاعدگی سے کی جائے۔ جتنا بھی آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھیے۔ کم از کم اتنا پڑھنا چاہیے کہ سال میں دو مرتبہ قرآن مجید ختم ہو جائے۔ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ اگر سال میں دو بار قرآن مجید ختم ہو گیا تو حق ادا ہو گیا کیونکہ حضرت جبرائیلؑ نے حضور ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی عمر کے آخری سال میں دو مرتبہ قرآن دہرایا تھا۔

(ب) باطنی آداب: قرآن مجید کے باطنی آداب درج ذیل ہیں۔

① **تدبر:** قرآن مجید علم و حکمت کی کتاب ہے۔ اس کو صرف سرسری طور پر پڑھ لینا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے معانی و مطالب میں غور و خوض کر کے ہی اس سے حقیقی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے حتی الوسع قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور سبقاً سبقاً کسی عالم دین سے پڑھنا چاہیے۔

② **تقویٰ:** قرآن مجید پڑھنے کا اصل مقصد تقویٰ و طہارت حاصل کرنا ہے اور حقیقت میں اس سے بھرپور فائدہ بھی متقی اور پرہیزگار لوگ ہی اٹھا سکتے ہیں پس جتنا زیادہ تقویٰ ہوگا اتنا زیادہ فائدہ ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ **ترجمہ:** "پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔"

③ **احکام کی پابندی:** تلاوت کے دوران یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب ہے جو اس نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔ اس کے ادب و احترام اور اس کے احکام کی پابندی میں ہی ہماری فلاح اور کامرانی مضمر ہے اور اسے روگردانی کرنے سے سراسر نقصان اور خسارہ ہی خسارہ ہے۔

اہم نکات

فضیلتِ قرآن

- قرآن مجید دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔
- بنی نوع انسان کے لیے سرچشمہ رشد و ہدایت ہے۔
- اس میں دنیا کی بہت سی اقوام کے عروج و زوال کی داستانیں بیان ہوئی ہیں۔
- قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔
- قرآن مجید امن و سلامتی کا پیغام ہے۔
- یہ اخلاق حسنہ کا مرقع ہے۔
- قرآن مجید کا انداز بیان منفرد ہے۔
- اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔
- قرآن مجید انقلابی کتاب ہے۔
- یہ ایک مقدس اور پاکیزہ کتاب ہے۔

مضامینِ قرآن

① **عقائد:** قرآن مجید نے درج ذیل عقائد کا ذکر کیا ہے۔

- اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات اور افعال کے لحاظ سے ایک ہے۔
- تمام انبیاء اور رسول برگزیدہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ آخری نبی اور رسول حضرت محمد ﷺ ہیں۔
- دنیا کی زندگی عارضی ہے۔ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کو دنیا کی زندگی کا حساب دیں گے۔
- فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں۔
- تمام آسمانی کتابیں برحق اور باعث ہدایت تھیں۔ آخری آسمانی کتاب قرآن مجید ہے۔

② **عبادات:** عبادات میں نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد وغیرہ کے احکام شامل ہیں۔

③ **معاملات:** معاملات میں نکاح، طلاق، میراث، تجارت اور لین دین وغیرہ کے احکام شامل ہیں۔

④ **اخلاقیات:** قرآن مجید میں اخلاق حسنہ مثلاً ایفائے عہد، صدق وامانت اور صبر وتحمل وغیرہ اپنانے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ بُرے اخلاق جیسے قتل، زنا، چوری، ڈکیتی، بغاوت، غیبت، شراب خوری، جھوٹ اور دھوکا دہی سے منع کیا گیا ہے۔

⑤ **قصص:** قرآن مجید نے سابقہ اقوام کے قصے بیان کیے ہیں۔

⑥ **فضائل رسول اکرم ﷺ:** قرآن مجید میں رسول اکرمؐ کے فضائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں۔

⑦ **تدبر اور غور وفکر:** اس سے مراد کائنات کی تخلیق پر تدبر اور غور وفکر کرنا ہے۔

آدابِ تلاوت قرآن:

(ا) ظاہری آداب: ① تلاوت قرآن کے وقت جسم، لباس اور جگہ کا صاف ہونا ضروری ہے۔

② قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے پہلے تعوذ (أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ) اور تسمیہ (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) پڑھنا چاہیے۔

③ قرآن مجید کو جلد جلد نہیں بلکہ اطمینان اور آرام کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے اس طرح کہ ایک ایک حرف صحیح طریقے سے ادا ہو جائے۔

④ قرآن کریم پڑھتے وقت اعراب یعنی زبر، زیر، پیش کی بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔

⑤ تلاوت قرآن کے دوران رموز اوقاف کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

⑥ اگر کوئی شخص قریب سویا ہوا ہو یا نماز پڑھ رہا ہو یا کسی ایسے کام میں مصروف ہو جسے وہ چھوڑ کر قرآن مجید کے سننے کی طرف ہمہ تن مشغول نہیں ہو سکتا تو پھر اونچی آواز سے پڑھنا مناسب نہیں۔

⑦ قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنا چاہیے لیکن اُسے گا کر پڑھنا جس سے قرآن کا تقدس مجروح ہو، جائز نہیں۔

⑧ قرآن مجید جس قدر آسانی کے ساتھ پڑھا جا سکے اُسے پڑھنا چاہیے۔

(ب) باطنی آداب: ① قرآن کے معانی ومطالب پر غور وفکر کرنا۔

② قرآن مجید کی تلاوت کر کے اس پر عمل کر کے پرہیزگاری اختیار کرنا۔

① فضیلتِ قرآن کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: دیکھیے سوال 1

② مضامینِ قرآن پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

جواب: دیکھیے سوال 2

③ تلاوتِ قرآن کے ظاہری آداب بیان کیجیے۔

جواب: دیکھیے سوال 3

④ ''مقدارِ تلاوت'' پر مختصر نوٹ لکھیے۔

جواب: قرآنِ مجید کی تلاوت کم از کم یا زیادہ سے زیادہ مقدار کی کوئی پابندی نہیں۔ البتہ جتنی تلاوت کی جائے وہ اچھی طرح اور باقاعدگی سے کی جائے۔ جتنا بھی آسانی سے پڑھا جا سکے اتنا ہی پڑھنا چاہیے۔ کم از کم اتنا پڑھنا چاہیے کہ سال میں دو مرتبہ قرآنِ مجید ختم ہو جائے اور یہ تب ہی ممکن ہے جب روزانہ مخصوص مقدار میں پڑھا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ اگر سال میں دو بار قرآنِ مجید ختم ہو گیا تو اس کا حق ادا ہو گیا' کیونکہ حضرت جبرائیلؑ نے حضور ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی عمر کے آخری سال دو مرتبہ قرآن کریم دہرایا تھا۔

⑤ ''رموز اوقاف'' اور ''جہر و اخفا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: رموز اوقاف: قرآنِ مجید کی تلاوت میں ایک ضروری امر یہ بھی ہے کہ کہاں ٹھہرا جائے اور کہاں نہ ٹھہرا جائے' کس مقام پر سانس توڑا جائے اور کس جگہ سانس توڑنا ضروری نہیں۔ قرآن پڑھنے والوں کی آسانی کی خاطر علما نے کچھ علامتیں مقرر کی ہیں جنہیں رموز اوقاف کہتے ہیں۔ صحیح طریقے سے قرآن کی تلاوت کرنے کے لیے رموز اوقاف کو سمجھنا اور ان کی پابندی کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ اکثر مقامات پر معانی بدل جانے کا احتمال ہے۔

جہر و اخفا: جہر سے مراد بلند آواز سے تلاوت کرنا اور اخفا سے مراد قرآنِ مجید دھیمی یا آہستہ آواز سے پڑھنا ہے۔ قاری کو اختیار ہے کہ اونچی یا نیچی آواز سے پڑھے لیکن بلند آواز سے پڑھتے وقت یہ دیکھ لینا چاہیے کہ اس کی تلاوت سے کسی کو تکلیف نہ ہو' کسی کے کام یا آرام میں خلل نہ پڑتا ہو کیونکہ جب قرآن مجید بلند آواز سے پڑھا جائے تو دوسرے لوگوں پر اس کا سننا اور خاموش رہنا ضروری ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ○ (الاعراف، 7:204)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے خوب غور سے سنو اور خاموش ہو جاؤ تا کہ تم پر رحمت ہو۔

اس لیے اگر کوئی شخص قریب سو رہا ہو یا نماز پڑھ رہا ہو یا کسی ضروری کام میں مشغول ہو تو پھر اونچی آواز سے پڑھنا مناسب نہیں۔

⑥ قرآن پاک سے حقیقی معنوں میں مستفیض ہونے کے لیے کن صفات کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اس میں دنیا و آخرت کی کامیابی کے تمام اصول بیان کر دیے گئے ہیں۔ ان اصولوں پر عمل کر کے ہی انسان دین و دنیا میں سرخرو ہو سکتا ہے۔ اس سے حقیقی معنوں میں مستفیض ہونے کے لیے ایک قاری کے اندر یہ [illegible] ضروری ہیں:

(i) [illegible] اور پرہیزگار ہو۔

(ii) دوران تلاوت قرآن مجید کے ادب کا خیال رکھا جائے۔

(iii) قرآن مجید میں موجود احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔

(iv) دوران تلاوت پڑھی ہوئی آیات کے معانی اور مطالب میں غور و فکر کیا جائے۔

معروضی سوالات

1۔ فضیلتِ قرآن

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

① خاتم النبیین ہیں

(A) حضرت آدمؑ (B) حضرت نوحؑ (C) حضرت ابراہیمؑ (D) حضرت محمد ﷺ

② اپنے پیغام، اپنی زبان، اپنے اسلوب بیان اور طرز استدلال کے لحاظ سے بے نظیر ہے:

(A) قرآن مجید (B) صحیفہ جات (C) رامائن (D) کتاب مقدس

③ حضرت محمد ﷺ کے پاس قرآنی آیات لایا کرتے تھے:

(A) حضرت جبرائیلؑ (B) حضرت اسرافیلؑ (C) حضرت میکائیلؑ (D) حضرت عزرائیلؑ

④ بنی نوع انسان کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے:

(A) انجیل (B) زبور (C) تورات (D) قرآن مجید

⑤ بنی نوع انسان کو امن و سلامتی کا پیغام اور حریت و مساوات کا درس دیا:

(A) یہودیت نے (B) عیسائیت نے (C) اسلام نے (D) بدھ مت نے

⑥ اسلامی معاشرے میں شرافت اور عظمت کی بنیاد ہے:

(A) مال و دولت (B) حسب نسب (C) طاقت و جرأت (D) تقویٰ اور خوف خدا

⑦ قرآن مجید کے بار بار چیلنج کے باوجود اس کے مقابلے میں ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے:

(A) ایرانی (B) اہل عرب (C) رومی (D) یونانی

⑧ قرآن پاک کے نزول کو عرصہ گزر گیا ہے:

(A) ایک ہزار سال (B) بارہ سو سال (C) چودہ سو سال (D) سولہ سو سال

⑨ ہر قسم کے رد و بدل سے محفوظ کتاب ہے:

(A) قرآن مجید (B) زبور (C) انجیل (D) تورات

⑩ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے:

(A) تورات (B) زبور (C) انجیل (D) قرآن پاک

جوابات: 1- حضرت محمد ﷺ 2- قرآن مجید 3- حضرت جبرائیلؑ 4- قرآن مجید 5- اسلام نے

-2 اپنی ذات اور صفات میں لاشریک ہے:

(A) اللہ تعالیٰ (B) نبی (C) انسان (D) فرشتہ

-3 دائمی اور ابدی زندگی ہے:

(A) دنیا کی (B) عالم ارواح کی (C) قبر کی (D) آخرت کی

-4 اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو جمع کر کے ان کا حساب لے گا:

(A) عالم ارواح میں (B) قبروں میں (C) قیامت کے دن (D) حج کے دن

-5 توحید، رسالت، قیامت، ملائکہ اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لانے کا تعلق ہے:

(A) معاملات سے (B) عقائد سے (C) اخلاقیات سے (D) عبادات سے

-6 نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد کے متعلق احکام کا تعلق ہے:

(A) عقائد سے (B) قصص سے (C) عبادات سے (D) معاملات سے

-7 نکاح، طلاق، میراث، تجارت اور لین دین وغیرہ کے احکام کا تعلق ہے:

(A) معاملات سے (B) عبادات سے (C) اخلاقیات سے (D) قصص سے

-8 عدل، ایفائے عہد، صدق، امانت، چوری، زنا وغیرہ کا تعلق ہے:

(A) معاملات سے (B) اخلاقیات سے (C) قصص سے (D) عقائد سے

-9 قرآن میں انبیائے کرامؑ اور ان کی امتوں کے واقعات بیان کرنے کا مقصد ہے:

(A) دلچسپی پیدا کرنا (B) تاریخ بیان کرنا (C) معلومات میں اضافہ کرنا (D) ان سے سبق حاصل کرنا

-10 اللہ اور بندے کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں:

(A) فرشتے (B) اولیاء (C) انبیاء کرام علیہم اسلام (D) جنات

جوابات: -1 عقیدۂ توحید کا -2 اللہ تعالیٰ -3 آخرت کی -4 قیامت کے دن -5 عقائد سے
-6 عبادات سے -7 معاملات سے -8 اخلاقیات سے -9 ان سے سبق حاصل کرنا -10 انبیاء کرام علیہم اسلام

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 عقیدۂ توحید سے کیا مراد ہے؟

جواب: عقیدۂ توحید سے مراد ہے کہ اللہ کو ایک ماننا اور اس بات کا اقرار کرنا کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ سب کا خالق ہے۔ وہ اپنی ذات و صفات میں لاشریک ہے۔

-2 عارضی اور ابدی زندگی کون کون سی ہے؟

جواب: دنیا کی زندگی عارضی ہے اور آخرت کی زندگی ابدی ہے۔

-3 عقیدۂ آخرت سے کیا مراد ہے؟

جواب: عقیدۂ آخرت سے مراد ہے کہ انسان کی زندگی یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ موت کے بعد بھی ایک اور زندگی ہے جو اس عارضی دنیاوی زندگی کے برعکس دائمی اور ابدی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک دن تمام انسانوں کو جمع کرے گا۔ ان کا حساب لے گا اور ان کے اعمال کے مطابق ان کو جزا اور سزا دی جائے گی۔

-4 عقائد میں کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟

جواب: عقائد میں توحید رسالت آخرت ملائکہ اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

-5 عبادات میں کون کون سے احکام شامل ہیں؟

جواب: عبادات میں نماز روزہ حج زکوۃ اور جہاد وغیرہ کے احکام شامل ہیں۔

-6 معاملات میں کون کون سے احکام شامل ہیں؟

جواب: معاملات میں نکاح طلاق میراث تجارت اور لین دین وغیرہ کے احکام شامل ہیں۔

-7 قرآن پاک میں اخلاقیات کے حوالے سے کن احکام کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: قرآن پاک میں عدل، ایفائے عہد، صدق و امانت اور صبر و تحمل وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے۔

-8 قرآن مجید میں اخلاقیات کے حوالے سے کون سے کاموں سے منع کیا گیا ہے؟

جواب: قرآن مجید میں قتل چوری زنا بغاوت بہتان طرازی شراب خوری جوا اور غیبت وغیرہ سے منع کیا گیا ہے۔

3۔ آدابِ تلاوتِ قرآن

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 قرآن پاک کے ایک حرف کی تلاوت پر نیکیاں ملتی ہیں:

(A) دس (B) پندرہ (C) بیس (D) تیس

-2 قرآن کا ایک لفظ الٓمّٓ تلاوت کرنے پر نیکیاں ملتی ہیں:

(A) دس (B) بیس (C) تیس (D) چالیس

-3 قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اگر قرآن پہاڑوں پر نازل فرما دیا جاتا تو وہ:

(A) دھواں بن جاتے (B) بکھر جاتے (C) مٹی بن جاتے (D) لرز اٹھتے

-4 قرآن پاک کو چھونے سے قبل ضروری ہے:

(A) غسل کرنا (B) وضو کرنا (C) تیمم کرنا (D) صدقہ و خیرات کرنا

-5 جب قرآن مجید بلند آواز سے پڑھا جائے تو لوگوں پر لازم ہوجاتا ہے کہ وہ:

(A) باتیں کریں (B) بیٹھ جائیں (C) خاموش رہیں (D) کھڑے ہو جائیں

-6 قرآن کو پڑھنا جائز نہیں:

(A) خوش الحانی سے (B) گا کر (C) بلند آواز میں (D) کھڑے ہو کر

-7 قرآن کریم کا تنا پڑھا جائے کہ پورا ایک سال میں ختم ہو جائے:

(A) ایک مرتبہ (B) دو مرتبہ (C) تین مرتبہ (D) چار مرتبہ

-8 "ہر سال میں دو مرتبہ قرآن ختم ہو گیا تو حق ادا ہو گیا" یہ قول ہے:

(A) نبی اکرم ﷺ کا (B) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا (C) امام مالکؒ کا (D) امام ابو حنیفہؒ کا

-9 قرآن مجید سے حقیقی معنوں میں مستفیض وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو ہوں:

(A) متقی اور پرہیزگار (B) دولت مند (C) طاقتور (D) حکمران

-10 نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی عمر کے آخری سال قرآن کریم کا دو مرتبہ دور کس نے کیا تھا:

(A) حضرت عزرائیلؑ نے (B) حضرت اسرافیلؑ نے (C) حضرت جبرائیلؑ نے (D) حضرت میکائیلؑ نے

جوابات: -1 دس -2 تیس -3 لرز اٹھتے -4 وضو کرنا -5 خاموش رہیں
-6 کافر -7 دو مرتبہ -8 امام ابو حنیفہؒ کا -9 متقی اور پرہیزگار -10 حضرت جبرائیلؑ نے

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 قرآن پاک کی کون سی آیت میں تلاوت پر زور دیا گیا ہے؟

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۚ (المزمل، 20:73)

ترجمہ: "پس تم سے جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو۔"

-2 **نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق سب سے افضل عبادت کون سی ہے؟**

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "میری امت کی سب سے افضل عبادت تلاوت قرآن کریم ہے۔"

-3 **قرآن پاک کی تلاوت کا ثواب حدیث کے مطابق کیا ہے؟**

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کا ایک حرف تلاوت کرے گا اسے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ الٓمّٓ ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔

-4 تعوذ کسے کہتے ہیں؟

جواب: "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" کو تعوذ کہتے ہیں۔

-5 تسمیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو تسمیہ کہتے ہیں۔

-6 تسمیہ کی اہمیت واضح کرنے کے لیے ایک حدیث مبارکہ تحریر کریں۔

جواب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اہم کام اللہ کا نام لے کر شروع نہ کیا جائے برکت سے خالی ہوتا ہے۔

-7 تلاوت قرآن سے قبل تعوذ پڑھنے کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: "پس جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو"۔ (یعنی تعوذ پڑھ لیا کرو۔) (النحل، 98:16)

-8 ترتیل سے کیا مراد ہے؟

جواب: ترتیل کا مطلب ہے قرآن پاک کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اس طرح کہ ایک ایک حرف صحیح طریقے سے ادا ہو جائے۔

-9 رموز اوقاف سے کیا مراد ہے؟

جواب: قرآن مجید پڑھنے والوں کی آسانی کی خاطر علماء نے کچھ علامتیں مقرر کی ہیں یعنی کہاں رکا جائے اور کہاں نہ رکا جائے۔ کس مقام پر سانس توڑے بغیر تلاوت جاری رہے اور کس جگہ سانس توڑنا ضروری ہے۔ یہ علامات رموز اوقاف کہلاتی ہیں۔

آیاتِ قرآنِ حکیم مع ترجمہ و تشریح

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

1

وَ	اِلٰـهُكُمْ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	لَا	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	الرَّحْمٰنُ	الرَّحِيْمُ
اور	تمہارا معبود	معبود	ایک	نہیں	معبود	مگر	وہ	بڑا مہربان	نہایت رحم والا

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ (البقرہ 2: 163)

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اِلٰهٌ	معبود	لَا	نہیں کوئی نہیں
اِلَّا	سوائے	اَلرَّحْمٰنُ	بڑا مہربان بے حد رحم کرنے والا

تشریح: عقیدۂ توحید اسلامی تعلیمات کی بنیاد ہے اور اس آیت میں اسی کو پیش کیا گیا ہے۔ توحید کا مطلب یہ ہے کہ معبودِ حقیقی صرف اللہ ہے جو ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی کوئی اُس کا ہم پلہ اور ہم سر ہے۔ وہ خود بخود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہی سب کا خالق اور مالک ہے اور وہی سب کا رازق ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ ساری کائنات کا نظام اسی کے حکم سے چل رہا ہے۔ چاند ستارے اور سورج سب اسی کی بخشی ہوئی روشنی سے چمکتے ہیں اور اسی کے حکم سے گردش کرتے ہیں۔ ساری مخلوق کی زندگی اسی کے اَمر سے قائم ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں دراصل ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ اللہ نے انہیں واضح طور پر بتا دیا کہ میں ہی تمہارا معبود ہوں۔ میں اپنے بندوں پر انتہائی مہربان ہوں۔

اہلِ عرب اسلام سے قبل بت پرستی کرتے تھے۔ اپنی آرزوؤں کے حصول کی خاطر اپنے بتوں کے سامنے جھکتے اور گڑگڑاتے تھے۔ اسلام نے اُنھیں یہ بتایا کہ تمہارا یہ عمل سراسر غلط ہے۔ یہ بت نہ تو تم کو فائدہ پہنچانے پر قادر ہیں اور نہ ہی کسی قسم کا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تمہاری حاجات کو پورا کرنے والا صرف اللہ ہے جو یکتا ہے اور اپنے بندوں پر بے حد مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اس لیے تم صرف اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کے آگے سر جھکاؤ تاکہ دین و دُنیا کی نعمتوں سے مالا مال ہو جاؤ۔

عقیدۂ توحید انسان کے فکر و عمل میں انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ خدائے واحد کو رب العالمین ماننے سے عالمگیر برادری کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ تنگ نظری کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کا خاکہ یکسر بدل جاتا ہے۔ انسان میں خودداری اور عزتِ نفس پیدا ہوتی ہے اور وہ اللہ کے سوا سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اللہ کو احکم الحاکمین ماننے سے غلامی کی تمام بندشیں ٹوٹ جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو علیم و خبیر تسلیم کر لینے کے بعد انسان چھپ کر گناہ کرنے سے بھی باز آ جاتا ہے۔

2

-1

هُوَ	اللّٰهُ	الَّذِیْ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۚ	عٰلِمُ	الْغَیْبِ
وہ	اللہ	جو	نہیں	معبود	مگر	وہ	جاننے والا	پوشیدہ باتوں کو جاننے والا

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا

وَ	الشَّهَادَةِ ۚ	هُوَ	الرَّحْمٰنُ	الرَّحِیْمُ ○
اور	ظاہر	وہ	بڑا مہربان	نہایت رحم والا

اور ظاہر چیزوں کا۔ وہ بڑا مہربان انتہائی رحم والا ہے۔

-2

هُوَ	اللّٰهُ	الَّذِیْ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۚ	اَلْمَلِكُ	الْقُدُّوْسُ	السَّلٰمُ
وہ	اللہ	جو	نہیں	معبود	سوا	وہ	حاکم	نہایت پاک	سب عیبوں سے صاف

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔ (وہ) حاکم ہے نہایت پاک ہے سب عیبوں سے صاف ہے

الْمُؤْمِنُ	الْمُهَیْمِنُ	الْعَزِیْزُ	الْجَبَّارُ	الْمُتَكَبِّرُ ؕ	سُبْحٰنَ	اللّٰهِ	عَمَّا	یُشْرِكُوْنَ ○
امن دینے والا	نگہبان	غالب	خودمختار	عظمت والا	پاک	اللہ	سے جو	وہ شرک کرتے ہیں

امن دینے والا ہے' نگہبان ہے' غالب ہے' خودمختار ہے' بڑی عظمت والا ہے۔ اللہ اس شرک سے پاک ہے جو لوگ کر رہے ہیں۔

-3

هُوَ	اللّٰهُ	الْخَالِقُ	الْبَارِئُ	الْمُصَوِّرُ	لَهُ	الْاَسْمَآءُ	الْحُسْنٰى ؕ	یُسَبِّحُ
وہ	اللہ	پیدا کرنے والا	بنانے والا	صورت عطا کرنیوالا	اس کے لیے	نام	اچھے	حمد و ثنا کرتی ہے

وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا' بنانے والا' صورت عطا کرنے والا۔ اس کے نہایت اچھے نام ہیں۔

لَهٗ	مَا	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ۚ	وَهُوَ	الْعَزِیْزُ	الْحَكِیْمُ ○
اس کی	جو	میں	آسمانوں	اور	زمین	اور وہ	غالب	حکمت والا

ہر چیز خواہ آسمانوں میں ہے یا زمین میں اس کی حمد و ثنا کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے (الحشر 59 : 22، 24)

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اَلْغَیْبُ	پوشیدہ، باطن	اَلْمُهَیْمِنُ	محافظ و نگہبان
اَلشَّهَادَةُ	ظاہر	اَلْمُتَكَبِّرُ	صاحب عظمت، سب بڑائیوں کا مالک

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اَلْقُدُّوْسُ	پاک ذات، نہایت پاک (اسم مبالغہ)	اَلْخَالِقُ	پیدا کرنے والا
اَلسَّلٰمُ	سب عیبوں سے صاف	اَلْبَارِئُ	بنانے والا
اَلْمُؤْمِنُ	امن و امان دینے والا	اَلْمُصَوِّرُ	صورتیں عطا کرنے والا
اَلْعَزِيْزُ	غالب، زبردست	اَلْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى	اچھے اچھے نام
اَلْجَبَّارُ	خود مختار	اَلْحَكِيْمُ	دانائی والا، حکمت والا

تشریح (1) ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ .... هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾

ان آیات میں صفات باری تعالیٰ کا ذکر ہوا ہے۔ عربی زبان میں لفظ "اللہ" خداوند تعالیٰ کے اسم ذات کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جو نام اللہ کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں وہ سب صفاتی ہیں اور وہ اس کی کسی نہ کسی صفت اور خوبی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خدا کی صفات کا مالک نہیں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: آیت کے اس حصہ میں توحید کا ذکر ہے کہ عبادت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت یا بندگی کے لائق نہیں۔ صرف اسی کی بندگی اور عبادت کی جائے اور ہر قسم کی عبادت میں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: اس حصے میں اللہ کی صفت علیم و خبیر کا ذکر ہے کہ وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے۔ ماضی میں جو کچھ ہوا، حال میں جو کچھ ہو رہا ہے اور مستقبل میں جو کچھ ہونے والا ہے، یہ سب کچھ اس کے علم میں ہے۔ وہ محسوس اور غیر محسوس، موجود و غیر موجود سب چیزوں کو جانتا ہے۔

هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ: اس حصے میں اللہ کی صفت رحمت کا ذکر ہے یعنی اللہ کی رحمت بے پایاں ہے۔ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اس کی رحمت کا یہ عالم ہے کہ لمحہ بھر میں سب گناہوں پر قلم پھیر دیتا ہے اور سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ستر ماؤں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔"

(2) ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ .... عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے صفاتی ناموں کا تذکرہ کر کے توحید فی الصفات کو بیان کیا ہے۔ ابتدا میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی اور ذات عبادت کے لائق نہیں ہے۔ یعنی تمام جہانوں کا مالک ہے اور کل کائنات کا حقیقی حاکم ہے۔ ہر چیز اسی کے قبضے میں ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کی طرح اس کی سلطنت محدود نہیں ہے۔ وہ پاک ہے۔ اس میں کوئی عیب یا نقص نہیں۔ وہ سراسر سلامتی ہے۔ اسے کبھی زوال نہیں آئے گا۔ وہ اپنے بندوں کو تمام تکلیف دہ اور خوفناک چیزوں سے پناہ دیتا ہے اور انہیں امن میں رکھتا ہے۔ اگر کبھی اس کے بندوں پر کوئی مصیبت آ بھی جائے تو وہی دور کرتا ہے اور اپنے بندوں کا محافظ اور نگہبان ہے۔ وہ غالب ہے۔ اس کے سامنے سب بے بس اور لاچار ہیں۔ اپنی مکمل قدرت کے ذریعے نظام کائنات کو چلا رہا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کر سکے۔ وہ جبار یعنی مخلوقات کے امور کو درست کرنے والا ہے۔ ساری کی ساری عظمتیں اسی کے لیے ہیں اور وہ بڑی عظمت اور کبریائی کا مالک ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اقتدار، اختیارات اور اس کی ذات و صفات میں جو لوگ اس کے ساتھ کسی کو شریک کرتے ہیں وہ بہت بڑے ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو۔

(3) ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ .... هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے بعض اسمائے حسنیٰ کے ساتھ ساتھ ارض وسما میں اُس کی حمدیت کا ذکر ہے۔ وہ اللہ خالق ہے یعنی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ ہر چیز خواہ مادی ہو یا غیر مادی اس کا پیدا کرنے والا اور بنانے والا اللہ ہے۔ وہ مصور ہے اور جس طرح کی چاہے صورت عطا کرے اس نے انسان کو اچھی شکل وصورت پر پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے تمام صفاتی نام بہت اچھے ہیں۔ یعنی وہ تمام نام جن سے اللہ کی مختلف صفات کا اظہار ہوتا ہے نہایت اچھے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے لیے ننانوے نام ہیں، جو بھی ان ناموں کے ذریعے مانگتا ہے اللہ اس کو ضرور عطا کرتا ہے۔'' چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی کائنات کی ہر چیز کو وجود بخشا ہے اس لیے زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ وہی غالب اور حکمت والا ہے یعنی اگر تم اللہ کی تسبیح بیان نہ بھی کرو گے تو اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اسے تو اپنی مخلوق پر مکمل غلبہ حاصل ہے اور وہ حکمت والا بھی ہے۔

3
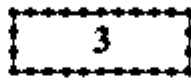
قُلِ	اللّٰهُمَّ	مٰلِكَ	الْمُلْكِ	تُؤْتِی	الْمُلْكَ	مَنْ	تَشَآءُ	وَتَنْزِعُ	الْمُلْكَ
کہو	اللہ	مالک	ملک	تو دیتا ہے	ملک	جسے	تو چاہتا ہے	اور تو چھین لیتا ہے	ملک

کہو اے اللہ مالک ملک کے تو ملک دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک

مِمَّنْ	تَشَآءُ	وَتُعِزُّ	مَنْ	تَشَآءُ	وَتُذِلُّ	مَنْ	تَشَآءُ	بِيَدِكَ
جس سے	تو چاہتا ہے	اور تو عزت دیتا ہے	جسے	اور تو چاہتا ہے	اور تو ذلت دیتا ہے	جسے	تو چاہتا ہے	تیرے ہاتھ میں

چھین لیتا ہے اور تو عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ذلت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ سب خیر تیرے ہاتھ میں ہے

الْخَيْرُ	اِنَّكَ	عَلٰى	كُلِّ	شَیْءٍ	قَدِيْرٌ O
خیر	بیشک تو	پر	ہر	چیز	قدرت رکھنے والا

بیشک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے (آل عمران 3 : 26)

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
تُؤْتِیْ	تو دیتا ہے	تُذِلُّ	تو ذلت دیتا ہے
تَنْزِعُ	تو نکال لیتا ہے، تو چھین لیتا ہے	تَشَآءُ	تو چاہتا ہے
تُعِزُّ	تو عزت دیتا ہے		

تشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی شان، عظمت اور قدرت کا ذکر بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾

آیت کے اس حصے میں اللہ کی عظمت وشان کا ذکر ہے اور یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ اس دنیا کے ملک حکومت اور سلطنت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام اختیارات کا مالک وہی ہے۔ اقتدارِ اعلیٰ کی شان اسی کو حاصل ہے۔ اسی کے اختیار میں ہے جس کو چاہے ملک و سلطنت سے نواز دے اور جس سے چاہے ملک و سلطنت چھین کر کسی اور کے حوالے کر دے۔ وہ چاہے تو شاہ کو گدا بنا دے اور گدا کو شاہ بنا دے۔

﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ﴾: یعنی عزت اور ذلت بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی عزت دے سکتا ہے نہ ذلت۔ حضور ﷺ نے ایک صحابیؓ سے فرمایا: "اگر سارے لوگ مل کر تجھے عزت دینا چاہیں اور اللہ کے ہاں تیرے لیے ذلت لکھی ہو تو تجھے عزت نہیں دے سکتے اور اگر سارے مل کر تجھے ذلیل کرنا چاہیں اور اللہ کے ہاں تیرے لیے ذلت نہ لکھی ہو تو وہ تجھے ذلیل نہیں کر سکتے۔" جو لوگ عزت اور حکومت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے سامنے جھکتے ہیں وہ سراسر بے وقوف ہیں۔ کیونکہ عزت کا تاج پہنانا یا ذلت کے گڑھے میں گرانا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔

﴿بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾: آیت کے اس حصے کا مفہوم یہ ہے کہ تمام بھلائی اور خیر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کسی کے ساتھ برائی یا ظلم نہیں کرتا بلکہ ہمدردی اور خیر خواہی والا معاملہ کرتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کے راستے میں حائل نہیں۔ وہ قادرِ مطلق ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (البقرہ:20) ترجمہ: "بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

4

وَ	اِذْ	يَرْفَعُ	اِبْرٰهٖمُ	الْقَوَاعِدَ	مِنَ	الْبَيْتِ	وَ	اِسْمٰعِيْلُ	رَبَّنَا	تَقَبَّلْ
اور	جب	وہ اٹھا رہے تھے	ابراہیمؑ	دیواریں	سے	خانہ کعبہ	اور	اسماعیلؑ	ہمارے رب	تو قبول فرما

اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے (اور یہ دعا کر رہے تھے) اے ہمارے ربّ

مِنَّا	اِنَّكَ	اَنْتَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ○	رَبَّنَا	وَاجْعَلْنَا	مُسْلِمَيْنِ
ہماری طرف سے	بیشک تو	تو	سننے والا	جاننے والا	اے ہمارے رب	اور ہم کو بنا	فرمانبردار

ہماری طرف سے اس کو قبول فرما۔ بیشک تو خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے ربّ ہم دونوں کو ہمیشہ اپنا فرمانبردار بنا

لَكَ	وَ	مِنْ	ذُرِّيَّتِنَآ	اُمَّةً	مُّسْلِمَةً	لَّكَ	وَ	اَرِنَا	مَنَاسِكَنَا
اپنا	اور	سے	ہماری اولاد	ایک جماعت	فرمانبردار	تو اپنا	اور	ہمیں بتا	ہماری عبادت کے طریقے

اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت پیدا فرما جو تیری فرمانبردار ہو اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا

وَ	تُبْ	عَلَيْنَا	اِنَّكَ	اَنْتَ	التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ ○	رَبَّنَا
اور	تو رجوع کر	ہم پر	بے شک	تو	بہت رجوع فرمانے والا	نہایت مہربان	اے ہمارے رب

اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما۔ بیشک تو اپنے بندوں کی طرف بہت رجوع فرمانے والا ہے انتہائی مہربان ہے اے ہمارے ربّ

وَابْعَثْ	فِيْهِمْ	رَسُوْلًا	مِّنْهُمْ	يَتْلُوْا	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِكَ	وَ	يُعَلِّمُهُمُ	الْكِتٰبَ
اور تو بھیج	ان میں	ایک رسول	انہی سے	وہ تلاوت فرمائے	ان کے سامنے	تیری آیتیں	اور	انہیں تعلیم دے	کتاب

اور ان میں ایک رسول بھیج ان ہی میں سے جو ان کے سامنے تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انھیں کتاب

وَ	الْحِكْمَةَ	وَ	يُزَكِّيهِمْ	اِنَّكَ	اَنْتَ	الْعَزِيزُ	الْحَكِيمُ O
اور	دانائی	اور	انہیں پاک کردے	بیشک تو ہی	تو	غالب	حکمت والا
اور دانائی کی تعلیم دے اور انہیں پاک کردے۔ بے شک تو ہی غالب ہے حکمت والا ہے۔ (البقرہ 2: 127- 129)							

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اِذْ	جب	مَنَاسِك	دستور/طریقہ عبادت (واحد مَنْسَكٌ)
الْقَوَاعِدَ	نیویں/بنیادیں	تُبْ	توبہ قبول فرما/رجوع فرما
الْبَيْتِ	گھر/خانہ کعبہ	يَتْلُوا	(وہ) تلاوت کرے
تَقَبَّلْ	قبول فرما	يُزَكِّي	پاک کردے
مُسْلِمَيْنِ	دو فرمانبردار (تثنیہ)	الْحِكْمَةَ	صحیح اور پختہ علم، دانائی اور عقل کی باتیں
اَرِ	دکھلا		

تشریح: سورۃ البقرہ کی ان آیات میں تعمیر کعبہ اور معماران کعبہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی دعاؤں کا تذکرہ ہے، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

﴿وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ﴾: آیت کے اس حصے میں تعمیر کعبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ خود کعبۃ اللہ کی دیواریں اُٹھا رہے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں۔ اپنے بعد کے نبیوں اور رسولوں کے جدِ امجد ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ نے بچپن میں ہی مکہ میں آ بسایا تھا اور جب جوان ہوئے تو خانہ کعبہ کی تعمیر میں انہیں شریک کیا۔ تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے درج ذیل دعائیں کیں۔

(i) **پہلی دعا: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾:** ان میں سے پہلی دعا یہ تھی کہ اے اللہ! ہماری اس خدمت (تعمیر کعبہ) کو قبول فرما، بے شک تو دعاؤں کو سننے والا اور ہماری نیتوں کو بخوبی جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقبول بندوں کی دعا اس طرح قبول فرمائی کہ کعبۃ اللہ آج بھی آباد ہے۔ جو عظمت اس گھر کو ملی ہے وہ کسی اور عبادت خانے کو حاصل نہیں ہوئی۔ ہر روز ہزاروں لوگ عمرہ ادا کرتے ہیں، لاکھوں مسلمان وہاں حج کرنے جاتے ہیں اور ہر روز کروڑوں مسلمان اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

(ii) **دوسری دعا: ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ﴾:** آیت کے اس حصے میں دوسری دعا کا تذکرہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے دعا فرمائی: اے ہمارے پروردگار! ہم تیری فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کے لیے کوشاں رہتے ہیں، ہمیں فرمانبردار بنا۔ جب تک زندہ رہیں تیرے مطیع رہیں اور تیرے حکم سے روگردانی نہ کریں۔ یہ دعا بھی قبول ہوئی۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے قرار پائے اور آسمانی کتابوں میں اللہ نے دونوں کا تذکرہ کیا۔ ایک کو خلیل اللہ اور دوسرے کو ذبیح اللہ کے لقب سے نوازا جو عنداللہ مقبولیت کی علامت ہے۔

(iii) **تیسری دعا: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾:** تیسری دعا یہ تھی کہ اے اللہ! اطاعت و فرمانبرداری کا یہ سلسلہ ہم پر ہی ختم نہ ہو جائے بلکہ ہماری اولاد میں سے ایک جماعت ایسی پیدا کر جو تیری تابع فرمان ہو اور تیرے سامنے اپنی گردن جھکائے۔ چنانچہ حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے مسلم قوم اسی نام کے ساتھ پیدا ہوئی جو قیامت تک رشد و ہدایت کا سرچشمہ بنی رہے گی۔

(iv) **چوتھی دعا:** ﴿ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا ﴾ : چوتھی دعا دونوں نے یہ کی تھی کہ اے پروردگار! ہمیں اس مقدس گھر کے حج اور زیارت کے آداب بھی سکھا دے۔ یہ دعا بھی قبول ہوئی اور انہیں مناسکِ حج سکھائے گئے اور انہی مناسک کی پیروی کرتے ہوئے امتِ مسلمہ ہر سال مناسک و آداب کے ساتھ فریضۂ حج ادا کرتی ہے۔ اگرچہ مشرکینِ مکہ نے ان آداب میں کھیل اور غلط رسومات شامل کر کے اس کی اصل حالت کو بگاڑ دیا تھا لیکن حضور ﷺ نے ان غلط رسومات کو ختم کر کے اصل مناسکِ حج کو از سرِ نو زندہ کیا اور صحابہؓ کو صحیح طریقۂ حج بتایا۔

(v) **پانچویں دعا:** ﴿ وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ : یعنی اے اللہ! ہم پر توجہ اور رجوع فرما تیرے سوا کون ہے جو ہمارے حال پر رحم کھائے گا' تیری ذات عالیہ ہی ہے جو بار بار خطا کاروں کی توبہ قبول کرنے والی ہے اور بڑی رحیم و مہربان ہے۔

(vi) **چھٹی دعا:** ﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴾ : آیت کے اس حصے میں پانچویں دعا ہے کہ یا اللہ ہماری اولاد میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو ان ہی میں سے ہو۔ یہ دعا بھی قبول ہوئی' تمام پیغمبر جو حضرت ابراہیمؑ کے بعد تشریف لائے' وہ آپؑ کے بیٹے حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں سے تھے' صرف حضرت محمد ﷺ حضرت اسماعیلؑ کی نسل میں سے ہوئے ہیں اور یوں حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول ہوئی۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''میں ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰؑ کی خوشخبری ہوں۔''

﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾

آیت مبارکہ کے اس حصے میں اس رسول مبعوث کے اوصاف گنوائے جا رہے ہیں کہ وہ رسول ایسا ہو جس میں یہ چار اوصاف پائے جائیں' ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنائے' دوسرا یہ کہ وہ نہ صرف سنائے بلکہ جہاں جہاں کتاب اللہ کے سمجھنے میں مشکل پیش آئے وہاں تشریح و توضیح قول و عمل سے کر کے دکھائے یعنی کتاب کی تعلیم دے۔ تیسرا یہ کہ بنی نوعِ انسان کو حکمت و دانائی کی باتیں یعنی سراسر حکمت و دانش کے علوم سکھائے' چوتھا یہ کہ لوگوں کے نفوس کو کفر و شرک سے پاک کر دے' ان کے دلوں کو ہر قسم کی خامیوں اور کمزوریوں سے پاک کر کے انہیں اخلاقِ حسنہ سے آراستہ کر دے۔

﴿ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ : اے اللہ تو غالب حکمت والا ہے۔ تجھے ہر چیز پر غلبہ حاصل ہے۔ کوئی چیز تیری قدرت اور استطاعت سے باہر نہیں' لیکن تو حکیم بھی ہے اس لیے ہر کام حکمت اور دانائی سے کرتا ہے۔

5

لَقَدْ	مَنَّ	اللّٰهُ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	اِذْ	بَعَثَ	فِيْهِمْ	رَسُوْلًا	مِّنْ	اَنْفُسِهِمْ
بیشک	احسان کیا	اللہ	پر	ایمان والے	جب	اس نے بھیجا	ان میں	ایک رسول	سے	انہی میں سے
بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔										

يَتْلُوْا	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِهٖ	وَيُزَكِّيْهِمْ	وَ	يُعَلِّمُهُمُ	الْكِتٰبَ	وَ	الْحِكْمَةَ ۚ
وہ تلاوت کرے	ان کے سامنے	اس کی آیتیں	اور انہیں پاک کرے	اور	انہیں تعلیم دے	کتاب	اور	دانائی

جو ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے

وَ	اِنْ	كَانُوْا	مِنْ	قَبْلُ	لَفِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ O
اور	اگرچہ	وہ تھے	سے	پہلے	میں	گمراہی	کھلی
اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اگرچہ وہ (لوگ) اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے (آل عمران 3 : 164)							

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مَنَّ بَعَثَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ	احسان کیا اس نے بھیجا ان ہی میں سے	ضَلٰلٍ مُبِيْنٍ	گمراہی کھلی ہوئی، واضح

تشریح ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾

آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری اللہ کا بہت بڑا احسان ہے جس کا شکر یہ ادا نہیں کیا جاسکتا۔ آپ ﷺ کا وجود ساری کائنات کے لیے نعمت اور رحمت ہے' لیکن ایمان والوں کے لیے یہ نعمت اللہ کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے ہی دین و دنیا میں کامیاب ہوئے۔ دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کر کے احسان جتلایا ہو' لیکن اس نعمت کے احسان کا اللہ تعالیٰ نے بھی ایمان والوں سے ذکر کیا ہے۔

﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾

اس آیت میں رسول ﷺ کے وہ اوصاف بیان ہوئے ہیں جو دعائے ابراہیمی میں مذکور ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی دعا کی قبولیت کا ایک واضح ثبوت ہے کہ جن صفات سے متصف رسول بھیجنے کی باپ بیٹے نے دعا کی تھی، انہی اوصاف والا رسول ان کی اولاد میں سے رب تعالیٰ نے مبعوث کیا۔ وہ اوصاف درج ذیل ہیں۔

(1) تلاوت آیات: حضور ﷺ قرآن مجید کی آیات لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ قرآن مجید کی مقدس آیات دلوں پر اثر کرتی ہیں۔ آیات قرآنی اپنے اندر اعجاز رکھتی ہیں کہ دنیا کے تمام جن و انس مل کر بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے مگر جب حضور ﷺ ان کی تلاوت کرتے تو پتھر دل موم ہو جاتے۔ گویا تلاوت قرآن حضور ﷺ کے خصوصی اوصاف میں سے ہے۔

(2) تزکیہ نفوس: اللہ کے رسول ﷺ نے صدیوں سے گمراہ اور بدکردار لوگوں کے دلوں کو کفر و شرک کی گندگی سے پاک کر دیا۔ وہ لوگ جن کے سینے شرک' بغض' حسد اور کفر کی گمراہی سے سیاہ ہو گئے تھے' رسول پاک ﷺ نے ان کے دلوں کو پاک اور صاف کر دیا۔ بگڑی ہوئی انسانیت کو حیوانیت سے نکال کر اخلاق حسنہ سے آراستہ کر دیا اور عرب جیسی غیر مہذب قوم کو مہذب و متمدن سے آشنا کر دیا۔

(3) تعلیم کتاب: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کا تیسرا وصف یہ بیان کیا کہ وہ کتاب اللہ کی تشریح و توضیح کرتے ہیں۔ اس کے اسرار و رموز اور معانی و مطالب بتاتے ہیں اور اس کے مشکل مقامات کی وضاحت کرتے ہیں' تاکہ لوگ قرآن کو اچھی طرح سمجھ لیں اور راہ ہدایت پالیں۔

(4) تعلیم حکمت: اپنے نبی ﷺ کا چوتھا وصف اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ عقل و دانش اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھاتے ہیں۔ اور اپنے اقوال و اعمال سے ایسے مسائل کا حل بتاتے ہیں جو فلسفیوں اور عقلمندوں سے حل نہیں ہو سکے۔

﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾: حضور ﷺ دنیا کی گمراہ ترین قوم میں بھیجے گئے۔ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت قوم کی اخلاقی' مذہبی' سیاسی اور سماجی حالت بہت ابتر تھی۔ پورے جزیرۂ عرب پر قبائلی نظام چھایا ہوا تھا۔ قبیلے سے باہر محبت واخوت کا نام تک نہ تھا۔ عرب ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ معمولی سی بات پر تلواریں بے نیام ہو جاتیں۔ جوا اور شراب ان کے محبوب مشغلے تھے۔ معصوم بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ اہل عرب کی اسی گمراہی کو قرآن نے ضلال مبین (واضح گمراہی) کا نام دیا ہے۔ آپ ﷺ کی آمد سے درندہ صفت انسان عزتوں کے محافظ بن گئے' دنیا کی جاہل ترین قوم راہبر و راہنما بن گئی۔ یہ انقلاب حضور ﷺ کے مقاصد بعثت، تلاوت آیات' تزکیہ نفوس' تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت ہی کے مرہون منت ہے۔

6

لَقَدْ	جَآءَكُمْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	اَنْفُسِكُمْ	عَزِيْزٌ	عَلَيْهِ	مَا	عَنِتُّمْ	حَرِيْصٌ
بیشک	تمہارے پاس آیا	ایک رسول	سے	تم میں (سے)	گراں	اس پر	جو	تم مشقت میں پڑ گئے	خیر خواہ

بیشک تمہارے پاس ایک ایسے رسول تشریف لائے ہیں جو تم میں سے ہیں۔ گراں گزرتا ہے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا جو تمہاری بھلائی کے

عَلَيْكُمْ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ	رَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ O	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَقُلْ	حَسْبِيَ
تم پر	ایمان والوں کے ساتھ	بڑے شفیق	نہایت مہربان	پھر اگر	وہ منہ پھیر لیں	تو کہہ دیجیے	مجھے کافی ہے

نہایت چاہنے والے ہیں۔ جو ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق ہیں انتہائی مہربان ہیں۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو کہہ دیجیے کہ مجھے اللہ

اللّٰهُ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	عَلَيْهِ	تَوَكَّلْتُ	وَهُوَ	رَبُّ	الْعَرْشِ	الْعَظِيْمِ O
اللہ	نہیں معبود	مگر وہ	اس پر	میں نے بھروسا کیا	اور وہ	رب	عرش	عظیم (بڑا)

کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسا کیا۔ اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ (التوبہ 9: 128-129)

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
عَزِيْزٌ	گراں، تکلیف دہ	تَوَلَّوْا	وہ منہ پھیر لیں / روگردانی کر لیں
عَنِتُّمْ	تم مشقت میں پڑ گئے	حَسْبِيَ	میرے لیے کافی ہے، مجھے کافی ہے
رَءُوْفٌ	بہت شفیق، مہربان	تَوَكَّلْتُ	میں نے بھروسا کیا

تشریح: اس آیت میں حضور ﷺ کی چار صفات کا بیان ہوا ہے۔

1- **پہلی صفت: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾:** یعنی یہ رسول ﷺ تم میں سے ہیں، نوعِ انسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ رسول ﷺ کوئی اجنبی نہیں بلکہ تم ان سے اچھی طرح واقف ہو۔ بچپن سے ہی تم ان کے اخلاق و سیرت کو دیکھتے رہے ہو، تم ہی ان کو "صادق و امین" کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کی صداقت و راست بازی پر تم گواہ تھے۔ اب جب وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو تم ان کے اس قول کو سچا کیوں نہیں سمجھتے اور جھوٹ کا الزام کیوں لگاتے ہو؟

2- **دوسری صفت: ﴿عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾:** جو بات تمھیں مشقت میں ڈالے یا جس چیز سے تمھیں تکلیف پہنچے وہ رسول ﷺ پر بہت گراں گزرتی ہے، کیونکہ وہ تمہاری بھلائی اور بہتری کے خواہاں ہیں۔ وہ ہر حکیمانہ طریقے سے تمہاری پریشانیوں کو دور کرتے ہیں۔ جو دین وہ لے کر آئے ہیں وہ بہت آسان ہے۔ اس پر عمل کرنا مشکل نہیں ہے۔ تمہاری وہ غلط کاریاں جو عذابِ الٰہی کو دعوت دیتی ہیں ان کے لیے سخت پریشان کن ہیں۔

3- **تیسری صفت: ﴿حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ﴾:** یہ رسول ﷺ تمہاری ہدایت اور تمہاری دُنیوی اور اخروی کامیابی کے خواہاں ہیں۔ ان کے دل میں تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ موجود ہے۔ وہ تمہارا یوں بداعمالیاں کرنا اور جہنم میں جانا پسند نہیں فرماتے جس طرح باپ اپنی اولاد کی خیر خواہی کا حریص ہوتا ہے، اسی طرح رسول ﷺ تمام انسانوں کی بھلائی اور کامیابی کے خواہشمند ہیں۔

4- چوتھی صفت: ﴿بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾: یعنی حضور ﷺ رحمت للعالمین بن کر تشریف لائے۔ ویسے تو آپ ﷺ تمام مخلوقات کے لیے رحمت ہیں لیکن اہلِ ایمان کے ساتھ آپ ﷺ کی رحمت و شفقت کی حد نہیں۔ جو لوگ آپ ﷺ کے دین کو قبول کرتے ہیں ان پر آپ ﷺ کے کرم کی بارش برستی ہے اور آپ ﷺ ان کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے ہیں۔

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ﴾: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو فرمایا کہ اگر لوگ دینِ اسلام سے عدم دلچسپی اور روگردانی کا مظاہرہ کریں تو اس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ ان لوگوں سے کہیں "میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ میرا اس پر مکمل بھروسا ہے اور وہی سب کا حامی و ناصر ہے"۔

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾: آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کہہ دیجیے میں تمہیں ایمان کی دعوت صرف اس لیے دے رہا ہوں کہ اس میں تمہاری بھلائی ہے۔ میرا کوئی [illegible] نہ ہی میں اس کے بدلے میں تم سے اجرت یا معاوضہ مانگتا ہوں۔ اگر تم اسے قبول نہ کرو تو میرا کچھ نہیں بگڑتا۔ میرا حامی و ناصر تو اللہ ہے جو عرشِ عظیم کا مالک ہے اور جس کی کامل قدرت کا کوئی اندازہ نہیں۔

7

هُوَ	الَّذِیْ	اَرْسَلَ	رَسُوْلَهٗ	بِالْهُدٰی	وَ	دِیْنِ	الْحَقِّ	لِیُظْهِرَهٗ	عَلَی	الدِّیْنِ	كُلِّهٖ ؕ
وہ	جس نے	بھیجا	اپنا رسول	ہدایت کیساتھ	اور	دین	سچا	تاکہ وہ غالب کردے	پر	دین	سب
(اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اُسے سب ادیان پر غالب کر دے											

وَ	كَفٰی	بِاللّٰهِ	شَهِیْدًا ؕ	مُحَمَّدٌ	رَّسُوْلُ اللّٰهِ	وَالَّذِیْنَ	مَعَهٗۤ	اَشِدَّآءُ	عَلَی	الْكُفَّارِ
اور	کافی ہے	اللہ	گواہ	محمد	اللہ کا رسول	اور جولوگ	اس کے ساتھ	سخت	پر	کفار
اور اللہ بطور گواہ کافی ہے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں										

رُحَمَآءُ	بَیْنَهُمْ	تَرٰىهُمْ	رُكَّعًا	سُجَّدًا	یَّبْتَغُوْنَ	فَضْلًا	مِّنَ	اللّٰهِ
رحم دل	آپس میں	تو انہیں دیکھے گا	رکوع کرتے ہوئے	سجدہ کرتے ہوئے	وہ تلاش کرتے ہیں	فضل	سے	اللہ
اور آپس میں نرم دل ہیں۔ تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اور اللہ کا فضل اور رضا چاہتے								

وَ	رِضْوَانًا ؗ	سِیْمَاهُمْ	فِیْ	وُجُوْهِهِمْ	مِّنْ	اَثَرِ	السُّجُوْدِ ؕ	ذٰلِكَ	مَثَلُهُمْ	فِی
اور	رضا	ان کی نشانی	میں	ان کے چہرے	سے	نشان	سجدوں کے	یہ	ان کی مثال	میں
ان کی نشانی سجدہ کی تاثیر سے ان کے چہروں پر موجودہ ہے۔ ان کی یہ										

التَّوْرٰىةِ ۛ	وَ	مَثَلُهُمْ	فِی	الْاِنْجِیْلِ ۛ	كَزَرْعٍ	اَخْرَجَ	شَطْـَٔهٗ	فَاٰزَرَهٗ	فَاسْتَغْلَظَ
تورات	اور	انکی مثال	میں	انجیل	جیسے ایک کھیتی	اس نے نکالی	اپنی سوئی	پھر اسے طاقت دی	پس وہ موٹا ہوگیا
صفت تورات میں ہے اور انجیل میں۔ ان کی صفت ہے جیسے ایک کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے طاقت دی'									

فَاسْتَوٰى	عَلٰى	سُوْقِهٖ	يُعْجِبُ	الزُّرَّاعَ	لِيَغِيْظَ	بِهِمُ	الْكُفَّارَ	وَعَدَ
پس وہ سیدھا ہو گیا	پر	اپنا تنا	وہ تعجب میں ڈالتا ہے	کسان	تا کہ وہ دل جلائے	ان کے ساتھ	کفار	اس نے وعدہ کیا
پھر خوب موٹی ہو گئی۔ پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی لگتی ہے (اللہ نے مسلمانوں کو ترقی اس لیے دی) کہ ان کے ذریعے								

اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	مِنْهُمْ	مَّغْفِرَةً	وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۠
اللہ	وہ جو	وہ ایمان لائے	اور انہوں نے کام کیا	نیک	ان سے	بخشش	اور اجر عظیم
کافروں کے دل جلائے۔ اللہ نے ان کے لیے جو ایمان لائے اچھے کام کیے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ (الفتح 48:28-29)							

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اَرْسَلَ	بھیجا	شَطْءٌ	سوئی، کونپل، پتی
هُدٰى	ہدایت، مراد قرآن حکیم	اٰزَرَ	طاقت دی، مضبوط کیا
دِيْنِ الْحَقِّ	سچا دین یعنی اسلام	اِسْتَغْلَظَ	موٹا ہو گیا
لِيُظْهِرَهٗ	تا کہ اُسے غالب کر دے	اِسْتَوٰى	سیدھا کھڑا ہو گیا
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ	اور وہ جو رسول ﷺ کے ساتھ ہیں	سُوْقٌ	تنا جڑیں (واحد سَاقٌ)
اَشِدَّآءُ	سخت، قوی، غالب (واحد شَدِيْدٌ)	يُعْجِبُ	تعجب میں ڈالتا ہے
رُحَمَآءُ	رحم دل، مہربان (واحد رَحِيْمٌ)	زُرَّاعٌ	کسان (واحد زَارِعٌ)
رُكَّعًا	رکوع کرنے والے (واحد رَاكِعٌ)	رِضْوَان	خوشنودی، رضامندی، قرب
سُجَّدًا	سجدہ کرنے والے (واحد سَاجِدٌ)	سِيْمَا	علامت، نشانی
يَبْتَغُوْنَ	وہ چاہتے ہیں، تلاش کرتے ہیں	لِيَغِيْظَ	تا کہ دل جلائے
زَرْعٌ	کھیتی		

﴿هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ .... وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾

آیت کے اس حصے میں بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں جو اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کا مجسمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دو عطیات دے کر بھیجا ہے۔ ایک ھدیٰ یعنی قرآن حکیم اور دوسرا دین حق یعنی سچا دین۔ قرآن مجید سراسر ہدایت اور راہنمائی کا سرچشمہ ہے اور اسلام جو سچا دین اور برحق ہے۔ قرآن مجید کا نور دنیا کے کونے کونے میں پھیل جائے گا اور دین اسلام کا دنیا میں بول بالا ہوگا۔ یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی مشیت ہے کہ یہ دین نہ صرف عرب کے تمام ادیان پر غالب آ جائے بلکہ دُنیا کے تمام مذاہب پر چھا جائے گا۔ کفار چاہے اس کی کتنی مخالفت کیوں نہ کریں اور اس دین کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور ہی کیوں نہ لگا دیں، اللہ تعالیٰ کی مرضی پوری ہو کر رہے گی۔ اس غلبہ اسلام پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور اس کی ضمانت دیتا ہے۔ بایں کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی رسالت کے برحق ہونے پر گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اور کون گواہ ہو سکتا ہے۔ اللہ کی گواہی کے بعد کسی اور کی گواہی کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ .... مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۚ﴾

اس آیت میں بتایا جا رہا ہے دین اسلام کے غلبہ اور برتری کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اس دین کو جو پیغمبر لے کر آیا ہے وہ محمد ﷺ ہیں جو اللہ کے برگزیدہ رسول ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھی بھی مکمل طور پر تربیت یافتہ ہیں۔ وہ نہایت منظم ہیں اور باہمی محبت و خلوص کا پیکر ہیں۔ یہ صحابہ کرامؓ درج ذیل اوصاف کے حامل ہیں۔

1- پہلا وصف: ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾

ان صحابہؓ کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ کفار کے مقابلے میں نہایت قوی اور نا قابل تسخیر ہیں۔ ان سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔ ان کے مقابلے میں نہایت پامردی کے ساتھ ڈٹ جاتے ہیں اور نتیجہ کی پروا کیے بغیر میدان میں کود پڑتے ہیں۔ کافروں کے لیے سیسہ پلائی دیوار اور نا قابل تسخیر قوت بن جاتے ہیں۔ ان کی کیفیت ایسی ہوتی ہے جیسے قرآن مجید میں فرمایا:

كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصف:4) ترجمہ: گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہوں۔

2- دوسرا وصف: ﴿رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾

صحابہؓ کا دوسرا وصف یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ لوگ آپس میں رحم دل اور شفیق ہیں محبت و خلوص کے پیکر ہیں۔ جذبہ اخوت و ہمدردی سے سرشار ہیں۔ گویا کفار کے ساتھ یہ جتنے سخت ہیں آپس میں اتنے ہی نرم ہیں بقول علامہ اقبال:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

یہی دو صفات ہیں جن سے قومیں عروج حاصل کرتی ہیں۔ اول مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت، دوم باہمی اتفاق و اتحاد جو آپس میں رواداری اور محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ ایسے افراد جو اپنوں کے لیے تو شیر ہوتے ہیں اور غیروں کے آگے بھیگی بلی بنے ہوتے ہیں، بہت جلد حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے ہیں۔

3- تیسرا وصف: ﴿تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا﴾: رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کا تیسرا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی قوت پر ہی بھروسا نہیں کرتے بلکہ نصرت الٰہی کے بھی خواہاں ہیں۔ وہ اس امر سے اچھی طرح واقف ہیں کہ اللہ کی مدد کے بغیر معمولی سے معمولی کام بھی نہیں بن سکتا۔ لہٰذا وہ ہر وقت مصروف عبادت رہتے ہیں۔ جب دیکھو رکوع یا سجدے میں ہیں اور کسی وقت بھی یاد الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔ ان جیسے لوگوں کی ہی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران:191)

ترجمہ: "وہ لوگ جو اللہ کی یاد میں کھڑے، بیٹھے اور لیٹ کر بھی مصروف رہتے ہیں۔"

4- چوتھا وصف: ﴿يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾: صحابہ کرامؓ کا چوتھا وصف یہ ہے کہ ان نفوس قدسیہ کو اگر کسی چیز کی تلاش ہے تو صرف اللہ کی خوشی اور رضا مندی ہے۔ ان کا ہر اٹھنے والا قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے۔ ہر عمل میں وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے طالب نظر آتے ہیں۔

5- پانچواں وصف: ﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾: صحابہؓ کا پانچواں وصف یہ ہے کہ ان کے چہروں پر کثرت عبادت کی وجہ سے ایک عجیب قسم کا نور اور ایک لطیف سی چمک پیدا ہو جاتی ہے، جسے دیکھ کر لوگ آسانی سے ان کو پہچان لیتے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ .... لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾

صحابہؓ کی درج بالا خصوصیات اور اوصاف تورات اور انجیل میں بھی بیان ہوئے ہیں۔ انجیل میں نیک لوگوں کی مثال ایک کھیتی سے دی گئی ہے۔ جس طرح کھیتی کونپل نکالتی ہے اور آہستہ آہستہ مضبوط ہو جاتی ہے پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مسلمان ابھی کمزور ہیں اور ان کی تعداد بھی زیادہ نہیں' لیکن آہستہ آہستہ ان کی قوت و طاقت میں اضافہ ہو گا' ان کی تعداد بھی بڑھے گی اور اسلام روز بروز ترقی کرتے ہوئے کمال عروج تک پہنچ جائے گا۔ اسلام کی تدریجی ترقی کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ جس طرح کسان اپنی کھیتی کو پھلتا پھولتا دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے ساتھی بھی اسلام کی دن دگنی رات چوگنی ترقی دیکھ کر خوش ہوں گے اور کفار مسلمانوں کے عروج سے جل جائیں گے۔ ان کے تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے اور وہ اللہ کے ان بندوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا .... اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

اس آیت میں اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فرما کر یہ بتا دیا کہ ایمان اور عمل صالح لازم و ملزوم ہیں۔ ایمان کے بغیر ہر عمل بے معنی ہے اور عمل کے بغیر ایمان ناقص ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو مغفرت عطا کرے گا اور انہیں اجر عظیم سے نوازے گا۔

8

مَا	كَانَ	مُحَمَّدٌ	اَبَآ	اَحَدٍ	مِّنْ	رِّجَالِكُمْ	وَ	لٰكِنْ	رَّسُوْلَ	اللّٰهِ	وَ
نہیں	ہیں	محمد ﷺ	باپ	کسی کے	سے	تم مردوں	اور	لیکن	رسول	اللہ	اور
محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں؛ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں علیہم السلام میں سے											

خَاتَمَ	النَّبِيّٖنَ ط	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمًا O
آخری	نبیوں (میں)	اور	ہے	اللہ	ہر	چیز	خوب جاننے والا
آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (احزاب 40:33)							

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی
رِجَالٌ	مرد آدمی (واحد رَجُلٌ)
خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ	نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے۔ انبیا میں سے آخری۔ خاتم کا لفظی معنی ہے وہ چیز جس سے کسی کو ختم کیا جائے۔ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت پر نبوت کا سلسلہ ختم کیا گیا۔

اس آیت میں دین اسلام کے ایک بنیادی عقیدے یعنی ختم نبوت کا ذکر ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾: رسول اللہ ﷺ امت میں کسی مرد کے باپ نہیں کیونکہ آپ ﷺ کی نرینہ اولاد بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھی یوں آپ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں' بلکہ اللہ کے رسول ہیں اور نبوت کے سلسلے کو ختم کرنے

والے ہیں۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے نبوت کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا' ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی رسول یا نبی نہیں آ سکتا۔

﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ : اس آیت میں رسول ﷺ کی ایک خصوصی صفت بیان ہوئی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ یہ وہ صفت ہے جو کسی اور نبی کو نہیں ملا۔ گویا نبوت کا وہ سلسلہ جو حضرت آدمؑ سے شروع ہوا تھا وہ حضرت محمد ﷺ پر ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ختم نبوت کا اعزاز عطا فرما کر تمام انبیا اور رسولوں پر آپ ﷺ کی فضیلت ثابت کر دی۔ اور آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے پر شہادت دے دی۔ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا میں آخری نبی ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

9

يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	اِنَّآ	اَرْسَلْنٰكَ	شَاهِدًا	وَّمُبَشِّرًا
اے	نبی	یقیناً	ہم نے آپ کو بھیجا	گواہی دینے والا	اور خوشخبری سنانے والا
اے نبی! یقیناً ہم نے تمہیں گواہی دینے والا' خوشخبری سنانے والا'					

وَّنَذِيْرًا ۝	وَّدَاعِيًا	اِلَى اللّٰهِ	بِاِذْنِهٖ	وَسِرَاجًا	مُّنِيْرًا ۝
اور ڈرانے والا	اور بلانے والا	اللہ کی طرف	اس کے حکم سے	اور چراغ	روشن
ڈرانے والا' اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا (احزاب 33:46-45)					

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شَاهِدٌ	گواہ	دَاعِیٌ	دعوت دینے والا' بلانے والا
مُبَشِّرٌ	بشارت دینے والا' خوشخبری سنانے والا	سِرَاجٌ	چراغ' قرآن کریم میں سورج کے لیے بھی سراج کا لفظ استعمال ہوا ہے۔
نَذِیْرٌ	ڈرانے والا' انجام بد سے آگاہ کرنے والا	مُنِیْرٌ	روشن کرنے والا' روشن

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے پانچ عظیم القاب بیان فرمائے ہیں۔ جن کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔

(1) **شاھدٌ** "شاہد" کا لغوی معنی ہے گواہی دینے والا۔ مفسرین نے حضور ﷺ کے شاہد ہونے کی درج ذیل صورتیں بیان کی ہیں۔

(ا) آپ ﷺ حق و صداقت کے گواہ ہیں۔

(ب) آپ ﷺ خدا کی ذات و صفات کے گواہ ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے مشاہدۂ حق کیا اور یوں شاہد قرار پائے۔ اس طرح آپ ﷺ نے معراج میں جنت' جہنم اور عالم غیب کا مشاہدہ کیا۔

(ج) آپ ﷺ اپنی امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے دن گواہ ہوں گے۔

(د) آپ ﷺ قیامت کے دن انبیا علیہم السلام کے حق میں گواہی دیں گے کیونکہ آپ ﷺ بذریعۂ وحی ان کے مشن سے واقف ہیں۔

(2) **مُبَشِّر:** یہ آپ ﷺ کا دوسرا لقب ہے۔ مبشر کا معنی ہے خوشخبری دینے والا۔ آپ ﷺ مبشر ہیں کیونکہ آپ ﷺ نیک لوگوں کو اچھی جزا اور جنت کی خوشخبری سنانے والے ہیں۔ ایسے ہی گنہگار' بدکار اور خطا کار لوگوں کو توبہ کرنے پر اللہ کی بخشش اور مغفرت کی خوشخبری

سنانے والے ہیں۔

(3) **نـــذیـــر:** آپ ﷺ کا تیسرا لقب نذیر ہے جس کا معنی ہے خبردار کرنے والا۔ آپ ﷺ کو اکثر مقامات پر اس لقب سے پکارا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے مشن میں شامل ہے کہ کفر، شرک، نفاق اور گناہوں کے برے انجام پر لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں اور اللہ کے عذاب سے آگاہ کریں۔

(4) **داعی اِلَی اللّٰہ:** آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کی عبادت اور اطاعت کی طرف بلانے والے ہیں۔ ویسے تو ہر نبیؑ اور رسولؑ اپنی امت کو اللہ کی طرف بلانے والا ہوتا ہے مگر حضور ﷺ کی دعوت کامل اور عالمگیر ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کو یہ لقب عطا کیا گیا ہے۔

(5) **ســراج منیـر:** روشن چراغ یا روشن آفتاب یہ حضور ﷺ کا پانچواں لقب ہے۔ جس طرح روشن چراغ یا روشن آفتاب رات کی تاریکی اور اندھیرے کو ختم کر دیتا ہے اسی طرح آپ ﷺ نے اہلِ ایمان کے دلوں سے کفر و شرک کی تاریکی کو ختم کر کے انہیں ایمان و توحید کی روشنی سے منور کر دیا۔ جس طرح سورج کو آسمان میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اسی طرح آپ ﷺ کو تمام انبیا علیہم السلام میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ اسی مناسبت سے آپ ﷺ کو سراج منیر کہا گیا ہے۔

10

يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖ	وَ	الْكِتٰبِ	الَّذِيْ	نَزَّلَ
اے	جو	ایمان لائے	ایمان لاؤ	اللہ پر	اور	اس کا رسولؐ	اور	کتاب	جو	اس نے نازل کی

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کی

عَلٰى	رَسُوْلِهٖ	وَ	الْكِتٰبِ	الَّذِيْٓ	اَنْزَلَ	مِنْ	قَبْلُ ؕ	وَ	مَنْ	يَّكْفُرْ	بِاللّٰهِ	وَ
پر	اس کا رسولؐ	اور	کتاب	جو	اس نے نازل کی	سے	پہلے	اور	جو	انکار کرے	اللہ کا	اور

اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے اتار چکا ہے۔ جس نے اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور

مَلٰٓئِكَتِهٖ	وَ	كُتُبِهٖ	وَ	رُسُلِهٖ	وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	فَقَدْ	ضَلَّ	ضَلٰلًاۢ	بَعِيْدًا ○
اس کے فرشتے	اور	اس کی کتابیں	اور	اس کے رسول	اور	دن	آخرت	پس بیشک	وہ گمراہ ہوا	گمراہی	دور

اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کیا۔ وہ بہت دور گمراہی میں جا پڑا۔ (النساء 4:136)

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اٰمَنُوْا	وہ ایمان لائے	نَزَّلَ	تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا
اٰمِنُوْا	ایمان لاؤ	اَنْزَلَ	ایک ساتھ اُتارا

تشریح: اس آیت میں ان لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے جو کلمہ طیبہ پڑھ کر مومن ہو گئے کہ "ایمان کا دعویٰ کرنے والو سچے مسلمان بن جاؤ"۔ سچا مسلمان بننے کے لیے پانچ چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

(1) ایمان باللہ: یعنی اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ ایک ہے۔ وہ اپنی ذات اور صفات میں بے نظیر اور لاثانی ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ

رہے گا۔ وہ سب کا خالق، مالک اور رازق ہے۔ نہ اس کی اولاد ہے نہ والدین اور بیوی بلکہ وہ بے نیاز اور علیم وقدیر ذات ہے۔

(2) ایمان بالرسالت: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً رسولؑ اور انبیاؑ بھیجتا رہا ہے ان پر ایمان لانا ایمان بالرسل کہلاتا ہے۔ ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنے سے مسلمان دائرۂ اسلام سے خارج ہوسکتا ہے۔ سب سے آخر میں حضورﷺ تشریف لائے جو آخری نبی ہیں اور قیامت تک کے لیے تمام لوگوں کے لیے نبی ہیں۔ جو شخص ختمِ نبوت کا منکر ہو وہ کافر اور مرتد ہے۔

(3) ایمان بالکتب: اس آیت میں ایمان بالکتب بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے رسولوں پر جبرائیلؑ کے ذریعے وحی بھیجی تھی اور چار آسمانی کتابیں توریت حضرت موسیٰؑ پر، انجیل حضرت عیسیٰؑ پر، زبور حضرت داؤدؑ پر اور قرآن مجید حضرت محمدﷺ پر نازل ہوا۔ اب مسلمان ہونے کے ناطے سے ان سب کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، کیونکہ یہ سب الہامی کتابیں ہیں۔ البتہ پہلی کتابوں میں رد و بدل ہوگیا ہے اور قرآن کے نزول کے بعد وہ منسوخ ہو گئی ہیں۔ قرآن قابلِ عمل ہے۔ اس لیے قیامت تک اب صرف وہی باعثِ ہدایت اور راہنمائی ہے۔

(4) ایمان بالملائکہ: ایمان بالملائکہ کا معنی ہے فرشتوں پر ایمان لانا۔ فرشتے اللہ کی نوری مخلوق ہیں۔ وہ اللہ کے احکام بجالاتے ہیں، ان میں گناہ یا نافرمانی کا مادہ نہیں۔ وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے بلکہ رضائے الٰہی سے اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ تمام فرشتوں کے سردار ہیں، جو انبیاؑ کے پاس وحی لے کر آتے تھے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم: 6)

ترجمہ: "وہ (فرشتے) اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔"

(5) ایمان بالآخرۃ: اس بات پر ایمان لانا کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور موت کے بعد کی زندگی دائمی ہوگی، ایمان بالیوم الآخر کہلاتا ہے۔ ہر آدمی کو دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہونا ہے۔ آخرت میں نیکوکاروں کو جنت ملے گی اور بدکاروں کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔

مذکورہ پانچوں اجزاء پر پختہ ایمان رکھنا ضروری ہے، ان میں سے کسی ایک جزو کا منکر مسلمان نہیں ہوسکتا۔

11

اِذَا	السَّمَآءُ	انْفَطَرَتْ	وَ	اِذَا	الْكَوَاكِبُ	انْتَثَرَتْ	وَ	اِذَا	الْبِحَارُ	فُجِّرَتْ
جب	آسمان	پھٹ جائے گا	اور	جب	تارے	بکھر جائیں گے	اور	جب	سمندر	اُبل پڑیں گے

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب سمندر ابل پڑیں گے

وَ	اِذَا	الْقُبُوْرُ	بُعْثِرَتْ	عَلِمَتْ	نَفْسٌ	مَّا	قَدَّمَتْ	وَ	اَخَّرَتْ
اور	جب	قبریں	کھودی جائیں گی	جان لے گی	جان	جو	آگے بھیجا	اور	پیچھے چھوڑا

اور جب قبریں کھودی جائیں گی (اس وقت) ہر شخص جان لے گا جو کچھ اس نے آگے بھیجا اور جو اس نے پیچھے چھوڑا۔

يٰۤاَيُّهَا	الْاِنْسَانُ	مَا	غَرَّكَ	بِرَبِّكَ	الْكَرِيْمِ	الَّذِيْ	خَلَقَكَ
اے	انسان	کس نے	تجھے دھوکہ دے رکھا ہے	تیرے رب کے بارے	کریم	جس نے	تجھے پیدا کیا

اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟ وہ رب جس نے تجھے بنایا

فَسَوّٰىكَ	فَعَدَلَكَ ۙ	فِيْٓ	اَيِّ	صُوْرَةٍ	مَّا	شَآءَ	رَكَّبَكَ ۙ
پس اس نے تجھے درست کیا	پس اس نے تجھے متناسب بنایا	میں	جس	صورت	جو	اسے چاہا	اس نے تجھے جوڑ دیا

پھر تجھے ٹھیک ٹھاک کیا پھر تجھے متناسب بنایا اور جس شکل میں تجھے چاہا جوڑ دیا (ہرگز دھوکے میں نہیں رہنا چاہیے)

كَلَّا	بَلْ	تُكَذِّبُوْنَ	بِالدِّيْنِ ۙ	وَ	اِنَّ	عَلَيْكُمْ	لَحٰفِظِيْنَ ۙ	كِرَامًا	كَاتِبِيْنَ ۙ
ہرگز نہیں	بلکہ	تم جھٹلاتے ہو	جزا و سزا	اور	بیشک	تم پر	نگہبان	معزز	لکھنے والے

ہاں تم جزا اور سزا کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ تم پر نگہبان (فرشتے) مقرر ہیں جو معزز لکھنے والے ہیں۔

يَعْلَمُوْنَ	مَا	تَفْعَلُوْنَ ○	اِنَّ	الْاَبْرَارَ	لَفِيْ	نَعِيْمٍ ۙ	وَ	اِنَّ	الْفُجَّارَ
وہ جانتے ہیں	جو	تم کرتے ہو۔	بیشک	نیک لوگ	میں ہونگے	جنت	اور	بیشک	بدکار لوگ

وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو بیشک نیک لوگ جنت میں ہوں گے۔ اور بے شک بدکار لوگ دوزخ

لَفِيْ	جَحِيْمٍ ۚ	يَّصْلَوْنَهَا	يَوْمَ	الدِّيْنِ ○	وَ	مَا	هُمْ	عَنْهَا	بِغَآىِٕبِيْنَ ○
میں ہونگے	دوزخ	وہ اس میں داخل ہونگے	دن	جزا و سزا	اور	نہیں	وہ	اس سے	باہر نکلیں گے

میں ہوں گے۔ جزا کے دن وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ دوزخ سے کبھی باہر نہ نکل سکیں گے۔

وَ	مَآ	اَدْرٰىكَ	مَا	يَوْمُ	الدِّيْنِ ۙ	ثُمَّ	مَآ	اَدْرٰىكَ	مَا	يَوْمُ	الدِّيْنِ ○
اور	کیا	خبر	کہ	دن	جزا	پھر	کیا	تجھے خبر	کیا	دن	جزا و سزا کا

تجھے کیا خبر کہ جزا کا دن کیسا ہے؟ پھر (کہتے ہیں) تجھے کیا خبر کہ جزا کا دن کیسا ہے؟

يَوْمَ	لَا	تَمْلِكُ	نَفْسٌ	لِّنَفْسٍ	شَيْـًٔا ۭ	وَ	الْاَمْرُ	يَوْمَىِٕذٍ	لِّلّٰهِ ○
دن	نہ	کر سکے گا	کوئی شخص	شخص کے لیے	کوئی چیز	اور	حکم	اس دن	اللہ کے لیے

وہ دن ایسا ہے کہ کوئی شخص کسی کے لیے کچھ نہ کر سکے گا اور سارا حکم اس دن اللہ ہی کا ہوگا۔ (الانفطار 82: 6 تا 19)

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اِنْفَطَرَتْ	جب (آسمان) پھٹ جائے گا	رَكَّبَ	اکٹھا کیا/ایک شکل دینے کے لیے جوڑ دیا۔
اِذَا	جب	دِيْنٌ	حساب/جزا و سزا/مراد قیامت
كَوَاكِبُ	ستارے (واحد کَوْکَبٌ)	كِرَامٌ	معزز/جلیل القدر (واحد کَرِیْمٌ)
اِنْتَثَرَتْ	بکھر جائیں گے	كَاتِبِيْنَ	لکھنے والے (واحد کَاتِبٌ)
فُجِّرَتْ	بہا دیے جائیں گے	نَعِيْمٌ	آرام/آسائش/خوشی
اَخَّرَتْ	پیچھے چھوڑا (مال وراثت وغیرہ)	فُجَّارٌ	بدکار لوگ (واحد فَاجِرٌ)
بُعْثِرَتْ	کھودی جائیں گی/اکھاڑی جائیں گی	جَحِيْمٌ	تیز دہکتی ہوئی آگ/جہنم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
قَدَّمَتْ	آگے بھیجا یعنی صدقات و اعمال	يَصْلَوْنَ	آگ میں داخل ہوں گے
سَوّٰى	درست کیا	غَآئِبِيْنَ	غیر حاضر/جدا/الگ (واحد غَآئِبٌ)
عَدَلَ	سنوارا/مناسبت کے ساتھ بنایا		

تشریح: اس سورت میں قیامت اور قیامت کے واقعات بیان کرکے انسان کی توجہ اخروی زندگی کی طرف دلائی گئی ہے۔ آیات کی تشریح مندرجہ ذیل ہے:

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ .... قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ﴾

ان آیات میں قیامت کا حال اور منظر پیش کیا گیا ہے کہ قیامت ایک بہت بڑے انقلاب کا نام ہے جس میں سارے کا سارا نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ آسمان پھٹ جائے گا۔ فلکی نظام تباہ و برباد ہو جائے گا۔ ستارے ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائیں گے۔ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، سمندر بہہ نکلیں گے اور ان کا پانی پھیل جائے گا۔ قرآن کریم کی دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت حضرت اسرافیل کے صور پھونکنے پر برپا ہوگی۔ پہلے مرحلے میں کائنات کا نظام ختم ہو جائے گا۔ دوسرے مرحلے پر پھر حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے جس پر تمام مردے زندہ ہو جائیں گے اور اپنی اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور کائنات ایک نئے نظام کے تحت موجود ہوگی اس دن کو "یوم البعث" کہتے ہیں۔ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد لوگوں کے اعمال کا جائزہ لیا جائے گا۔ ہر شخص کے سامنے اس کا نامۂ اعمال رکھا جائے گا۔ اس نامۂ اعمال کو اللہ کے معزز فرشتے جو کراماً کاتبین کہلاتے ہیں، پوری تفصیل کے ساتھ لکھتے رہتے ہیں۔ یہ اعمال نامہ نیک لوگوں کے داہنے ہاتھ میں اور بدکار لوگوں کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس دن عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے کیے جائیں گے اور ہر آدمی اپنی زندگی کے اعمال سے آگاہ ہو جائے گا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ .... مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾

ان آیات میں اللہ تعالیٰ انسان سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ اے انسان! تجھے اپنے مہربان رب کے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہر چیز کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ پھر انسان روز قیامت پر کیوں یقین نہیں رکھتا جب کہ قرآن نے قیامت کے تمام مراحل تفصیل سے بیان کر دیے ہیں۔ تو اپنے باعظمت رب سے کس لیے بے پروائی برت رہا ہے؟ انسان کا فرض تھا کہ اللہ کی مہربانیوں کو دیکھ کر اس کا شکرگزار بندہ بنتا۔ پھر یہ نافرمانی، سرکشی اور کفر کیوں؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی خوبصورت تخلیق کی نعمت کی یاددہانی کروائی ہے کہ اس نے انسان کو عدم سے وجود بخشا۔ انسان کے اعضا میں تناسب اور خوبصورتی رکھی۔ اس کے اعضا کو ایک مناسبت کے ساتھ بنایا۔ ان اعضا کو ترتیب ایسے دیا کہ ایک خوبصورت قد و قامت والا انسان معرضِ وجود میں آیا۔ اگر انسان اپنی جسامت پر ہی غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ میرے جسم کے مختلف اعضا اور موجودہ شکل و صورت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس پر جس قدر بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

﴿كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ .... مَا تَفْعَلُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے احسانات کے باوجود انسان میرا شکر ادا نہیں کرتا بلکہ الٹا ناشکری پر تلا ہوا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ وہ قیامت کے دن کا منکر ہے اور یوم حساب کو جھٹلاتا ہے اگر اُسے یقین ہوتا کہ ایک دن اللہ کے حضور حاضر ہو کر اپنے تمام اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی تو کبھی بھی گناہ کے قریب نہ پھٹکتا۔ شاید انسان کو معلوم نہیں کہ معزز لکھنے والے فرشتے اُس کے تمام اعمال کو لکھ رہے ہیں اور اُس پر بطور نگران مقرر ہیں۔ یہ اپنے فرض کو بخوبی سرانجام دیتے ہیں۔ ایک فرشتے کی ذمہ داری اچھے اعمال لکھنا اور دوسرے کی ذمہ داری

برے اعمال لکھتا ہے۔ان فرشتوں کا اللہ کے ہاں بہت بلند مقام ہے۔یہ فرشتے ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی لکھ لیتے ہیں مگر انسان کو اس بات کا علم نہیں ہے اور نہ ہی اس بات پر یقین ہے اگر اس بات پر یقین ہوتا تو کبھی بھی گناہ کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ .... عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ﴾

قیامت کے روز اعمال کی جانچ پڑتال کے بعد نیکوکاروں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا' جہاں کی زندگی ہر قسم کے غم وفکر سے پاک ہوگی۔ہر قسم کا آرام اہلِ جنت کو ملے گا اور کسی قسم کی بیہودگی وہاں دیکھنے میں نہیں آئے گی۔یہاں وہ مثالی زندگی نصیب ہوگی جس کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔نیکوکار یہاں عیش وآرام کی دائمی زندگی گزاریں گے۔برخلاف اس کے بدکار لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا جہاں بڑا دردناک عذاب ہوگا اور زندگی مصائب ومشکلات کا مجسمہ ہوگی۔جو لوگ جہنم میں داخل ہوں گے وہ اس سے باہر نہ نکل سکیں گے۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ .... یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾

آخر میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان! یوم الحساب کے بارے میں تو کیا جانے کہ وہ دن کیسا ہے؟ شاید تجھے خیال ہو کہ اس دن کوئی کسی کے لیے کچھ کر سکے گا تو یہ خیال غلط ہے۔اس دن صرف اللہ تعالیٰ کا حکم چلے گا۔کوئی کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکے گا۔تمام جھوٹے معبود اس دن ناکام ہو جائیں گے اور تمام جھوٹے اقتدار ختم ہو جائیں گے اس دن اللہ کے حکم کا دور دورہ ہوگا اور اقتدار اعلیٰ بھی اسی کے پاس ہوگا۔قرآن میں ارشاد ہے:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

ترجمہ: "آج کے دن (قیامت کے دن) بادشاہت کس کی ہے' اللہ کی جو یکتا اور غالب ہے۔"

انسان کو چاہیے کہ ایسے دن سے غافل نہ رہے بلکہ اس کے لیے فکر کرے۔اس دن کی تیاری کے لیے نیک اعمال کرنا ضروری ہے۔

12

الٓمّٓ ۝	ذٰلِكَ	الْكِتٰبُ	لَا	رَيْبَ ۛ	فِيْهِ	هُدًى	لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝	الَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ
الف لام میم	وہ	کتاب	نہیں	شک	اس میں	راہ دکھانے والی	پرہیزگاروں کے لیے	جو	ایمان لاتے ہیں
الف لام میم۔ اس کتاب میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں۔ راہ دکھاتی ہے ان پرہیزگاروں کو جو									

يُؤْمِنُوْنَ	بِالْغَيْبِ	وَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ	مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ ۝
ایمان لاتے ہیں	غیب پر	اور	قائم کرتے ہیں	نماز	اور	سے جو	ہم نے ان کو رزق دیا	وہ خرچ کرتے ہیں
ان دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ان کو ہم نے دیا ہے' اس میں سے خرچ کرتے ہیں								

وَ	الَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	وَ	مَآ	اُنْزِلَ	مِنْ	قَبْلِكَ ۚ
اور	جو	ایمان لاتے ہیں	اس پر	نازل کی گئی	آپ کی طرف	اور	جو	نازل کی گئی	سے	آپ سے پہلے
اور وہ ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو آپ پر نازل کی گئی ہے۔ اور ان کتابوں پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں										

وَ	بِالْاٰخِرَةِ	هُمْ	يُوْقِنُوْنَ ۝	اُولٰٓئِكَ	عَلٰى	هُدًى	مِّنْ	رَّبِّهِمْ ۗ	وَ	اُولٰٓئِكَ
اور	آخرت پر	وہ	یقین رکھتے ہیں	یہی لوگ	پر	ہدایت	طرف سے	اپنے رب	اور	یہی لوگ
اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور صرف یہی لوگ										

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 9th CLASS (PUNJAB)

هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ O	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	سَوَآءٌ	عَلَيْهِمْ	ءَاَنْذَرْتَهُمْ	اَمْ	لَمْ	تُنْذِرْهُمْ
وہ	فلاح پانیوالے ہیں	بیشک	جنہوں	کفرکیا	برابر ہے	ان پر	آپ ڈرائیں ان کو	یا	نہ	آپ ان کو ڈرائیں

مراد کو پہنچنے والے ہیں بیشک جو لوگ کفر پر جم چکے ہیں ان کے لیے برابر ہے خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں

لَا	يُؤْمِنُوْنَ O	خَتَمَ	اللّٰهُ	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	وَ	عَلٰى	سَمْعِهِمْ ؕ	وَ	عَلٰى	اَبْصَارِهِمْ
نہیں	وہ ایمان لائیں گے	مہر لگادی	اللہ	پر	ان کے دلوں	اور	پر	ان کے کانوں	اور	پر	ان کی آنکھیں

وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ گویا اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر

غِشَاوَةٌ	وَّ	لَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ O	وَ	مِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّقُوْلُ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ
پردہ ہے	اور	ان کے لیے	عذاب	بڑا	اور	سے	لوگوں	جو	وہ کہتا ہے	ہم ایمان لائے	اللہ پر

پردہ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ اور ان لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے

وَ	بِالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَمَا	هُمْ	بِمُؤْمِنِيْنَ O	يُخٰدِعُوْنَ	اللّٰهَ	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا ۚ	وَ	مَا
اور	دن پر	آخرت	اور نہیں	وہ	ایمان والے	وہ دھوکہ دیتے ہیں	اللہ	اور	وہ جو	ایمان لائے	اور	نہیں

اور آخرت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ وہ

يَخْدَعُوْنَ	اِلَّآ	اَنْفُسَهُمْ	وَ	مَا	يَشْعُرُوْنَ O	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ ۙ
وہ دھوکہ دیتے ہیں	مگر	خودکو	اور	نہیں	وہ سمجھتے ہیں	میں	ان کے دلوں	بیماری

اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور سمجھتے نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے

فَزَادَهُمُ	اللّٰهُ	مَرَضًا ۚ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ۙ	بِمَا	كَانُوْا	يَكْذِبُوْنَ O
پس ان کیلئے بڑھادی	اللہ	بیماری	اور	ان کیلئے	عذاب	دردناک	بوجہ اس کے	وہ تھے	جھوٹ بولتے

تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھا دی اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے بوجہ اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	لَا	تُفْسِدُوْا	فِي	الْاَرْضِ ۙ	قَالُوْا	اِنَّمَا	نَحْنُ
اور	جب	کہا جائے	ان کو	نہ	فساد کرو	میں	زمین	انہوں نے کہا	بیشک	ہم

اور جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ برپا کرو تو وہ کہتے ہیں ہم تو

مُصْلِحُوْنَ O	اَلَآ	اِنَّهُمْ	هُمُ	الْمُفْسِدُوْنَ	وَلٰكِنْ	لَّا	يَشْعُرُوْنَ O	وَ	اِذَا
اصلاح کرنیوالے	خبردار	بیشک وہ	وہ	فساد کرنیوالے	لیکن	نہیں	وہ سمجھتے	اور	جب

اصلاح ہی کرنے والے ہیں۔ یاد رکھو بیشک وہی لوگ فسادی ہیں مگر سمجھتے نہیں۔

قِيْلَ	لَهُمْ	اٰمِنُوْا	كَمَآ	اٰمَنَ	النَّاسُ	قَالُوْٓا	اَنُؤْمِنُ
کہا جائے	ان کو	تم ایمان لاؤ	جیسے	ایمان لائے	لوگ	انہوں نے کہا	کیا ہم ایمان لائیں

اور جب ان سے کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے اور لوگ لائے تو وہ کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں

كَمَآ	اٰمَنَ	السُّفَهَآءُ ط	اَلَآ	اِنَّهُمْ	هُمُ	السُّفَهَآءُ	وَلٰكِنْ	لَّا	يَعْلَمُوْنَ O	وَ
جیسے	ایمان لائے	بے وقوف لوگ	خبردار	بیشک وہ	وہ	بے وقوف لوگ	لیکن	نہیں	وہ جانتے	اور
جس طرح بے وقوف لوگ ایمان لائے۔ یاد رکھو بیشک یہی ہیں بیوقوف مگر وہ جانتے نہیں۔										

اِذَا	لَقُوا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا ج	وَ	اِذَا	خَلَوْا	اِلٰى
جب	وہ ملتے	جو	ایمان لائے	وہ کہتے	ہم ایمان لائے	اور	جب	وہ اکیلے ہوتے	طرف
اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب شیطانوں کے ساتھ									

شَيٰطِيْنِهِمْ لا	قَالُوْٓا	اِنَّا	مَعَكُمْ	اِنَّمَا	نَحْنُ	مُسْتَهْزِءُوْنَ O
اپنے شیطانوں کے	وہ کہتے	بیشک ہم	تمہارے ساتھ	بیشک	ہم	مزاح کرنے والے
اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو بیشک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو (مسلمانوں سے) صرف مزاح کرتے ہیں (البقرہ2: 1-14)						

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
الٓمّٓ	یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں	مُصْلِحُوْنَ	اصلاح کرنے والے
رَيْبَ	شک و شبہ	يُخٰدِعُوْنَ	وہ دھوکا دیتے ہیں
يُوْقِنُوْنَ	یقین رکھتے ہیں	يَشْعُرُوْنَ	وہ شعور رکھتے ہیں
مُفْلِحُوْنَ	کامیابی حاصل کرنے والے	اَلْمُفْسِدُوْنَ	فسادی' فساد برپا کرنے والے (واحد مُفْسِدٌ)
سَوَآءٌ	برابر' مساوی	اَلسُّفَهَآءُ	بے وقوف لوگ (واحد سَفِيْهٌ)
اَنْذَرْتَ	تو نے ڈرایا' مراد آپ ڈرائیں	اِذَا لَقُوْا	جب ملاقات کرتے ہیں
اَمْ	یا	اِذَا خَلَوْا	جب اکیلے ہوتے ہیں' الگ ہوتے ہیں
لَمْ تُنْذِرْ	آپ نہ ڈرائیں	شَيٰطِيْنَ	بدمعاش ساتھی' منافقین اور کفار
خَتَمَ	مہر لگادی' بند کردیا	مُسْتَهْزِءُوْنَ	مزاح کرنے والے' ہنسی اُڑانے والے (واحد مُسْتَهْزِئٌ)
غِشَاوَةٌ	پردہ		

تشریح: ﴿الٓمّٓ O ذٰلِكَ الْكِتٰبُ .... هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

ابتدائی آیات میں قرآن مجید کی عظمت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید تمام شکوک وشبہات سے پاک کتاب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے نازل ہوئی ہے۔

قرآن پاک پر ایمان لانے اور نہ لانے کے لحاظ سے تمام انسانوں کے تین گروہ ہیں۔ پہلا گروہ متقی لوگوں کا ہے' جنہوں نے اس کتاب کو اللہ کا حکم سمجھ کر اس کے احکامات پر عمل کیا۔ اس کے اوامر پر سختی سے عمل کیا اور اس کی نواہی سے اجتناب کیا۔ اس گروہ نے قرآن مجید سے پورا اور مکمل فائدہ حاصل کیا اور یہی گروہ قرآنی اصطلاح میں متقی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقین کے درج ذیل اوصاف گنوائے ہیں۔

1-ایمان بالغیب: متقین کا پہلا وصف یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں یعنی اللہ کی ذات' جنت' جہنم' وحی اور ملائکہ پر ان کا ایمان ہوتا

ہے۔ان کے دلوں میں خوف خدا ہوتا ہے۔وہ نیکی اور برائی کی تمیز کرتے ہیں اور ہمیشہ ہدایت کی جستجو میں رہتے ہیں۔وہ قرآن مجید کو ہدایت کا سرچشمہ سمجھتے ہیں۔

2- **اقامتِ صلوٰۃ:** متقین کا دوسرا وصف یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے عطا کردہ فرائض میں کسی قسم کی غفلت یا سستی کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ اس کی ادائیگی کا پورا خیال رکھتے ہیں۔بالخصوص نماز پنجگانہ کا کیونکہ یہ دینِ اسلام کی اہم ترین عبادت ہے۔

3- **انفاق فی سبیل اللہ:** متقین کا ایک وصف یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کے دیے ہوئے مال سے غربا اور مساکین کی مدد کرتے ہیں۔کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ان کے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اس لیے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔

4- **ایمان بالکتب:** قرآن مجید اور اس سے پہلے نازل شدہ کتابوں مثلاً تورات' انجیل' زبور وغیرہ کو برحق ماننا' بھی ان متقیوں کا وصف ہوتا ہے۔

5- **ایمان بالآخرۃ:** اہل تقویٰ آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بعث کے بعد حشر' قیامت اور جزا و سزا کو برحق مانتے ہیں۔

اس کے بعد ایمان لانے والوں کا اور مذکورہ بالا اوصاف کے حامل افراد کا اجر و انعام بیان ہوا ہے کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔گویا کامیابی کے لیے ایمان بالغیب' نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی' کتابوں اور آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ .... عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

ان آیات میں دوسرے گروہ کفار کا تذکرہ ہے۔اس گروہ نے اپنی ہٹ دھرمی اور ضد بازی کی وجہ سے دینِ اسلام قبول نہیں کیا۔ان پر رسول ﷺ کی تبلیغ اور عذابِ الٰہی کی وعید بے معنی اور بے کار ہو کر رہ گئی۔گویا ان کو ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی ضد بازی کی وجہ سے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی گئی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہے۔گویا حق اور ہدایت کی بات سننا اور دیکھنا ان کے بس کی بات نہیں۔کفار کے اس گروہ کا انجام یہ ہوگا کہ قیامت کے دن ان کے اعمال کی وجہ سے انہیں دردناک عذاب ملے گا اور ہمیشہ کے لیے جہنم ان کا ٹھکانا بن جائے گا۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ .... كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾

ان آیات میں منافقین کی حالت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔یہ تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو زبانی طور پر تو ایمان لے آئے لیکن دل سے وہ اب بھی کافر ہیں۔ان کے ظاہر اور باطن میں تضاد ہے۔یہ اسلام کے عروج کو دیکھ کر مسلمانوں میں شامل ہو گئے ہیں۔درحقیقت یہ لوگ کافر ہیں۔یہ لوگ درپردہ مسلمانوں کے خلاف ہر وقت ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ان کے دلوں میں نفاق ہے۔اس نفاق کو اللہ نے قلبی بیماری سے تعبیر کیا ہے۔نفاق کی یہ بیماری منافقین کی مسلسل ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے بڑھتی جا رہی ہے۔ظاہر ہے جب بیماری کا علاج نہیں کیا جاتا تو وہ بڑھتی جاتی ہے۔ان کا خیال ہے کہ اس منافقت کی وجہ سے ان کو کچھ فائدہ پہنچ جائے گا لیکن ایسا ممکن نہیں ہے ایسے لوگ اصلاح کے پردے میں فساد برپا کرتے ہیں اور ایمان کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی توہین کرتے ہیں اور ان کو بیوقوف سمجھتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اس نفاق کی وجہ سے نقصان ان کو ہی پہنچ رہا ہے۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا .... وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴾

ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ منافقین اپنے نفاق کی وجہ سے فساد فی الارض کے مرتکب ہو رہے ہیں۔یہ لوگ اصلاح کے پردے میں فساد پھیلاتے ہیں اور صحیح طور پر ایمان بھی نہیں لاتے۔جب بھی کوئی ان کو فساد نہ کرنے اور ایمان لانے کی تلقین کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم فساد نہیں بلکہ اصلاح کرتے ہیں۔حقیقت میں وہ مسلمانوں کو تکلیف دینے کا اور سازش کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔حقیقت میں وہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں۔

﴿وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا .... وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ﴾

اس آیت میں منافقین کا ایک رویہ بیان کیا جارہا ہے کہ وہ حق کا ساتھ دینے والوں کو احمق سمجھتے ہیں۔ جب لوگ ان سے کہتے ہیں کہ تم صدقِ دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ ایمان کیوں نہیں لاتے جس طرح کہ دوسرے لوگ لاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ خلوصِ دل کے ساتھ ایمان لاتے ہیں وہ انتہائی بے وقوف ہیں۔ انہوں نے خواہ مخواہ لوگوں کی مخالفت مول لی ہے۔ ان لوگوں کے مقابلے میں ہماری روش انتہائی دانشمندانہ ہے کہ اہلِ ایمان کے ساتھ بھی دوستی ہے اور اہلِ کفر کے ساتھ بھی۔ دراصل یہ لوگ محض دنیاوی مفاد کو مدِ نظر رکھتے ہیں۔ ان کا خیال کس قدر باطل ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ایمان لا کر اپنا گھر بار چھوڑا اور دنیاوی نقصان اُٹھایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا جواب یوں دیا ہے کہ درحقیقت یہ لوگ خود ہی بے وقوف ہیں جنہوں نے چند روزہ دنیاوی زندگی کو ہی اصل سمجھ لیا ہے۔ عقل مندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان عارضی نقصان کر کے دائمی فائدہ حاصل کرے۔ جس سے یہ منافق محروم ہیں۔ انہوں نے تو اپنے منافقانہ طرزِ عمل سے اخروی زندگی کو تباہ و برباد کر لیا۔ درحقیقت یہی لوگ بے وقوف ہیں۔

﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا .... نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ﴾

اس آیت میں منافقین کے طرزِ عمل کو بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں اور تمہارے ساتھی ہیں۔ ہمارا کافروں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر جب وہ کفر کے سرداروں سے ملتے ہیں جنہیں قرآن نے شیطان کہا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھی ہیں۔ مسلمانوں کے سامنے ایمان کا دعویٰ کرنا تو صرف انہیں بے وقوف بنانے کے لیے ہے۔ یہ دعویٰ کر کے دراصل ہم مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ تو ان کے ساتھ ہنسی مذاق ہے۔ حقیقت میں تو ہم تمہارے ہی ساتھی ہیں۔ ہمارا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ وہ اللہ یا مسلمانوں کو بے وقوف نہیں بنا رہے بلکہ اپنی نادانی کے باعث خود بے وقوف بن رہے ہیں۔

13

لَیْسَ	الْبِرَّ	اَنْ	تُوَلُّوْا	وُجُوْھَکُمْ	قِبَلَ	الْمَشْرِقِ	وَالْمَغْرِبِ	وَلٰکِنَّ	الْبِرَّ
نہیں	نیکی	کہ	تم پھیر لو	اپنے چہرے	طرف	مشرق	اور مغرب	اور لیکن	نیکی
ساری نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ ساری نیکی									

مَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰہِ	وَالْیَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَالْمَلٰٓئِکَۃِ	وَالْکِتٰبِ	وَالنَّبِیّٖنَ	وَاٰتَی	الْمَالَ	عَلٰی
جو	وہ ایمان لایا	اللہ پر	اور دن	آخرت	اور فرشتے	اور کتاب	اور نبیوں	اور اس نے دیا	مال	پر
(اس نے کمائی) جو اللہ پر، قیامت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لایا۔ اور جس نے مال دیا										

حُبِّہٖ	ذَوِی	الْقُرْبٰی	وَالْیَتٰمٰی	وَالْمَسٰکِیْنَ	وَابْنَ السَّبِیْلِ	وَالسَّآئِلِیْنَ	وَ	فِی
اسکی محبت	اہل	قرابت	اور یتیموں	اور مساکین	اور مسافروں	اور سوال کرنے والے	اور	میں
اللہ کی محبت میں رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور گردنیں چھڑانے والوں کو دیا								

الرِّقَابِ	وَاَقَامَ	الصَّلٰوۃَ	وَاٰتَی	الزَّکٰوۃَ	وَالْمُوْفُوْنَ	بِعَھْدِھِمْ	اِذَا	عٰھَدُوْا	وَالصّٰبِرِیْنَ
گردنیں	اور قائم کی	نماز	اور دی	زکوٰۃ	اور پورا کرنیوالے	اپنے وعدے	جب	وہ وعدہ کریں	اور صبر کرنیوالے
اور جس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور وہ جو اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے ہیں، جب عہد کریں اور وہ جو تنگی، بیماری اور جنگ کی									

فِیْ	الْبَاْسَآءِ	وَالضَّرَّآءِ	وَحِیْنَ الْبَاْسِ	اُولٰٓئِکَ	الَّذِیْنَ	صَدَقُوْا ؕ	وَاُولٰٓئِکَ	ھُمُ	الْمُتَّقُوْنَ O
میں	تنگی	اور بیماری	اور جنگ کے وقت	یہی لوگ	جنہوں نے	سچ کر دکھایا	اور یہی لوگ	وہ	پرہیزگار
حالت میں صبر کرنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے (قول و عمل میں) سچ کر دکھایا اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں (البقرہ 177:2)									

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بِرٌّ	نیکی بھلائی	رِقَاب	گردنیں (واحد رَقَبَۃٌ) مراد غلامی یا قرض سے گردنیں چھڑانے والے
اَنْ تُوَلُّوْا	کہ تم پھیرو		
وُجُوْہٌ	منہ چہرے (واحد وَجْہٌ)	مُوْفُوْنَ	پورا کرنے والے (واحد مُوْفِیْ)
قِبَلَ	جانب	اَلْبَاْسَآءُ	تنگی غربت
اٰتَی	دیا	اَلضَّرَّآءُ	بیماری جانی مالی نقصان
ذَوِی الْقُرْبٰی	رشتے دار قربت والے	اَلْبَاْسُ	سختی جنگ
اِبْنَ السَّبِیْل	مسافر راہ گیر	صَدَقُوْا	انہوں نے سچ کر کے دکھایا سچ کہا

تشریح: اس آیت میں اجزائے ایمان ارکانِ اسلام اور اخلاقیات کا بیان ہوا ہے۔ تینوں کی تشریح مندرجہ ذیل ہے:

﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ ……… وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ﴾

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ نیکی مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کو نہیں کہتے۔ یعنی محض چند رسمی چیزیں اپنا لینے کا نام نیکی نہیں ہے بلکہ نیکی خلوص کے ساتھ ایمان لانے اور عمل کرنے کا نام ہے۔ اعتقادات کی درستی کے بغیر کوئی عبادت کام کی نہیں۔ اس لیے نیکی کی درستگی کے لیے ضروری ہے کہ اللہ، آخرت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر ایمان لایا جائے اور ان اعمال کے جو تقاضے ہیں وہ سچے دل سے پورے کیے جائے۔

﴿وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ……… فِی الرِّقَابِ﴾

نیکی اور بھلائی کے لیے ضروری ہے کہ اپنا مال اللہ کی راہ میں مندرجہ ذیل مستحقین پر خرچ کیا جائے۔

1- **ذَوِی الْقُرْبٰی:** ذوی القربیٰ کا معنی ہوتا ہے قریبی رشتہ دار۔ صدقات و خیرات کے سب سے زیادہ مستحق غریب رشتہ دار ہوتے ہیں۔ اس لیے قرآن کریم نے بھی انہیں پہلے نمبر پر رکھا ہے۔

2- **اَلْیَتٰمٰی:** جن بچوں کے سروں سے بچپن ہی سے باپ کا سایا اٹھ گیا ہو انہیں "یتامیٰ" کہا جاتا ہے۔ رشتہ داروں کے بعد یہ صدقات و خیرات کے مستحق ہوتے ہیں۔

3- **اَلْمَسٰکِیْنَ:** مستحقین میں سے تیسرے نمبر پر مساکین ہیں۔ یعنی معاشرہ کے ایسے افراد جنہیں امداد کی ضرورت ہو مگر اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہو۔

4- **اِبْنَ السَّبِیْل:** مسافر اور راہ گزر کو "ابن السبیل" کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسے مسافر جنہیں سفر کے دوران مالی امداد کی ضرورت پیش آئے خواہ وہ اپنے وطن میں امیر ہی کیوں نہ ہوں۔ راستے میں ضرورت کی وجہ سے ان کی مدد کی جاسکتی ہے۔

5- **اَلسَّآئِلِیْنَ**: پانچویں نمبر پر وہ لوگ ہیں جو مالی امداد کے خواہاں ہوں اور محتاجی نے انہیں سوال کرنے پر مجبور کر دیا ہو۔ ایسے سائلوں کی امداد کرنا ثواب کا کام ہے اور انہیں سختی سے جواب دینے کی ممانعت ہے۔ قرآن کریم میں ایسے سائلوں کے لیے آیا ہے:

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ) ترجمہ: اور مانگنے والے کو مت جھڑکیے۔

بلکہ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایسے لوگوں کی مدد کی جائے جو محتاج ہونے کے باوجود کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے۔ ان کے چہرے احتیاج اور تنگی کو ظاہر کرتے ہیں۔

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (البقرۃ: 273)

ترجمہ: تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا' وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے (ایسے لوگ امداد کے زیادہ حق دار ہیں)۔

6- **اَلرِّقَابِ**: غلامی یا قرض کے بوجھ سے اپنے آپ کو آزاد کرانے والے بھی مالدار لوگوں کی امداد کے مستحق ہیں۔ اسلام جب دُنیا میں آیا تو غلامی کا دور دورہ تھا۔ اسلام نے ایسی تدابیر اختیار کیں کہ غلامی رفتہ رفتہ ختم ہوتی گئی۔ اسلام نے غلاموں کی رہائی میں خرچ کرنے کی تاکید فرمائی اور مختلف گناہوں کا کفارہ آزاد کرنا قرار دیا۔

﴿وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ .... هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾

اس آیت میں مالی امداد کے مستحقین کا ذکر کرنے کے بعد جسمانی اور مالی عبادات میں سے نماز اور زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا۔ ارکان اسلام میں اولین اہمیت نماز اور زکوٰۃ کو حاصل ہے۔ اگر ایک مسلمان نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں سستی نہیں کرتا تو دیگر تمام فرائض و واجبات کی ادائیگی میں سستی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حقیقی نیکی انہوں نے کی جنہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی۔

عبادات کے بعد اخلاقیات کا ذکر ہے۔ اخلاق میں بھی دو اہم ترین باتوں کا ذکر ہوا ہے۔ ایفائے عہد اور صبر۔ ایک کا تعلق قول سے ہے اور دوسرے کا عمل سے۔ یعنی مسلمان قول اور عمل دونوں لحاظ سے بلند درجے پر فائز ہوں۔

(i) **ایفائے عہد**: ایفائے عہد کا معنی ہوتا ہے وعدہ پورا کرنا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ○

ترجمہ: ''عہد پورا کرو کیونکہ تم سے (قیامت کے دن) عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی۔''

ایک مسلمان کو عہد کا پکا اور قول کا دھنی ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ کہے کچھ اور کرے کچھ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ **اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ** ''جب وعدہ کرے تو اُس کی خلاف ورزی کرے۔''

(ii) **صبر**: صبر سے مراد ہے کٹھن حالات میں اپنے جذبات پر قابو رکھنا۔ قرآن اور حدیث میں کئی مقامات پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ یہ ایک بلند اخلاقی صفت ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں صبر کے تین بہت کڑے اور سخت مواقع بیان ہوئے ہیں۔

1- **اَلْبَاْسَآءُ**: جب مالی تنگی پہنچے یعنی آدمی کی بنیادی ضروریات پوری نہ ہوں یا بمشکل پوری ہوں۔

2- **اَلضَّرَّآءُ**: جب کوئی بیماری لاحق ہو تو انسان کوئی ناشکری کا کلمہ نہ کہے بلکہ اللہ سے صحت کی دعا کرے۔

3- **اَلْبَاْسُ**: جب میدان جنگ میں گھمسان کی لڑائی ہو تو صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا جائے۔ اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ جو شخص ان صفات سے متصف ہوگا کامیابی اور کامرانی اس کے قدم چومے گی۔ اس امر کی طرف اس مشہور آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ جو افراد صدق دل کے ساتھ ان عقائد کو اپنائیں گے، پابندی کے ساتھ ان عبادات کو انجام دیں گے اور خلوص کے ساتھ ان اخلاق کو اپنائیں گے وہی صحیح معنوں میں سچے مسلمان ہیں اور ایسے ہی لوگ متقی کہلانے کے حقدار ہیں۔

14

مَثَلُ	الَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	كَمَثَلِ	حَبَّةٍ	اَنْۢبَتَتْ
مثال	جو	وہ خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	میں	راستہ	اللہ	ایسے ہے جیسے	ایک دانہ	نکلیں

ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ کہ اس سے سات

سَبْعَ	سَنَابِلَ	فِيْ	كُلِّ	سُنْۢبُلَةٍ	مِّائَةُ	حَبَّةٍ ؕ	وَ	اللّٰهُ	يُضٰعِفُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ ؕ
سات	بالیاں	میں	ہر	بالی	سو	دانہ	اور	اللہ	اضافہ کرتا ہے	جس کے لیے	وہ چاہتا ہے

بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے اور بھی بڑھاتا ہے

وَ	اللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ O	اَلَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	ثُمَّ
اور	اللہ	وسعت والا	جاننے والا	وہ جو	خرچ کرتے ہیں	اپنا مال	میں	اللہ کی راہ	پھر

اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے، علیم ہے۔ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں

لَا	يُتْبِعُوْنَ	مَآ	اَنْفَقُوْا	مَنًّا	وَّ	لَآ	اَذًى ۙ	لَّهُمْ	اَجْرُهُمْ
نہیں	وہ پیروی کرتے ہیں	جو	انہوں نے خرچ کیا	احسان	اور	نہ	دل آزاری	ان کے لیے	ان کا اجر

پھر خرچ کرکے احسان نہیں جتاتے اور نہ ہی دل آزاری کرتے ہیں، ان کے لیے

عِنْدَ	رَبِّهِمْ ۚ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ O	قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ	وَّ مَغْفِرَةٌ
پاس	ان کا رب	اور نہیں	خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے	کلام اچھا	اور درگزر

ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے۔ نہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ خوش کلامی اور درگزر اس خیرات سے بہتر ہے

خَيْرٌ	مِّنْ	صَدَقَةٍ	يَّتْبَعُهَآ	اَذًى ؕ	وَاللّٰهُ	غَنِيٌّ	حَلِيْمٌ O
بہتر	سے	خیرات	وہ اس کی پیروی کرتا ہے	دل آزاری	اور اللہ	بے نیاز	تحمل والا

جس کے پیچھے دل آزاری ہو، اور اللہ بہت بے نیاز ہے، نہایت تحمل والا ہے (البقرہ، 2:261-263)

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
يُنْفِقُوْنَ	خرچ کرتے ہیں	يُضٰعِفُ	بڑھاتا ہے، دوگنا کرتا ہے
حَبَّةٍ	دانہ	مَنًّا	منت، احسان
سَنَابِلَ	بالیاں، خوشے (واحد سُنْبُلَةٌ)	اَذًى	ایذا، تکلیف

تشریح:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ .... وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت نہایت دلنشین مثال کے ذریعے بیان کی ہے۔ جس طرح کسان زمین میں ایک دانا بوتا ہے پھر اس سے ایک پودا اُگتا ہے۔ اس پودے سے سات بالیاں نکلتی ہیں۔ ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔ اس طرح مجموعی طور پر کسان کو اس پودے سے سات سو دانے ملتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کیے ہوئے مال کا اجر بھی سات سو گنا ملتا ہے۔ جو ہستی ایک دانے سے سینکڑوں دانے پیدا کر سکتی ہے اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ اپنی راہ میں مال خرچ کرنے والے کو اتنا ہی بدلہ دے دے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ وہ جتنا چاہے اجر دے سکتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ارادوں اور نیتوں سے واقف ہے اس لیے لوگوں کی نیتوں کے مطابق اجر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے سات سو گنا سے بھی زیادہ ثواب بڑھا دیتا ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ .... وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جس شخص کو راہ حق میں کچھ دیا جائے اس پر احسان نہ جتلایا جائے نہ اس کی دل آزاری کی جائے، نہ ہی طعنہ دے کر اس کی خودداری کو ٹھیس پہنچائی جائے۔ دراصل اس آیت میں ان لوگوں کو اصلاح کی دعوت دی گئی ہے جو دوسروں پر کچھ خرچ کر کے انہیں احسان جتلا کر شرمندہ کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ انفاق فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب سے محروم رہیں گے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو بغیر کسی لالچ کے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ قیامت کے روز انہیں اس کا بدلہ یہ ملے گا کہ نہ تو انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ .... وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ خوش کلامی اور درگزر سے کام لینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد سائل یا مسکین کو تکلیف دی جائے۔ بعض اوقات انسان کو ایسے ضدی سائل سے واسطہ پڑ جاتا ہے جس کی انسان دل سے خدمت نہیں کرنا چاہتا۔ چونکہ قرآن مجید میں سائل کو جھڑکنے سے منع کیا گیا ہے اس لیے ایسی صورت حال میں اُسے خوش کلامی سے ٹال دینا اس امداد سے بہتر ہے جس کے بعد اُسے برا بھلا کہہ کر ذہنی تکلیف پہنچائی جائے۔ یہاں انسان کو بتایا جا رہا ہے کہ جیسے اللہ کی ذات غنی ہے اور حلیم ہے، اسی طرح انسان کو بھی مستغنی اور متحمل مزاج ہونا چاہیے۔

15

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	كُوْنُوْا	قَوّٰمِيْنَ	بِالْقِسْطِ	شُهَدَآءَ	لِلّٰهِ
اے	وہ جو	ایمان لائے	تم ہو جاؤ	خوب قائم رہنے والے	انصاف پر	گواہی دینے والے	اللہ کے لیے
اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنے رہو							

وَ	لَوْ	عَلٰٓى	اَنْفُسِكُمْ	اَوِالْوَالِدَيْنِ	وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ	اِنْ	يَّكُنْ	غَنِيًّا	اَوْ	فَقِيْرًا
اور	اگرچہ	پر، برخلاف	تمہاری ذات	یا والدین	اور رشتہ دار	اگرچہ	وہ ہو	امیر	یا	غریب
اور اگرچہ اپنی ہی ذات کے خلاف ہو یا والدین اور رشتہ داروں کی مخالفت میں ہو۔ وہ شخص امیر ہو یا غریب (تم اس بات کا خیال نہ کرو)										

فَاللّٰهُ	اَوْلٰى	بِهِمَا	فَلَا	تَتَّبِعُوا	الْهَوٰٓى	اَنْ	تَعْدِلُوْا ۚ	وَاِنْ
پس اللہ	قربت/تعلق	ان دونوں کے ساتھ	پس نہیں	وہ پیروی کرتے	خواہش نفس	کہ	تم حق سے ہٹ جاؤ	اور اگر
پس اللہ کا ان دونوں کے ساتھ تم سے زیادہ تعلق ہے۔ پس تم خواہش نفس کی پیروی نہ کرو ایسا نہ ہو کہ تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم لگی لپٹی								

تَلْوٗا	اَوْ	تُعْرِضُوْا	فَاِنَّ	اللّٰہَ	کَانَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِیْرًاO
تم سچ چھپاؤ گے	یا	تم پہلوتہی کرو گے	پس۔بیشک	اللہ	ہے	جو	تم کرتے ہو	خبر رکھنے والا
بات کرو گے یا سچائی سے پہلوتہی کرو گے (تو جان لو) کہ بلاشبہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے (النساء 4:135)								

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
کُوْنُوْا	تم ہو جاؤ	اَقْرَبِیْنَ	رشتے دار (واحد اَقْرَبُ)
قَوّٰمِیْنَ	خوب قائم رہنے والے مضبوطی سے جمے رہنے والے (واحد قَوَّامٌ)	لَا تَتَّبِعُوْا	پیروی نہ کرو
		اَلْھَوٰٓی	خواہش نفس
قِسْطٌ	عدل و انصاف	اِنْ تَلْوٗا	اگر تم الفاظ کے ہیر پھیر میں سچ کو چھپاؤ گے۔
لَوْ	اگرچہ	تُعْرِضُوْا	تم روگردانی کرو گے
عَلٰی	پر		

تشریح: اس آیت میں مسلمانوں کو حق و انصاف پر قائم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے اور شہادت کے سنہری اصول بیان کیے گئے ہیں۔

آیت کے پہلے حصے میں ایمان والوں کو حق و انصاف پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور انہیں تلقین کی گئی ہے کہ اللہ کی رضا کی خاطر سچی گواہی دینے والے بن جائیں۔ دنیا اور معاشرہ کے امن کا دارومدار انصاف پر ہے۔ جس معاشرے میں قانون کا بول بالا نہ ہو وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ اس لیے اسلام اپنے پیروکاروں کو سختی سے حق و انصاف پر کاربند رہنے کی تاکید کرتا ہے۔

انصاف کی بنیاد شہادت یعنی گواہی پر ہے۔ اگر گواہی دینے والا حقیقت کا اظہار نہ کرے تو قاضی اور جج کے لیے منصفانہ فیصلہ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ کہا گیا کہ شہادت محض اللہ کی خوشنودی اور انصاف قائم کرنے کے لیے ہو۔ گواہی دیتے وقت یہ خیال نہ رکھو کہ کس کو فائدہ پہنچے گا اور کس کو نقصان۔ گواہی سے اپنے آپ کو نقصان ہو یا والدین اور رشتہ داروں کو نقصان پہنچے اس بات کی پرواہ نہ کرو بلکہ حقیقت کو بیان کرو۔ اسی طرح گواہی دیتے وقت کسی کی امیری یا غریبی کا بھی خیال نہ کرو اور یہ مت سمجھو کہ سچی گواہی سے امیر ناراض ہو جائے گا یا غریب کا نقصان ہو جائے گا۔ یاد رکھو امیر اور غریب سب خدا کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ان دونوں کے ساتھ تمہارے مقابلے میں زیادہ تعلق ہے۔ اگر اپنے پرائے یا امیر اور غریب کا گواہی دیتے وقت یا حکم سناتے وقت خیال آ جائے تو انصاف کا حصول ناممکن بن جائے گا جس سے کائنات میں ظلم اور فساد کا دور دورہ ہوگا۔ اس لیے شہادت کے وقت اپنی خواہشات کی پیروی بھی نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ خواہش کے اتباع میں حق سے ہٹ جاؤ اور انصاف نہ کر سکو۔

یہ بھی یاد رکھو کہ گول مول گواہی دے کر حق کو چھپانے کی کوشش بھی نہ کرو اور شہادت کے لیے اگر بلایا جائے تو پہلوتہی مت کرو اور اعراض سے کام نہ لو۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت میں اسلام کے عطا کردہ نظامِ شہادت کے کچھ سنہری اصول بیان کیے گئے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

1- شہادت کی بنیاد انصاف پر ہو۔
2- شہادت میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔
3- شہادت کے وقت کسی کی امیری یا غریبی کو مدنظر نہ رکھا جائے، بلکہ صرف انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔

4- شہادت کے وقت کسی کے نفع یا نقصان کا خیال نہ رکھا جائے اور حق کا بول بالا کیا جائے۔

5- اپنی مرضی اور خواہش کو کسی صورت بھی شہادت میں حائل نہ ہونے دیا جائے۔

6- شہادت کے وقت واضح الفاظ استعمال کیے جائیں اور بات کو گول مول کر کے حقیقت چھپانے سے اجتناب کیا جائے۔

7- جب گواہی کے لیے بلایا جائے تو ٹال مٹول سے کام نہ لیا جائے اور نہ ہی جان چھڑانے کی کوشش کی جائے۔

16

وَ	مَنْ	يَّقْتُلْ	مُؤْمِنًا	مُّتَعَمِّدًا	فَجَزَآؤُهٗ	جَهَنَّمُ	خٰلِدًا	فِيْهَا	وَ
اور	جو	قتل کرے	مومن	جان بوجھ کر	پس اس کی سزا ہے	جہنم	ہمیشہ	اس میں	اور
اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور									

غَضِبَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَ	لَعَنَهٗ	وَ	اَعَدَّ لَهٗ	عَذَابًا	عَظِيْمًا ○
غضبناک ہوا	اللہ	اس پر	اور	اس پر لعنت کی	اور	اس نے اس کے لیے تیار کیا	عذاب	بڑا
اللہ اس پر غضبناک ہوا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے (النساء4:93)								

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مُتَعَمِّدًا	قصداً جان بوجھ کر	خَالِدًا	ہمیشہ رہنے والا
جَزَآؤُهٗ	بدلہ، سزا	اَعَدَّ	تیار کیا

تشریح: اس آیت میں قتلِ عمد کی سزا بیان ہوئی ہے۔ یہی سزا کافروں کی بھی ہے۔ گویا قرآن مجید کی رُو سے مسلمان کا قتل، کفر کرنے کے مترادف ہے۔ قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے انسانی خون کی اہمیت کو اس انداز میں بیان کیا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدہ:32)

ترجمہ: اگر کسی شخص نے کسی کو قتل کیا بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا ملک میں فساد برپا کیا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا۔

قتلِ عمد کی اخروی سزا یہ ہے کہ اللہ اس پر غصے ہوتا ہے، اسے اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے، اس کے لیے بڑا عذاب تیار کرتا ہے اور اسے گناہ کے بدلے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہ سخت سزا اس لیے ہے کہ ایک مسلمان کا دوسرے پر سب سے بڑا حق جان کا احترام ہے، جس کا تلف کرنا حقوق العباد میں سے بڑے حق کو تلف کرنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مقتول کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اس حق کی تلافی یا اصلاح ممکن نہیں۔ اس لیے ایسے قاتل کے لیے خوفناک اور دردناک عذاب ہے۔

اسلام ایک ایسے معاشرہ کے قیام کا خواہش مند ہے جس میں اخوت، محبت اور مساوات کا رنگ غالب ہو کیونکہ جب ایک ہی اللہ، رسول، کتاب اور دین کو ماننے والے آپس میں ایک دوسرے کے خون سے ہاتھ رنگنے لگیں تو اس سے بڑھ کر اسلام اور مسلمانوں کو کیا نقصان ہوگا۔

17

إِنَّ	اللّٰهَ	اشْتَرٰى	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَنْفُسَهُمْ	وَ	اَمْوَالَهُمْ	بِاَنَّ	لَهُمُ
بے شک	اللہ	اس نے خریدا	سے	مومنوں	ان کی جانیں	اور	ان کے مال	بے شک	ان کے لیے

بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کے جان و مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔

الْجَنَّةَ ؕ	يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	فَيَقْتُلُوْنَ	وَ	يُقْتَلُوْنَ ۟	وَعْدًا	عَلَيْهِ	حَقًّا
جنت	وہ جنگ کرتے ہیں	میں	راستہ	اللہ	پس وہ قتل کرتے ہیں	اور	وہ قتل کیے جاتے ہیں	وعدہ	اس پر	سچا

وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور (بھی) قتل ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے ذمہ یہ ایک سچا وعدہ ہے

فِي	التَّوْرٰىةِ	وَ	الْاِنْجِيْلِ	وَ	الْقُرْاٰنِ ؕ	وَ	مَنْ	اَوْفٰى	بِعَهْدِهٖ	مِنَ	اللّٰهِ
میں	تورات	اور	انجیل	اور	قرآن	اور	کون	سب سے بڑھ کر پورا کرنے والا	اپنا وعدہ	سے	اللہ

جو تورات انجیل اور قرآن میں ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے،

فَاسْتَبْشِرُوْا	بِبَيْعِكُمُ	الَّذِيْ	بَايَعْتُمْ	بِهٖ ؕ	وَ	ذٰلِكَ	هُوَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ○	اَلتَّآئِبُوْنَ
پس خوش ہو جاؤ	اپنے سودے پر	جو	تم نے سودا کیا	اس کیساتھ	اور	یہی	وہ	کامیابی	بڑی	توبہ کرنیوالے

پس خوش ہو جاؤ اس سودے پر جو تم نے اس (اللہ) سے کیا ہے۔ اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ وہ (غازی) توبہ کرنے والے،

الْعٰبِدُوْنَ	الْحٰمِدُوْنَ	السَّآئِحُوْنَ	الرّٰكِعُوْنَ	السّٰجِدُوْنَ	الْاٰمِرُوْنَ
عبادت کرنے والے	اللہ کی تعریف کرنے والے	سفر کرنے والے	رکوع کرنے والے	سجدہ کرنے والے	حکم دینے والے

عبادت کرنے والے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے اللہ کی خاطر سفر کرنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے نیکی کا حکم دینے

بِالْمَعْرُوْفِ	وَ	النَّاهُوْنَ	عَنِ	الْمُنْكَرِ	وَالْحٰفِظُوْنَ	لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ	وَبَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ○
نیکی کے ساتھ	اور	روکنے والے	سے	برائی	اور حفاظت کرنیوالے	اللہ کی حدود کی	اور خوش خبری	دو مومنوں کو

والے اور بدی سے روکنے والے اور اللہ کی حدوں یعنی احکام کا خیال رکھنے والے ہیں۔ ان مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔ (التوبہ 9: 111-112)

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اِشْتَرٰى	خرید لیا/ خریدا	اِسْتَبْشِرُوْا	خوش ہو جاؤ
يُقَاتِلُوْنَ	لڑائی کرتے ہیں	سَآئِحُوْنَ	جہاد، تبلیغ دین یا طلب علم کی خاطر سفر کرنے والے (واحد سَآئِحٌ)
يُقْتَلُوْنَ	قتل کیے جاتے ہیں	بَشِّرْ	خوشخبری سنائیے

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی .... هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انتہائی موثر طریقے سے مسلمانوں کو اپنی جانیں اور اپنے مال اللہ کی راہ میں قربان کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو یہ بات سمجھائی کہ تم اپنی جان و مال کے مالک نہیں ہو کیونکہ اللہ نے جنت کے بدلے تم سے یہ خرید لیے ہیں۔ اب یہ سب کچھ تمہارے پاس اللہ کی امانت ہے۔ اللہ جیسے چاہے ان میں تصرف کا حق رکھتا ہے۔ لڑائی کے وقت جان بچانا یا مال خرچ کرنے سے جی چرانا معاہدے کے خلاف ہے۔ ویسے بھی اللہ کو خالق و مالک ہونے کی حیثیت سے تمہاری جان اور دولت پر حقِ ملکیت حاصل تھا مگر اب تم نے اسلام قبول کر کے اپنی عارضی ملکیت کو بھی ختم کر ڈالا ہے اور جنت کے بدلے فروخت کر دیا ہے۔ اب بھی اگر تم منافقین کی طرح جان بچاؤ یا مال قربان کرنے سے گھبراؤ تو یہ اللہ کے ساتھ کیے ہوئے سودے کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمہارا یہ سودا بڑا نفع بخش ہے۔ تم نے اس سودے میں کھویا کچھ نہیں بلکہ کمایا ہی کمایا ہے۔ کیونکہ اللہ کے دیے ہوئے مال اور جان کو جنت کے بدلے فروخت کیا ہے۔ تم اس سودے پر خوشیاں مناؤ اور اللہ کا شکر بجا لاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے یہ سودا کر کے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔

﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ .... بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

اس آیت میں مجاہدینِ اسلام کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ مجاہد صرف تلوار کا ہی دھنی نہیں ہوتا بلکہ اس میں یہ صفات بھی پائی جاتی ہیں۔

(i) **اَلتَّآئِبُوْنَ:** مجاہدین کی پہلی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی ادنیٰ سی لغزش پر بھی نادم ہو کر توبہ کرنے والے ہوتے ہیں۔

(ii) **اَلْعٰبِدُوْنَ:** مجاہدینِ اسلام جہاد کے ساتھ ساتھ عبادت گزار بھی ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: "بہترین مجاہد وہ ہے جو دن کا گھڑ سوار اور رات کا عبادت گزار ہو۔"

(iii) **اَلْحٰمِدُوْنَ:** مجاہدین کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ ان کی زبانیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے تر رہتی ہیں۔

(iv) **اَلسَّآئِحُوْنَ:** مجاہدین کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ کسی ذاتی غرض یا مفاد کے لیے نہیں بلکہ اللہ کی خاطر سفر کرتے ہیں۔

(v) **اَلسّٰجِدُوْنَ:** دن بھر کے جہاد کے بعد مجاہدین کی راتیں رکوع و سجود اور اللہ کے سامنے عجز و نیاز میں گزرتی ہیں۔

(vi) **اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ:** مجاہدینِ اسلام کے جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہوتا ہے اس لیے وہ اچھے کاموں کا حکم دینے والے اور برے کاموں سے روکنے والے ہوتے ہیں۔

(vii) **وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ:** ایک اہم خوبی مجاہدین کی یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ تعلیماتِ اسلام اور احکامِ خداوندی کے پابند ہوتے ہیں۔ ان کی پوری زندگی اسلام کے رنگ میں رنگی ہوتی ہے۔ ایسی صفات اور خوبیوں کے حامل مجاہدین کے لیے جنت کی بشارت ہے۔

18

وَ	قَضٰی	رَبُّكَ	اَلَّا	تَعْبُدُوْٓا	اِلَّا	اِيَّاهُ	وَ	بِالْوَالِدَيْنِ	اِحْسَانًا ؕ
اور	اس نے حکم دیا	تیرا رب	خبردار	تم عبادت نہ کرو	سوائے	اس کے	اور	والدین کے ساتھ	حسن سلوک
اور تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔									

إِمَّا	يَبْلُغَنَّ	عِنْدَكَ	الْكِبَرَ	أَحَدُهُمَا	أَوْ	كِلٰهُمَا	فَلَا	تَقُلْ	لَّهُمَا	أُفٍّ
اگر	وہ پہنچ جائیں	تیرے سامنے	بڑھاپا	ان میں سے ایک	یا	دونوں	پس نہ	تو کہہ	ان دونوں کو	اف/ہوں

اگر تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں ان میں سے ایک یا دونوں تو انہیں ہاں، ہوں تک نہ کہنا اور

وَّلَا	تَنْهَرْهُمَا	وَ	قُلْ	لَّهُمَا	قَوْلًا	كَرِيْمًا O	وَاخْفِضْ	لَهُمَا	جَنَاحَ
اور نہ	تو جھڑک دونوں کو	اور	تو کہہ	ان دونوں سے	بات	شائستگی سے	اور تو جھکا	ان دونوں کے لیے	بازو

انہیں مت جھڑکنا اور ان سے شائستگی سے بات کرنا۔ اور نرمی اور تواضع کے ساتھ

الذُّلِّ	مِنَ	الرَّحْمَةِ	وَ	قُلْ	رَّبِّ	ارْحَمْهُمَا	كَمَا	رَبَّيٰنِيْ	صَغِيْرًا O ط	رَبُّكُمْ
نرمی	سے	رحمت	اور	کہہ	اے میرے رب	ان دونوں پر رحم فرما	جیسے	مجھے پالا	بچپن	تمہارا رب

ان کے سامنے جھک کر رہنا اور دعا کرتے رہنا' اے میرے رب! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں (محبت سے) پالا۔

أَعْلَمُ	بِمَا	فِيْ	نُفُوْسِكُمْ ط	إِنْ	تَكُوْنُوْا	صٰلِحِيْنَ	فَإِنَّهٗ	كَانَ
خوب واقف ہے	اس سے جو	میں	تمہارے دل	اگر	تم ہو جاؤ	نیکوکار	پس بیشک وہ	ہے

تمہارا رب خوب واقف ہے اس سے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہو گے تو وہ ایسے لوگوں کو بخشنے والا ہے

لِلْأَوَّابِيْنَ	غَفُوْرًا O	وَ	اٰتِ	ذَا الْقُرْبٰى	حَقَّهٗ	وَ	الْمِسْكِيْنَ	وَ	ابْنَ
سچے دل سے توبہ کرنے والے	بخشنے والا	اور	دے دو	رشتے دار کو	اس کا حق	اور	مسکین	اور	بیٹا

جو اسکی طرف پلٹ کر آنے والے ہیں۔ رشتہ دار کو اس کا حق دیجیے اور مسکین مسافر کو بھی (ان کا حق دیجیے)

السَّبِيْلِ	وَ	لَا	تُبَذِّرْ	تَبْذِيْرًا O	إِنَّ	الْمُبَذِّرِيْنَ	كَانُوْا	إِخْوَانَ	الشَّيٰطِيْنِ ط
راستے کا	اور	نہ	فضول خرچی کرنا	فضول خرچی	بے شک	فضول خرچ	ہیں	بھائی	شیطانوں

اور فضول خرچی نہ کیجیے۔ بیشک فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان

وَ	كَانَ	الشَّيْطٰنُ	لِرَبِّهٖ	كَفُوْرًا O	وَ	إِمَّا	تُعْرِضَنَّ	عَنْهُمُ	ابْتِغَاءَ	رَحْمَةٍ	مِّنْ
اور	ہے	شیطان	اپنے رب کا	ناشکرا	اور	اگر	تم منہ پھیر لو	ان سے	انتظار	رحمت	سے

اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ اگر تو ان سے منہ پھیرے اس رزق کے انتظار میں جس کی تجھے

رَّبِّكَ	تَرْجُوْهَا	فَقُلْ	لَّهُمْ	قَوْلًا	مَّيْسُوْرًا O	وَ	لَا	تَجْعَلْ	يَدَكَ	مَغْلُوْلَةً
تیرا رب	تم امید رکھتے ہو	پس کہہ	ان سے	بات	آسان	اور	نہ	تو نہ بنا	اپنا ہاتھ	بندھا ہوا

اپنے رب کی طرف سے آنے کی امید ہو تو ان سے نرمی سے بات کیجیے۔ اور اور نہ ہی اپنا ہاتھ گردن سے باندھ کر رکھیے

إِلٰى	عُنُقِكَ	وَ	لَا	تَبْسُطْهَا	كُلَّ	الْبَسْطِ	فَتَقْعُدَ	مَلُوْمًا	مَّحْسُوْرًا O
طرف	اپنی گردن	اور	نہ	کھلا چھوڑ اس کو	بالکل	کھلا	تو بیٹھ جائے	ملامت زدہ	عاجز

(یعنی کنجوس نہ بن جایئے) اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دیجیے (یعنی فضول خرچ نہ بن جایئے) کہ تو ملامت زدہ اور عاجز بن کر بیٹھ جائے

إِنَّ	رَبَّكَ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَ	يَقْدِرُ ط	إِنَّهٗ	كَانَ
بیشک	تیرا رب	وہ کشادہ کرتا ہے	رزق	جس کے لیے	وہ چاہے	اور	وہ تنگ کرتا ہے	بیشک وہ	ہے

بیشک تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق تنگ کرتا ہے' بیشک وہ

بِعِبَادِهٖ	خَبِيْرًا	بَصِيْرًا ۵	وَ	لَا	تَقْتُلُوْٓا	اَوْلَادَكُمْ	خَشْيَةَ	اِمْلَاقٍ ط	نَحْنُ
اپنے بندوں سے	خوب خبر رکھنے والا	دیکھنے والا	اور	نہ	تم قتل کرو	تم اپنی اولاد	ڈر	افلاس	ہم

اپنے بندوں کی خوب خبر رکھنے والا ہے' سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ اور تم اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

نَرْزُقُهُمْ	وَ	اِيَّاكُمْ ط	اِنَّ	قَتْلَهُمْ	كَانَ	خِطْاً	كَبِيْرًا O	وَ	لَا	تَقْرَبُوا
ان کو رزق دیتے ہیں	اور	تم کو بھی	بے شک	ان کا قتل	ہے	غلطی	بڑا	اور	نہ	قریب جاؤ

ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ بیشک انہیں قتل کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ اور تم

الزِّنٰى	اِنَّهٗ	كَانَ	فَاحِشَةً ط	وَ	سَآءَ	سَبِيْلًا O	وَ	لَا	تَقْتُلُوا	النَّفْسَ	الَّتِيْ
زنا	بیشک وہ	ہے	بے حیائی	اور	بری	راہ	اور	نہ	تم قتل کرو	جان	جو

زنا کے قریب بھی مت جاؤ' یقیناً وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔ اور اس جان کو قتل نہ کرو

حَرَّمَ	اللّٰهُ	اِلَّا	بِالْحَقِّ ط	وَ	مَنْ	قُتِلَ	مَظْلُوْمًا	فَقَدْ	جَعَلْنَا
اس نے حرام کیا ہے	اللہ	سوائے	حق کے ساتھ	اور	جو	قتل کیا گیا	ظلم سے	پس بیشک	ہم نے بنا دیا

جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا مگر حق کے ساتھ۔ اور جو ظلم سے قتل کیا گیا' پس ہم نے اس کے ولی کو قصاص کا

لِوَلِيِّهٖ	سُلْطٰنًا	فَلَا	يُسْرِفْ	فِّى	الْقَتْلِ ط	اِنَّهٗ	كَانَ	مَنْصُوْرًا O	وَ	لَا
اس کا ولی	بااختیار	پس چاہیے	وہ زیادتی نہ کرے	میں	قتل	بیشک وہ	ہے	مدد کیا ہوا	اور	نہ

اختیار دیا ہے۔ اسے چاہیے کہ قتل میں حد سے نہ بڑھے۔ بیشک مظلوم کی مدد ہونی چاہیے۔ اور

تَقْرَبُوْا	مَالَ	الْيَتِيْمِ	اِلَّا	بِالَّتِيْ	هِيَ	اَحْسَنُ	حَتّٰى	يَبْلُغَ	اَشُدَّهٗ ص
تم قریب جاؤ	مال	یتیم	مگر	جو	وہ	بہت اچھے طریقے سے	یہاں تک	وہ پہنچ جائے گا	اپنے شباب کو

اور تم یتیم کے مال کے بھی قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو اس کے حق میں بہتر ہو' یہاں تک کہ وہ شباب کو

وَ	اَوْفُوْا	بِالْعَهْدِ ج	اِنَّ	الْعَهْدَ	كَانَ	مَسْئُوْلًا O	وَ	اَوْفُوا	الْكَيْلَ	اِذَا	كِلْتُمْ
اور	تم پورا کرو	وعدہ	بیشک	وعدہ	ہے	پوچھا جائے گا	اور	اور پورا کرو	پیمائش	جب	تم پیمائش کرو

پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو۔ یقیناً عہد کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا اور جب ناپو تو پورا ناپو اور

وَزِنُوْا	بِالْقِسْطَاسِ	الْمُسْتَقِيْمِ ؕ	ذٰلِكَ	خَيْرٌ	وَّ	اَحْسَنُ	تَاْوِيْلًا ۝	وَ	لَا
تم وزن کرو	ترازو کے ساتھ	سیدھا	یہ	بہتر	اور	بہت اچھا	انجام کے لحاظ سے	اور	نہ

ٹھیک ترازو کے ساتھ تولو یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی اچھا ہے۔ اور جس چیز کا

تَقْفُ	مَا	لَيْسَ	لَكَ	بِهٖ	عِلْمٌ ؕ	اِنَّ	السَّمْعَ	وَ	الْبَصَرَ	وَ	الْفُؤَادَ	كُلُّ
تو پیچھے پڑ	جس کا	نہیں	تجھے	اس کے ساتھ	علم	بیشک	کان	اور	آنکھ	اور	دل	سب

تجھے علم نہیں۔ اس کے پیچھے مت پڑ بیشک کان، آنکھ اور دل ان سب سے

اُولٰٓئِكَ	كَانَ	عَنْهُ	مَسْئُوْلًا ۝	وَ	لَا	تَمْشِ	فِي	الْاَرْضِ	مَرَحًا ۚ	اِنَّكَ
کی	ہیں	ان کے بارے	پوچھا جائے گا	اور	نہ	تو چل	پر	زمین	اکڑ کر	بیشک تو

باز پرس ہوتی ہے۔ اور زمین پر اکڑ کر مت چل۔ بیشک تو

لَنْ	تَخْرِقَ	الْاَرْضَ	وَ	لَنْ	تَبْلُغَ	الْجِبَالَ	طُوْلًا ۝	كُلُّ	ذٰلِكَ
ہرگز نہیں	پھاڑ سکے گا	زمین	اور	ہرگز نہیں	پہنچ سکے گا	پہاڑ	بلندی کے لحاظ سے	سارے	یہ

کبھی بھی زمین کو نہ پھاڑ سکے گا اور بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچ سکے گا۔ یہ سارے برے کام تیرے رب کے

كَانَ	سَيِّئُهٗ	عِنْدَ	رَبِّكَ	مَكْرُوْهًا ۝
ہے	برے کام	پاس	تیرا رب	ناپسندیدہ

نزدیک بالکل ناپسندیدہ ہیں۔ (بنی اسرائیل 17:23تا38)

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
قَضٰى	حکم دیا، فیصلہ کر دیا	تَرْجُوْ	تو اُمید رکھتا ہے
يَبْلُغَنَّ	پہنچ جائے	مَيْسُوْر	نرم، آسان
الْكِبَرَ	بڑھاپا	مَغْلُوْلَةً	بندھا ہوا
كِلٰهُمَا	وہ دونوں	مَحْسُوْرًا	درماندہ، عاجز
اُفٍّ	کلمہ بیزاری۔ ایسا کلمہ جس سے نفرت کا اظہار ہو	خَشْيَةَ	خوف، ڈر
لَا تَنْهَرْ	مت جھڑکیے	اِمْلَاق	تنگی، افلاس
اِخْفِضْ	جھکا دیجیے	سُلْطَانًا	غلبہ، طاقت، اختیار
جَنَاحَ	بازو	لَا يُسْرِفْ	وہ زیادتی نہ کرے، حد سے نہ بڑھے
الذُّلِّ	نرمی، خاکساری، تواضع	اَشُدَّ	شباب، سن بلوغت

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
رَبَّيٰنِي	ان دونوں نے مجھے پالا	قِسْطَاسٌ	ترازو
اَوَّابِيْنَ	سچے دل سے توجہ کرنے والے، رجوع کرنے والے (واحد اَوَّابٌ)	مُسْتَقِيْمٌ	سیدھا
		تَاوِيْلٌ	انجام
لَاتُبَذِّرْ	فضول خرچی مت کیجیے	لَاتَقْفُ	پیچھے نہ پڑ
مُبَذِّرِيْنَ	فضول خرچ کرنے والے (واحد مُبَذِّرٌ)	مَرَحًا	اکڑ کر اترا کر
اِبْتِغَاءَ	چاہنا، انتظار کرنا	لَنْ تَخْرِقَ	تو ہرگز نہ پھاڑ سکے گا
رَحْمَةٍ	مراد رزق	مَكْرُوْهًا	ناپسندیدہ

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ .... لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا﴾

تشریح: ان آیات میں درج ذیل تعلیمات اسلام کا ذکر کیا گیا ہے۔

1- تعلیم توحید: سب سے پہلے توحید کی تعلیم دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ توحید کو اسلامی تعلیمات میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ اللہ کو ایک ماننے اور صرف اسی کی عبادت کیے بغیر کوئی نیک عمل قبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔ بعض لوگ اللہ کو ایک مانتے ہیں مگر عبادت میں غیروں کو بھی شریک کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے پہلی آیت میں صرف اپنی عبادت کا حکم دے کر غیر اللہ کی عبادت یعنی شرک کو ممنوع قرار دیا۔

2- حقوق والدین: توحید کے بعد والدین کے حقوق کو بھی اسی آیت میں بیان کیا گیا جس سے والدین کے اعلیٰ مرتبے اور درجے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ والدین کے حقوق کے سلسلے میں درج ذیل امور کی ہدایت کی گئی ہے۔

الف۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک: اللہ کے فرمان کے مطابق اولاد پر فرض ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ خاص طور پر جب وہ بوڑھے ہو جائیں تو انھیں اپنے لیے بوجھ نہ سمجھیں۔ ان سے محبت و احترام سے بات کریں اور کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالیں جس سے نفرت کا اظہار ہوتا ہو۔ ہمیشہ عاجزی اور انکسار کے ساتھ پیش آئیں۔ یہاں تک کہ ''اُف'' تک بھی نہ کہیں۔

ب۔ والدین کے حق میں دعائے خیر: یہ بھی اللہ کا حکم ہے کہ والدین کے حق میں دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ! تو ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے مجھے بچپن میں محبت سے پالا۔

ج۔ دل میں والدین کا احترام: والدین کا ادب و احترام صرف ظاہری باتوں تک محدود نہ ہونا چاہیے بلکہ دل میں بھی والدین کی عزت ہو اور بے ادبی کا خیال بھی دل میں نہ آئے۔ اگر کبھی والدین کے حق میں گستاخی یا بے ادبی ہو جائے تو فوراً توبہ کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیا کرتا ہے۔

﴿وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى .... لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾

ان آیات میں درج ذیل احکامات بیان کیے گئے ہیں۔

1- رشتہ داروں، غریبوں اور مسافروں کے حقوق: رشتے داروں کے حقوق بیان کرتے ہوئے اللہ کا حکم ہے کہ رشتے داروں کو ان کے حقوق دو۔ رشتے داروں کا یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ جو ان میں سے بڑے ہیں ان کے ادب کا خیال رکھا جائے اور جو چھوٹے ہیں ان پر شفقت کی جائے۔ بیماری کی صورت میں ان کی عیادت کی جائے اور کسی قرضے یا مشکل میں پھنسنے کے وقت ان کی مدد کی جائے۔

رشتے داروں کے علاوہ معاشرے میں جو محتاج اور ضرورت مند افراد ہیں' ان کی مالی امداد کی جائے اور حتی الوسع ان کی ضروریات پوری کی جائیں۔ اسی طرح وہ مسافر جو دوران سفر محتاج ہو جائے یا کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے' تو اس کے ساتھ بھی مدد کی جائے اور اس کی مشکل حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

2۔ فضول خرچی کی ممانعت: حق داروں کے حقوق کا ذکر کرنے کے بعد فوراً فضول خرچی سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ادائیگی حقوق میں سب سے بڑی رکاوٹ فضول خرچی ہے۔ فضول خرچ انسان دوسروں کے حقوق کو پس پشت ڈال کر اپنی ذات پر زیادہ سے زیادہ پیسے خرچ کر دیتا ہے۔ قرآن مجید نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطانوں کے بھائی بتایا ہے کیونکہ فضول خرچ اللہ تعالیٰ کا ویسا ہی ناشکرا ہے جس طرح شیطان اللہ تعالیٰ کا ناشکرا ہے۔ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے دولت عقل دے رکھی تھی لیکن اس نے اس دولت کو اطاعت الٰہی کے لیے استعمال کرنے کے بجائے نافرمانی اور سرکشی کے لیے استعمال کیا۔ اسی طرح فضول خرچ دولت دنیا کو والدین' رشتہ داروں' غریبوں اور مسافروں کی امداد میں خرچ کرنے کے بجائے بے جا طور پر محض عیش و عشرت پر خرچ کر دیتا ہے اور ناجائز کاموں میں اللہ کی دی ہوئی دولت کو ضائع کرتا ہے۔

﴿وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ .... خَبِيْرًا بَصِيْرًا﴾

ان آیات میں درج ذیل باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔

1۔ نرم گفتاری کا حکم: اس آیت میں سائل (بھیک مانگنے والا) کے ساتھ رویے کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اگر سائل کی امداد نہ کر سکیں تو کم از کم اس سے سختی سے بھی پیش نہ آئیں' بلکہ نرمی سے سمجھا کر معذرت کر لی جائے۔ سائل کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنے یا جھڑکنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ:10) ترجمہ: "اور سائل کو مت جھڑکیے۔"

سائل کے ساتھ کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیے جس سے اس کی عزت نفس مجروح ہو یا توہین کا شائبہ ہو بلکہ ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے کہ اسے یہ احساس ہو کہ جب حالات ٹھیک ہوں گے تو اس کی مدد کر دی جائے گی۔

2۔ اخراجات میں میانہ روی: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کی جائے۔ نہ اتنا خرچ کیا جائے کہ خود پریشانی کا سامنا کرنا پڑے اور نہ اتنی کنجوسی کی جائے کہ ذلت کی زندگی گزارنا پڑے یا معاشرے میں ذلیل اور رسوا ہونا پڑے۔ اللہ تعالیٰ حکیم و دانا ہے اور مصلحتوں سے خوب واقف ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے رزق میں فراخی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تنگی دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (سورۃ بنی اسرائیل:30)

ترجمہ: "بے شک تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔"

بندوں کو چاہیے کہ وہ اس کی تعلیمات پر عمل کر کے اس کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق اپنا مال خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے درمیان رزق کی تقسیم میں جو فرق رکھا ہے اور اس فرق کے پیچھے جو مصلحت کارفرما ہے تم اس کو سمجھ نہیں سکتے۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ .... اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا﴾

ان آیات میں درج ذیل باتوں سے منع کیا گیا ہے۔

1۔ قتل اولاد کی ممانعت: اسلام سے پہلے معاشی تنگی کے خوف سے بچوں کو بالخصوص بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے آکر ان غیر اخلاقی اقدامات سے منع کیا اور یہ بتایا گیا کہ تمہارے اور بچوں کے رزق کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ جس طرح پانی کی تہوں میں رہنے والے جانوروں اور پتھروں میں رہنے والے کیڑوں کو رزق دے سکتا ہے' اسی طرح ان بچوں کو بھی رزق دے سکتا ہے۔ اس لیے یہ خیال

بالکل غلط ہے کہ کم اولاد ہونے سے خوشحالی اور زیادہ ہونے سے بدحالی ہوگی۔ حضورﷺ سے ایک صحابیؓ نے پوچھا: "بڑے گناہ کون سے ہیں؟ حضورﷺ نے مختلف اعمال گنواتے ہوئے فرمایا: اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرنا کہ کہیں تمہارے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہو۔"

2- ممانعتِ زنا: اولاد کے قتل کے فوراً بعد زنا جیسی برائی سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اولاد کم کرنے کا لازمی نتیجہ زنا عام ہونے کی شکل میں نکلے گا' جو برا فعل ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا: "زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورت کو اسی کوڑے مارو اور اس کے بعد کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔" قرآن مجید نے اسے بہت بڑی بے حیائی اور برائی قرار دیا ہے۔

3- ممانعتِ قتل: اسلام میں کسی کو بھی ناحق قتل سے منع کیا گیا ہے۔ اگرچہ اسلامی تعلیمات میں قتل کا بدلہ قتل ہی ہے لیکن قاتل کو سزا دینا عام مسلمانوں کا کام نہیں بلکہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ مقتول کے وارثوں کو قصاص لینے کا حق ہے لیکن قصاص میں قاتل کے ساتھ زیادتی کی قطعاً اجازت نہیں۔ نہ اس کے کسی عزیز اور رشتہ دار کو اس کے بدلے قتل کیا جائے اور نہ ہی قتل کے بعد ناک' کان وغیرہ کاٹے جائیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ (النحل:126)

ترجمہ: "اگر تم سزا دینا چاہو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تمہیں دی گئی۔"

حضورﷺ اور خلفائے راشدین' مسلمان فوج کو مُردوں کا مثلہ (مقتول کے جسمانی اعضاء کاٹنا) بنانے سے منع کیا کرتے تھے۔

﴿وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡيَتِيۡمِ .... اَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا﴾

ان آیات میں درج ذیل باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔

1- یتیموں کے مال کی حفاظت کا حکم: نابالغ یتیم کے مال اور جائیداد میں سے خرچ کرنا حرام ہے اور کسی شرعی عذر کے بغیر اسے استعمال کرنا ناجائز ہے۔ البتہ یتیم کے مال کو تجارت وغیرہ میں اس طرح لگانا کہ یتیم کو فائدہ ہو' جائز ہے۔ یتیم کے جوان ہونے پر اس کا مال امانتداری کے ساتھ واپس کر دیا جائے۔

2- ایفائے عہد کا حکم: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا ہے کہ جس سے بھی قول و قرار کرو اس کو ضرور پورا کرو۔ کیونکہ قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ حضورﷺ نے منافق کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا: "منافق جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔" اسلام میں ایفائے عہد کی بڑی تلقین کی گئی ہے۔

3- ناپ تول میں کمی کرنے کی ممانعت: اسلامی تعلیمات کے مطابق ناپ تول پورا پورا تولنا ضروری ہے۔ اس سے دنیا میں ساکھ بنتی ہے اور کاروبار پھیلتا ہے اور آخرت میں ثواب ملتا ہے۔ ناپ تول میں کمی کرنا بہت بڑا اخلاقی جرم ہے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم پر اس جرم کی پاداش میں خوفناک عذاب نازل ہوا تھا۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے: "جو قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگ جائے' اس کے رزق سے برکت اٹھالی جاتی ہے اور وہ قوم قحط سالی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔"

وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ .... عِنۡدَ رَبِّكَ مَكۡرُوۡهًا

ان آیات میں درج ذیل باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔

1- بغیر تحقیق بات کہنے یا کام کرنے کی ممانعت: تحقیق کیے بغیر محض گمان پر بھروسا کرتے ہوئے کوئی بات کہنا یا عمل کرنا درست نہیں۔ اس سے معاشرے میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ جب کوئی بات کہنی ہو تو اس کی سچائی اور حقیقت کا یقین کر لینا چاہیے۔ جو چیز دیکھی نہ ہو اس کے بارے میں یہ مت کہو کہ میں نے دیکھی ہے اور جو سنی نہ ہو اس کے متعلق مت کہو کہ میں نے سنی ہے اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کی بابت مت اعلان کرو کہ مجھے اس بات کا علم ہے۔ یاد رکھو قیامت کے دن کان' آنکھ اور دل کے بارے میں بھی سوال ہوگا اور تمہیں اپنے غلط کاموں اور اپنی غلط باتوں کے متعلق جواب دینا ہوگا۔ لہٰذا ان اعضاء کو سوچ سمجھ کر استعمال کرنا چاہیے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"اے ایمان والو! جب تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، مبادا اللہ لاعلمی میں کسی قوم کا نقصان کر دو اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔"

حضور ﷺ کا فرمان ہے:

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے کر دے۔" انسان کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے دل، آنکھ، کان اور اپنی غلط باتوں اور کاموں کے متعلق جواب دینا ہوگا۔ لہٰذا ان اعضاء کو سوچ سمجھ کر استعمال کرنا چاہیے۔

2۔ غرور اور تکبر کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے غرور اور تکبر کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے انسان! تو زمین پر اترا کر نہ چل۔ اترا کر چلنے سے نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ سینہ تان کر چلنے سے پہاڑوں کی بلندیوں کو چھو سکتا ہے۔ پھر تیرا یہ غرور کس کام کا؟

آخر میں فرمایا کہ تمام بُرے کام اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔ معاشرے میں ان باتوں کو بُرا سمجھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ناپسند سمجھتا ہے۔ پھر اے انسان! تو انہیں چھوڑتا کیوں نہیں؟ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ تمام ناپسندیدہ باتوں سے بچے تاکہ معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے اور اللہ کی رضا بھی حاصل ہو۔

19

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنْ	جَآءَكُمْ	فَاسِقٌۢ	بِنَبَاٍ	فَتَبَيَّنُوْٓا	اَنْ	تُصِيْبُوْا
اے	وہ جو	ایمان لائے	اگر	آئے تمھارے پاس	فاسق	خبر کے ساتھ	پس خوب تحقیق کرو	کہ	تم نقصان پہنچادو
اے ایمان والو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم									

قَوْمًاۢ	بِجَهَالَةٍ	فَتُصْبِحُوْا	عَلٰى	مَا	فَعَلْتُمْ	نٰدِمِيْنَ ۝	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	فِيْكُمْ
کسی قوم	اَن جانے	پس تم ہو جاؤ	پر	جو	تم نے کیا	شرمندہ	اور	جان لو	بیشک	تم میں
کسی قوم کو اَن جانے میں کوئی نقصان پہنچا دو پھر تم اپنے کیے پر شرمندہ ہو۔ اچھی طرح جان لو کہ تمھارے درمیان										

رَسُوْلَ	اللّٰهِ ؕ	لَوْ	يُطِيْعُكُمْ	فِيْ	كَثِيْرٍ	مِّنَ	الْاَمْرِ	لَعَنِتُّمْ	وَلٰكِنَّ
رسول	اللہ	اگر	وہ تمھاری بات مانیں	میں	اکثر	سے	معاملہ	تم مشقت میں پڑ جاؤ	اور لیکن
اللہ کا رسول موجود ہے۔ اگر وہ اکثر معاملات میں تمھاری بات مان لیں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ۔									

اللّٰهَ	حَبَّبَ	اِلَيْكُمُ	الْاِيْمَانَ	وَ	زَيَّنَهٗ	فِيْ	قُلُوْبِكُمْ	وَ	كَرَّهَ
اللہ	پسند کیا	تمھارے لیے	ایمان	اور	اس کو پسندیدہ بنادیا	میں	تمھارے دل	اور	ناپسند کیا
مگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے ایمان کو پسند کیا اور تمھارے دلوں میں اسے پسندیدہ بنا دیا ہے									

اِلَيْكُمُ	الْكُفْرَ	وَ	الْفُسُوْقَ	وَ	الْعِصْيَانَ ؕ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الرّٰشِدُوْنَ ۙ	فَضْلًا
تمھارے لیے	کفر	اور	حکم عدولی	اور	نافرمانی	یہی لوگ	وہ	ہدایت یافتہ	فضل
اور تمھیں کفر، حکم عدولی اور نافرمانی سے متنفر کر رہا ہے یہی لوگ									

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 9th CLASS (PUNJAB)

مِّنَ	اللّٰهِ	وَنِعْمَةً ؕ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ۝	وَاِنْ	طَآئِفَتٰنِ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ
سے	اللہ	اور کرم	اور اللہ	جاننے والا	حکمت والا	اور اگر	دو گروہ	سے	مومنوں

اللہ کے فضل وکرم سے ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔ اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں

اقْتَتَلُوْا	فَاَصْلِحُوْا	بَيْنَهُمَا ۚ	فَاِنْۢ	بَغَتْ	اِحْدٰىهُمَا	عَلَى	الْاُخْرٰى
دو باہم لڑیں	پس تم صلح کرادو	ان دونوں کے درمیان	پس اگر	زیادتی کرے	ان میں سے ایک	پر	دوسری

تو تم ان کے درمیان صلح کرا دو۔ پھر اگر ان میں سے ایک زیادتی کرے دوسرے سے تو تم زیادتی

فَقَاتِلُوا	الَّتِیْ	تَبْغِیْ	حَتّٰى	تَفِیْٓءَ	اِلٰۤى	اَمْرِ	اللّٰهِ ۚ	فَاِنْ	فَآءَتْ
پس تم لڑائی کرو	جو	زیادتی کرتی ہے	یہاں تک کہ	وہ پلٹ آئے	طرف	حکم	اللہ	پس اگر	پلٹ آئے

کرنے والے گروہ کے ساتھ لڑائی کرو یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف۔

فَاَصْلِحُوْا	بَيْنَهُمَا	بِالْعَدْلِ	وَ	اَقْسِطُوْا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُقْسِطِيْنَ ۝
تم صلح کرادو	دونوں کے درمیان	عدل سے	اور	انصاف کرو	بیشک	اللہ	پسند کرتا ہے	انصاف کرنے والے

پس اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اِنَّمَا	الْمُؤْمِنُوْنَ	اِخْوَةٌ	فَاَصْلِحُوْا	بَيْنَ	اَخَوَيْكُمْ ؕ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ ۝
بیشک	مومنین	بھائی بھائی	پس تم صلح کرادو	درمیان	اپنے بھائیوں	اور ڈرو	اللہ	شاید کہ تم	تم پر رحم کیا جائے

بے شک مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	يَسْخَرْ	قَوْمٌ	مِّنْ	قَوْمٍ	عَسٰۤى	اَنْ	يَّكُوْنُوْا
اے	لوگو	ایمان والو	نہ	مذاق اڑائے	کوئی قوم	سے	کسی قوم	ہوسکتا ہے	کہ	وہ ہوں

اے ایمان والو! نہ مذاق اڑائے کوئی قوم کسی قوم کا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ

خَيْرًا	مِّنْهُمْ	وَ	لَا	نِسَآءٌ	مِّنْ	نِّسَآءٍ	عَسٰۤى	اَنْ	يَّكُنَّ	خَيْرًا	مِّنْهُنَّ ۚ
بہتر	ان مردوں سے	اور	نہیں	عورتیں	سے	عورتیں	ہوسکتا ہے	کہ	وہ ہوں	بہتر	ان عورتوں سے

ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ ہی (مذاق اڑائیں) عورتیں دوسری عورتوں کا ہو سکتا ہے کہ وہ بہتر ہوں ان سے۔

وَلَا	تَلْمِزُوْۤا	اَنْفُسَكُمْ	وَلَا	تَنَابَزُوْا	بِالْاَلْقَابِ	بِئْسَ	الِاسْمُ	الْفُسُوْقُ
اور نہیں	الزام نہ لگاؤ	آپس میں	اور نہیں	تم پکارو	القاب سے	برا	نام	فسق

اور الزام نہ لگاؤ ایک دوسرے پر اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو۔ ایمان لانے کے بعد کسی کو برے نام سے

بَعْدَ	الْاِيْمَانِ ۚ	وَ	مَنْ	لَّمْ	يَتُبْ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ ۝	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا
بعد	ایمان	اور	جس نے	نہ کی	توبہ	پس یہی لوگ	وہ	ظالم	اے	لوگوں	ایمان والو

پکارنا بری بات ہے اور جس نے توبہ نہ کی پس یہی لوگ ظالم ہیں۔ اے ایمان والو!

اجْتَنِبُوْا	كَثِيْرًا	مِّنَ	الظَّنِّ	اِنَّ	بَعْضَ	الظَّنِّ	اِثْمٌ	وَّلَا	تَجَسَّسُوْا	وَ	لَا
تم بچو	زیادہ	سے	گمان	بیشک	بعض	گمان	گناہ	اور نہیں	تم تجسس کرو	اور	نہیں

تم بہت سے گمانوں سے بچو بیشک بعض گمان گناہ ہیں۔ اور نہ جاسوسی کرو اور نہ

يَغْتَبْ	بَّعْضُكُمْ	بَعْضًا ؕ	اَيُحِبُّ	اَحَدُكُمْ	اَنْ	يَّاْكُلَ	لَحْمَ	اَخِيْهِ
غیبت کرے	تم میں سے کوئی	کسی	کیا کوئی پسند کرتا ہے	تم میں سے کوئی	کہ	وہ کھائے	گوشت	اپنے بھائی

غیبت کرے تم میں سے کوئی کسی کی۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ کھائے اپنے

مَيْتًا	فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	تَوَّابٌ	رَّحِيْمٌ O	يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنَّا
مردہ	پس تم اسے ناپسند کرو	اور ڈرو	اللہ	بیشک	اللہ	توبہ قبول کرنے والا	رحم کرنے والا	اے	لوگو	بیشک ہم

مردہ بھائی کا گوشت۔ پس تم اسے ناپسند کرو گے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ اے لوگو! بیشک

خَلَقْنٰكُمْ	مِّنْ	ذَكَرٍ	وَّاُنْثٰى	وَجَعَلْنٰكُمْ	شُعُوْبًا	وَّ	قَبَآئِلَ	لِتَعَارَفُوْا ؕ
ہم نے تمہیں پیدا کیا	سے	مرد	اور عورت	اور تم کو بنایا	کنبے	اور	قبائل	تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو

ہم نے تمہیں پیدا کیا مرد اور عورت سے اور ہم نے تمہارے کنبے اور قبیلے بنائے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو

اِنَّ	اَكْرَمَكُمْ	عِنْدَ	اللّٰهِ	اَتْقٰىكُمْ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	خَبِيْرٌ O
بیشک	تم میں سے زیادہ معزز	نزدیک	اللہ	تم میں سے زیادہ پرہیزگار	بیشک	اللہ	جاننے والا	خبر رکھنے والا

بیشک تم میں سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا، خبر رکھنے والا ہے (الحجرات49:6 تا13)

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
فَاسِقٌ	نافرمان	لَا تَلْمِزُوْا	عیب نہ لگاؤ، طعنہ نہ دو
نَبَاٍ	خبر	لَا تَنَابَزُوْا	ایک دوسرے کو نہ پکارو (برے ناموں سے)
تَبَيَّنُوْا	خوب تحقیق کرلو	لَا تَجَسَّسُوْا	جاسوسی نہ کرو، عیب تلاش نہ کرو
لَعَنِتُّمْ	تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ گے	لَا يَغْتَبْ	(وہ) غیبت نہ کرے
حَبَّبَ	محبوب بنادیا، پیارا بنادیا	شُعُوْب	خاندان، شاخیں (واحد شَعْبٌ)
كَرَّهَ	مکروہ بنادیا، برا بنادیا	لِتَعَارَفُوْا	تاکہ ایک دوسرے کو پہچان لو
عِصْيَانَ	نافرمانی	اَكْرَمُ	زیادہ عزت والا
تَفِيْٓءَ	لوٹ آئے، رجوع کرے	اَتْقٰى	زیادہ پرہیزگار

تشریح:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا .... مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی فاسق یا شریر تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو فوراً اس پر عمل کرنے سے پہلے اس خبر کی اچھی طرح تصدیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں کسی قوم کو تکلیف پہنچاؤ اور بعد میں تمہیں پشیمانی اٹھانی پڑے۔ یہ پشیمانی بعد از وقت بے کار ثابت ہوگی۔

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ .... وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے درمیان رسول ﷺ موجود ہیں ان کی موجودگی سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنی رائے بطور مشورہ ضرور دو لیکن اپنی بات منوانے کی ہرگز کوشش نہ کرو۔ کیونکہ اگر رسول ﷺ تمہاری ہر بات ماننے لگ جائیں تو تمہارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں اور تمہارے لیے ان کو پورا کرنا ناممکن ہو جائے۔ یہ تو اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنایا اور کفر و نافرمانی سے تمہیں متنفر کر دیا۔ اب تمہارا کام حضور ﷺ کی مکمل اطاعت کرنا ہے جو اللہ کی وحی کے مطابق تمہاری رہنمائی فرماتے ہیں۔

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ .... يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ صلح کرانے کے باوجود ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرتا ہے ایسی صورت میں اہل ایمان کو چاہیے کہ مظلوم کا ساتھ دیں اور ظالم کو اس کے ظلم سے روک دیں۔ اگر زیادتی کرنے والا فریق دوسرے پر ظلم کرنے سے باز آ جاتا ہے تو ایسی صورت میں دونوں کے درمیان انصاف کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر پائیدار صلح کروا دو۔ ویسے بھی ہر معاملے میں انصاف سے کام لینا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ .... لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ روئے زمین پر مسلمان جہاں کہیں بھی آباد ہیں وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اگرچہ حقیقی بھائی نہیں ہیں لیکن دینی بھائی ضرور ہیں۔ جس طرح دو حقیقی بھائیوں کے درمیان جھگڑا ہونے کی صورت میں صلح کرا دی جاتی ہے ایسے ہی ضروری ہے کہ مسلمانوں میں جھگڑا ہونے کی صورت میں عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرا دی جائے تاکہ معاشرے میں امن قائم ہو اور مسلم اتحاد کو ٹھیس نہ پہنچے۔ مسلمانوں کے آپس میں لڑنے سے اتحاد کا فقدان پیدا ہوگا جس سے اسلام دشمن قوتوں کو فائدہ پہنچے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں اور اللہ سے ڈرتے رہیں تاکہ اس کی رحمت کے مستحق بن جائیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ .... هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

اس آیت میں اسلامی اخوت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے مسلمانوں کو ان تمام باتوں سے روکا گیا ہے جو رشتہ اخوت کو خراب کرتی ہیں۔ سب سے پہلے آپس میں مذاق اڑانے سے منع کیا گیا ہے۔ حکم دیا گیا ہے کہ کوئی مرد کسی دوسرے مرد کا یا کوئی عورت کسی دوسری عورت کا مذاق نہ اڑائے کیونکہ ہو سکتا ہے جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ مذاق کرنے والے سے زیادہ بہتر ہو۔ اس طرح کے مذاق سے بعض دفعہ انسان اپنے دوست کھو بیٹھتا ہے اور اپنے بھی پرائے بن جاتے ہیں۔ ایسے ہی عیب نکالنے اور ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ ایسی حرکتوں سے باہمی تعلقات متاثر ہوتے ہیں اور معاشرے کا امن خراب ہوتا ہے۔ ایمان لانے کے بعد کسی کو برے نام سے پکارنا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے ایسی غلطی کر لی ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے جس نے اللہ سے معافی مانگ کر اپنے گناہ نہ بخشوائے تو اس نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا۔

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا .... تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾

اس آیت میں اہلِ ایمان کو درج ذیل تین باتوں سے منع کیا جا رہا ہے۔

1۔ ظن (گمان کرنا): ظن دو طرح کا ہوتا ہے، ایک حسن ظن اور دوسرا بدظن۔ حسن ظن کا مطلب ہے دوسروں کے بارے میں اچھی رائے قائم کرنا اچھا گمان رکھنا اور بدظن سے مراد ہے دوسروں کے بارے میں بری رائے قائم کرنا یا بُرا گمان رکھنا۔ بدظن کو مثال کے ذریعے اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی کوئی چیز گم ہو جائے اور آپ محض شک کی بنیاد پر کسی کو مجرم ٹھہرا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہر طرح کے گمان سے منع نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ تم بہت سے گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہاں مسلمانوں کو در حقیقت بدگمانی سے روکا جا رہا ہے کیونکہ اس کی بنیاد پر معاشرے کا امن و سکون برباد ہو سکتا ہے۔ دلوں میں نفرت پیدا ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ دوسروں کے متعلق کوئی گمان کرنے سے پہلے اچھی طرح جانچ پرکھ کر لینی چاہیے۔

2۔ تجسس: تجسس کسی کے خفیہ راز معلوم کرنے کا نام ہے۔ یہ حرکت کسی کو نقصان پہنچانے کی خاطر کی جائے یا کسی اور مقصد کے لیے بہر حال گناہ ہے۔ تجسس میں کسی کے عیب تلاش کرنا اور جاسوسی کرنا بھی شامل ہے۔ مومنوں کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ دوسروں کے عیب تلاش کریں۔ یہ غیر اخلاقی حرکت ہے۔ مومنوں کو چاہیے کہ اس بری حرکت سے بعض رہیں۔

3۔ غیبت: غیبت سے مراد کسی کے متعلق پیٹھ پیچھے ایسی بات کرنا جس کو سن کر وہ ناراض ہو خواہ وہ بات درست کیوں نہ ہوں۔ اگر پس پشت غلط بات کسی کے ساتھ منسوب کی جائے تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔ اہلِ ایمان کو غیبت کرنے سے روکا گیا ہے۔ غیبت کی برائی بیان کرنے کے لیے اسے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مطلب یہ کہ یہ کام بے حد برا اور گندا ہے مردار کا گوشت کھانا انتہائی قبیح فعل ہے۔ پھر گوشت بھی کسی جانور کا نہیں بلکہ انسان کا' انسان بھی وہ جو بھائی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یقیناً تمہیں اس سے گھن آئے گی۔ اگر ایسا ہے تو اپنے مومن بھائی کی برائیاں بیان کرنے سے بچو۔ اسلام کسی کے بارے میں ایسی بات پس پشت کہنے کی اجازت نہیں دیتا جس سے اس آدمی کا دل دکھے۔

﴿يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ .... اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾

اس آیت میں نسلِ انسانی کی مساوات کا اعلان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ قبیلے اور خاندان محض پہچان کا ذریعہ ہیں۔ کسی انسان کو اس کے خاندان رنگ' نسل' نسب یا قبیلے کی بنیاد پر دوسرے انسان پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ یہ قبیلے اور خاندان صرف اس لیے ہیں تاکہ دور نزدیک کے رشتوں اور قوموں کے نسبی تعلق کا اظہار ہو سکے۔ اللہ کے ہاں عزت اور فضیلت کا معیار صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابوجہل اور ابولہب اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود اللہ کے ہاں وہ مقام و مرتبہ حاصل نہیں کر سکے جو حضرت بلالؓ، حضرت صہیب رومیؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کا ہے۔

(1)

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- اِلٰہٌ کا معنی ہے:

(A) مقتدر (B) محبوب (C) مسجود (D) معبود

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 9th CLASS (PUNJAB)

2- اَلرَّحْمٰنُ کا معنیٰ ہے:
(A) مہربان (B) نگہبان (C) سلطان (D) حکمران

3- اسلامی تعلیمات کی بنیاد ہے:
(A) عقیدۂ توحید (B) عقیدۂ رسالت (C) عقیدۂ آخرت (D) عقیدۂ ملائکہ

4- انسان کے فکروعمل میں انقلاب برپا کردیتا ہے:
(A) عقیدۂ رسالت (B) عقیدۂ توحید (C) عقیدۂ ملائکہ (D) عقیدۂ آخرت

5- خدائے واحد کو رب العالمین ماننے سے تصور پیدا ہوتا ہے:
(A) عالمگیر برادری کا (B) اسلامی برادری کا (C) قومی برادری کا (D) صوبائی برادری کا

6- انسان چھپ کر گناہ کرنے سے بھی باز آجاتا ہے:
(A) روزہ رکھنے سے (B) نماز پڑھنے سے (C) حج کرنے سے (D) اللہ تعالیٰ کو علیم و خبیر تسلیم کر لینے سے

7- اہلِ عرب نزولِ قرآن کے وقت تھے:
(A) سورج پرست (B) بت پرست (C) آتش پرست (D) توحید پرست

جوابات: 1- معبود 2- بڑا مہربان 3- عقیدۂ توحید 4- عقیدۂ توحید
5- عالمگیر برادری کا 6- اللہ تعالیٰ کو علیم و خبیر تسلیم کر لینے سے 7- بت پرست

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: **ترجمہ** اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

2- اَلرَّحْمٰنُ اور اَلرَّحِيْمُ میں کیا فرق ہے؟

جواب: اَلرَّحْمٰنُ کا معنیٰ ہے بے حد رحم کرنے والا۔ یہ لفظ اللہ کے سوا کسی اور کے لیے نہیں آتا جبکہ اَلرَّحِيْمُ کے معنیٰ "بہت مہربان" کے ہیں۔

3- توحید کا کیا مطلب ہے؟

جواب: توحید کا مطلب یہ ہے کہ معبودِ حقیقی صرف اللہ ہے۔ جو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی کوئی اس کا ہم پلہ اور ہم سر ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہی سب کا خالق اور مالک ہے۔

4- عقیدۂ توحید انسان کے فکروعمل میں کیسا انقلاب برپا کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو رب العالمین ماننے سے عالمگیر برادری کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ تنگ نظری اور تعصب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ انسان میں خودداری اور عزتِ نفس پیدا ہوتی ہے۔ اللہ کو احکم الحاکمین ماننے سے غلامی کی تمام بندشیں کٹ جاتی ہیں۔

5- اللہ تعالیٰ کو علیم و خبیر تسلیم کر لینے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو علیم و خبیر تسلیم کر لینے کے بعد انسان چھپ کر گناہ کرنے سے بھی باز آجاتا ہے۔

6- اسلام نے اہلِ عرب کی بت پرستی کا کس طرح رد کیا؟

جواب: اسلام نے اہلِ عرب کو بتایا کہ یہ بت جن کی تم پوجا کرتے ہو تمہیں نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ تمہاری دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے والا صرف اللہ ہے جو یکتا ہے اور اپنے بندوں پر بے حد مہربان اور رحم کرنے والا ہے اس لیے تم صرف اُسی کی عبادت کرو۔

(2)

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 "اَلشَّهَادَةُ" کا معنی ہے:

(A) ظاہر (B) باطن (C) پوشیدہ (D) خفیہ

-2 "اَلسَّلٰمُ" کا معنی ہے:

(A) سلامتی والا (B) محفوظ (C) سلامت رہنا (D) سب عیبوں سے پاک

-3 "اَلْمُهَيْمِنُ" کا معنی ہے:

(A) محافظ ونگہبان (B) مالک (C) حاکم (D) پاسبان

-4 "اَلْجَبَّارُ" کا معنی ہے:

(A) دانائی والا (B) خودمختار (C) غالب (D) پیدا کرنے والا

-5 "اَلْخَالِقُ" کا معنی ہے:

(A) حکمت والا (B) امن دینے والا (C) پیدا کرنے والا (D) رحم کرنے والا

-6 خداوند تعالیٰ کا اسم ذات ہے:

(A) اللہ (B) غفور (C) رحمٰن (D) رحیم

-7 جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اختیار اور اس کی ذات وصفات میں اس کے ساتھ کسی کو شریک کرتے ہیں وہ ہیں:

(A) بڑے فاسق (B) بڑے فاجر (C) بہت بڑے ظالم (D) بڑے منافق

-8 نہایت اچھے اچھے نام ہیں:

(A) حکمرانوں کے (B) اللہ کے (C) فرشتوں کے (D) انبیاء کے

-9 بندوں پر آنے والی مصیبت کو دور کرتا ہے:

(A) علم (B) مال وزر (C) اللہ تعالیٰ (D) باپ

-10 کائنات کی ہر شے حمد وثنا بیان کرتی ہے:

(A) انبیاء کی (B) جنات کی (C) فرشتوں کی (D) اللہ کی

جوابات: -1 ظاہر -2 سب عیبوں سے پاک -3 محافظ ونگہبان -4 خودمختار -5 پیدا کرنے والا
-6 اللہ -7 بہت بڑے ظالم -8 اللہ کے -9 اللہ تعالیٰ -10 اللہ کی

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ "وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

-2 "عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ" کا مفہوم لکھیں۔

جواب: وہی اللہ پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے۔ ماضی میں جو کچھ گزر چکا ہے، حال میں جو کچھ موجود ہے اور مستقبل میں جو کچھ ہونے والا ہے، سب کچھ بغیر کسی ذریعے کے براہِ راست اس کے علم میں ہے۔

-3 اللہ تعالیٰ کی چار صفات لکھیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ حاکم ہے۔ سراپا رحمت ہے۔ سب عیبوں سے پاک ہے۔ امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے۔ غالب ہے۔ خود مختار ہے۔ بڑی عظمت والا ہے۔

-4 "سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ" کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: اللہ اس شرک سے پاک ہے جو لوگ کر رہے ہیں۔

-5 "اَلْمُصَوِّرُ" کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا معنیٰ ہے "صورت عطا کرنے والا" یعنی اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کو طرح طرح کی صورتیں عطا کرنے والا ہے۔

-6 "لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى" کا ترجمہ کیا ہے؟

جواب: ترجمہ: اس (اللہ) کے نہایت اچھے نام ہیں۔

(3)

❑ ہر سوال کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 ملک اور حکومت کا اصل مالک ہے:
(A) بادشاہ (B) انسان (C) نبی (D) اللہ تعالیٰ

-2 عزت اور ذلت دینے کا اختیار ہے:
(A) اللہ تعالیٰ کے پاس (B) فرشتوں کے پاس (C) حکمرانوں کے پاس (D) انبیاء کے پاس

-3 "تَنْزِعُ" کا معنیٰ ہے:
(A) تو دیتا ہے (B) تو چاہتا ہے (C) تو چھین لیتا ہے (D) تو قبول فرما

-4 "تُؤْتِيْ" کا معنیٰ ہے:
(A) قدرت رکھنے والا (B) تو دیتا ہے (C) تو چھین لیتا ہے (D) ہمیں عطا فرما

-5 "تُعِزُّ" کا معنیٰ ہے:
(A) تو عزت دیتا ہے (B) تو ذلت دیتا ہے (C) تو حکومت دیتا ہے (D) تو ملک دیتا ہے

-6 "تُذِلُّ" کا معنیٰ ہے:
(A) تو رہنمائی کرتا ہے (B) تو چاہتا ہے (C) تو عزت دیتا ہے (D) تو ذلت دیتا ہے

-7 کائنات کی ہر چیز خواہ آسمان میں ہو یا زمین میں ملکیت ہے:
(A) انسان کی (B) جنات کی (C) اللہ تعالیٰ کی (D) فرشتوں کی

-8 جو لوگ حصول اقتدار کے لیے اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے جھکتے ہیں وہ حقیقت میں ہیں:
(A) بڑے چالاک (B) بہت احمق (C) دھوکے باز (D) بڑے عقلمند

جوابات: -1 اللہ تعالیٰ -2 اللہ تعالیٰ کے پاس -3 تو چھین لیتا ہے -4 تو دیتا ہے
-5 تو عزت دیتا ہے -6 تو ذلت دیتا ہے -7 اللہ تعالیٰ کی -8 بہت احمق

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- "تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ" کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: تو (اللہ) ملک دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔

2- "وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط" کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: تو (اللہ) عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ذلت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔

3- "بِيَدِكَ الْخَيْرُ" کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "سب خیر (بھلائی) تیرے ہاتھ میں ہے"۔

4- ملک و حکومت کا اصلی مالک کون ہے؟

جواب: ملک و حکومت کا اصلی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

5- عزت و ذلت دینے کا اختیار کس کے پاس ہے؟

جواب: عزت و ذلت دینے کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے۔

(4)

☐ ہر سوال کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے دعا کی کہ اے رب! ہم دونوں کو بنادے:

(A) صاحب اولاد (B) بادشاہ (C) مالدار (D) فرمانبردار

2- حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے دعا کی کہ اے رب! ہمیں طریقے بتادے:

(A) عبادت کے (B) تجارت کے (C) تدریس کے (D) حکمرانی کے

3- "اَلْقَوَاعِدُ" کا معنی ہے:

(A) دیواریں (B) چھت (C) بنیادیں (D) ستون

4- "تَقَبَّلْ" کا معنی ہے:

(A) تو قابل بنا (B) تو دیتا ہے (C) تو رد کر (D) تو قبول فرما

5- "يُزَكِّيْ" کا معنی ہے:

(A) عطا کردے (B) خوش کردے (C) پاک کردے (D) دور کردے

6- نبیوں اور رسولوں کے جد امجد ہیں:

(A) حضرت آدمؑ (B) حضرت نوحؑ (C) حضرت یعقوبؑ (D) حضرت ابراہیمؑ

7- حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے تھے:

(A) دو (B) چار (C) پانچ (D) چھے

8- حضرت ابراہیمؑ نے سرزمین مکہ میں بسایا:

(A) حضرت اسحٰقؑ کو (B) حضرت اسماعیلؑ کو (C) حضرت یعقوبؑ کو (D) حضرت شعیبؑ کو

-9 ہر سال فریضۂ حج کی ادائیگی کرتے ہیں:

(A) سینکڑوں افراد (B) ہزاروں افراد (C) لاکھوں افراد (D) کروڑوں افراد

جوابات: 1- فرمانبردار 2- عبادت کے 3- بنیادیں 4- تو قبول فرما 5- پاک کردے
6- حضرت ابراہیمؑ 7- ذو 8- حضرت اسماعیلؑ کو 9- لاکھوں افراد

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 خانہ کعبہ کی تعمیر کن انبیاء نے کی؟

جواب: خانہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے کی۔

-2 " رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ " کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: ''اے ہمارے رب! ہم دونوں کو ہمیشہ اپنا فرمانبردار بنا''

-3 حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے تعمیر کعبہ کے وقت جو دعائیں مانگی تھیں ان میں سے کوئی سی چار دعائیں لکھیں۔

جواب: 1- اے ہمارے پروردگار! ہماری طرف سے اس (خدمت) کو قبول فرما۔

2- اے ہمارے رب! ہم دونوں کو ہمیشہ اپنا فرمانبردار بنا۔

3- ہماری اولاد میں سے ایک جماعت پیدا فرما جو تیری فرمانبردار ہو۔

4- اے ہمارے رب، ان (ہماری اولاد) میں ایک رسول بھیج جو انہی میں سے ہو۔

-4 " وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا " کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: ''اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما''

-5 حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے کن صفات کے حامل رسول کے لیے دعا کی؟

جواب: انہوں نے مندرجہ ذیل صفات کے حامل رسول کے لیے دعا کی

(i) وہ رسول انہی میں سے ہو۔ (ii) جو اُن کے سامنے تیری آیتیں تلاوت فرمائے۔
(iii) انہیں کتاب اور دانائی کی تعلیم دے۔ (iv) انہیں پاک کردے۔

-6 نبی اکرم ﷺ حضرت ابراہیمؑ کے کون سے بیٹے کی اولاد میں سے ہیں؟

جواب: نبی اکرم ﷺ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں۔

-7 بنی اسرائیل کے انبیاء حضرت ابراہیمؑ کے کون سے بیٹے کی اولاد میں سے ہوئے؟

جواب: بنی اسرائیل کے انبیاء حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں سے ہیں۔

-8 اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو کن القابات سے نوازا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ اور حضرت اسماعیلؑ کو ذبیح اللہ کے القابات سے نوازا۔

(5)

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 " مَنًّ " کا معنی ہے:

(A) برداشت کیا (B) احسان کیا (C) ہمت کی (D) عزت دی

-2 "ضَلٰلٍ" کا معنی ہے:

(A) گمراہی (B) گمراہ کرنا (C) گمراہ ہونا (D) راہ ڈھونڈنا

-3 بت پرستی اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے لوگوں کے سیاہ ہو گئے تھے:

(A) دل (B) دماغ (C) جسم (D) چہرے

-4 "مُبِیْنٍ" کا معنی ہے:

(A) واضح (B) گمراہی (C) خوشنودی (D) دانائی

-5 نبی اکرم ﷺ بھیجے گئے:

(A) مہذب قوم میں (B) اعلیٰ نسل کے لوگوں میں (C) دنیا کی گمراہ ترین قوم میں (D) سیاہ فام قوم میں

-6 نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت پورا جزیرہ عرب جکڑا ہوا تھا:

(A) خاندانی نظام میں (B) قبائلی نظام میں (C) جمہوری نظام میں (D) بادشاہی نظام میں

-7 کافروں نے خانہ کعبہ میں بت رکھے ہوئے تھے:

(A) 300 (B) 320 (C) 340 (D) 360

-8 اسلام سے قبل عرب میں معصوم بچیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا:

(A) جہیز کے خوف سے (B) بھوک کے ڈر سے (C) جھوٹے وقار کی خاطر (D) اولاد زیادہ ہونے کی وجہ سے

جوابات: -1 احسان کیا -2 گمراہی -3 دل -4 واضح
-5 دنیا کی گمراہ ترین قوم میں -6 قبائلی نظام میں -7 360 -8 جھوٹے وقار کی خاطر

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر کس طرح احسان فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر اس طرح احسان فرمایا کہ ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

-2 " وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ " کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: ''اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

-3 دعائے ابراہیمیؑ میں آخری نبی کے کون کون سے اوصاف بیان ہوئے ہیں؟

جواب: وہ اوصاف مندرجہ ذیل ہیں:

(i) وہ اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائے۔ (ii) انھیں پاک کرے۔ (iii) انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔

-4 تزکیۂ نفوس سے کیا مراد ہے؟

جواب: تزکیۂ نفوس کا مطلب ہے لوگوں کے دلوں کو کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک کرنا۔ یہ آپ ﷺ کا وصف ہے۔ آپ ﷺ نے اخلاقی لحاظ سے بگڑی ہوئی انسانیت کو اخلاقِ عالیہ سے آراستہ کیا۔ بت پرستی اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے لوگوں کے دل سیاہ ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے دلوں کو اسلام کی روشنی سے منور کیا اور ایک غیر مہذب قوم کو مہذب قوم بنا دیا۔

-5 تعلیمِ کتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب: دعائے ابراہیمیؑ میں تعلیمِ کتاب سے مراد کتاب اللہ کی تشریح و توضیح کرنا ہے۔ اس کے اسرار و رموز اور معانی و مطالب بتانا ہے اور اس

کے مشکل مقامات کی وضاحت کرتا ہے۔

-6 دعائے ابراہیمی میں تعلیم حکمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: دعائے ابراہیمی میں تعلیم حکمت سے مراد عقل و دانش کی باتیں سکھانا ہے۔ اپنے قول و فعل کے ذریعے ان تمام مسائل کا حل بتانا جنہیں فلسفی اور اہل عقل بھی حل کرنے سے قاصر ہوں۔

-7 جب نبی اکرم ﷺ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو لوگوں پر کیا اثر ہوتا تھا؟

جواب: جب نبی اکرم ﷺ قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور لوگوں کو پڑھ کر سناتے تو پتھر دل موم ہو جاتے تھے۔

-8 اہل عرب میں سخاوت کے نام پر کون سی چیز پروان چڑھ رہی تھی؟

جواب: اہل عرب میں سخاوت کے نام پر جوا اور شراب خوری پروان چڑھ رہی تھی۔

-9 قرآن کریم نے اہل عرب کی گمراہی کو کیا نام دیا؟

جواب: اہل عرب کی گمراہی کو قرآن نے "ضلال مبین" کا نام دیا ہے۔

-10 نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل اہل عرب بہادری کے نام پر کیا کرتے تھے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل اہل عرب میں بہادری کے نام پر ظلم و تشدد کرتے تھے۔ قتل و غارت کو فخر کی علامت سمجھا جاتا تھا اور کئی کئی صدیوں تک لڑائیاں جاری رہتی تھیں۔

(6)

❑ ہر سوال کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 فرمان الٰہی ہے رسول اللہ ﷺ پر سخت گراں گزرتا ہے:

(A) جہاد کرنا (B) اللہ کی عبادت کرنا (C) روزے رکھنا (D) تمہارا مشقت میں پڑنا

-2 نبی اکرم ﷺ بڑے ہی شفیق اور انتہائی مہربان ہیں:

(A) کفار کے ساتھ (B) مشرکین کے ساتھ (C) ایمانداروں کے ساتھ (D) منافقین کے ساتھ

-3 "عَنِتُّمْ" کا معنی ہے:

(A) تم نے آسانی اختیار کی (B) تم مشقت میں پڑ گئے (C) تم پریشان ہو گئے (D) تم خوش ہو گئے

-4 رسول اکرم ﷺ بھلائی کے خواہاں ہیں:

(A) اہل بیت کی (B) مسلمانوں کی (C) اہل مکہ کی (D) تمام انسانوں کی

-5 "رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" بن کر تشریف لائے:

(A) حضرت محمدؐ (B) حضرت نوحؑ (C) حضرت ایوبؑ (D) حضرت عیسیٰؑ

-6 "حَرِيْصٌ" کا معنی ہے:

(A) تکلیف دہ (B) خیر خواہ (C) بہت شفیق (D) روگردانی

-7 نبی اکرم ﷺ جو دین لے کر آئے ہیں وہ ہے:

(A) بڑا مشکل (B) پیچیدہ (C) بہت آسان (D) فلسفیانہ

-8 "عَزِيزٌ" کا معنی ہے:

(A) سخت (B) ہدایت (C) خوشنودی (D) تکلیف دہ

-9 "تَوَكَّلْتُ" کا معنی ہے:

(A) تاکہ اسے غالب کردے (B) میں نے ہاتھ پھیلائے (C) میں نے بھروسا کیا (D) میں نے احسان کیا

جوابات: 1- تمہارا مشقت میں پڑنا 2- ایمانداروں کے ساتھ 3- تم مشقت میں پڑ گئے 4- تمام انسانوں کی 5- حضرت محمد ﷺ 6- خیر خواہ 7- بہت آسان 8- تکلیف دہ 9- میں نے بھروسا کیا

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "پھر اگر وہ منہ پھیریں تو کہہ دیجیے کہ مجھے اللہ کافی ہے۔"

-2 بعثت سے قبل اہل عرب نبی اکرم ﷺ کو کن القابات سے پکارا کرتے تھے؟

جواب: اہل عرب نبی اکرم ﷺ کو صادق اور امین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

-3 "عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ" کی وضاحت کریں۔

جواب: یہ نبی اکرم ﷺ کی صفت ہے۔ جو بات تمہیں مشقت میں ڈالے یا جس چیز سے تمہیں تکلیف پہنچے وہ ان پر بہت گراں گزرتی ہے۔ وہ ہر ممکن طریقے سے تمہاری پریشانیوں کو دور کرتے ہیں اور جو دین لے کر آئے ہیں وہ بہت آسان ہے۔ اس پر عمل کرنے میں کوئی تکلیف نہیں۔ تمہاری وہ غلط کاریاں جو عذاب الٰہی کو دعوت دے رہی ہیں، ان کے لیے سخت پریشان کن ہیں۔

-4 نبی اکرم ﷺ کی صفت "حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ" کی وضاحت کریں۔

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کی خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ آپ ﷺ کے دل میں پائی جاتی ہے۔ جس طرح باپ اپنی اولاد کی بھلائی کے لیے حریص ہوتا ہے اسی طرح رسول اکرم ﷺ تمام انسانوں کی بھلائی کے خواہاں ہیں۔

-5 بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ کی وضاحت کریں۔

جواب: نبی اکرم ﷺ رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے اور آپ ﷺ تمام مخلوقات کے لیے رحمت ہیں لیکن ایمان والوں کے ساتھ آپ ﷺ کی شفقت کی انتہا نہیں۔ جو لوگ آپ ﷺ کے دین کو قبول کرتے ہیں ان پر آپ ﷺ کے کرم کی بارش برستی ہے اور ان کے ساتھ بے حد شفقت سے پیش آتے ہیں۔

(7)

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ

(A) رسول ﷺ کو شہرت ملے (B) اسے سب ادیان پر غالب کرے (C) اسے حکمرانی ملے (D) معاشی خوشحالی ملے

-2 "لِيُظْهِرَهُ" کا معنی ہے:

(A) تاکہ اسے غالب کردے (B) تاکہ اسے پھیلائے (C) تاکہ وہ ظاہر ہو جائے (D) تاکہ خوشنودی حاصل ہو

-3 محمد ﷺ کے ساتھی سخت ہیں:

(A) آپس میں (B) لین دین کے معاملے میں (C) جسمانی لحاظ سے (D) کافروں کے مقابلے میں

4- "یَنۡتَغُونَ" کا معنی ہے:
(A) وہ خوش ہوتے ہیں (B) وہ افسوس کرتے ہیں (C) وہ چاہتے ہیں (D) وہ پریشان ہوتے ہیں

5- "رِضۡوَانٌ" کا معنی ہے:
(A) خوشنودی (B) خوش کرنا (C) خوش ہونا (D) خوشیاں بانٹنا

6- باہمی محبت و خلوص کا پیکر ہیں:
(A) سب مسلمان (B) فرشتے (C) محمد ﷺ کے ساتھی (D) کفار و مشرکین

7- "زَرۡعٌ" کا معنی ہے:
(A) زراعت (B) کھیتی (C) زرعی پیداوار (D) زرعی آمدنی

8- مومنین کی صفات کی مثال ایک کھیتی سے دی گئی ہے:
(A) تورات میں (B) زبور میں (C) انجیل میں (D) ابراہیمؑ کے صحائف میں

9- "زُرَّاعٌ" کا معنی ہے:
(A) کسان (B) تاجر (C) بڑھئی (D) جولاہا

10- ہر عمل بے معنی ہے:
(A) طاقت کے بغیر (B) مال کے بغیر (C) محنت کے بغیر (D) ایمان کے بغیر

11- ایسے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں جس میں موجود نہ ہو:
(A) خلوص (B) عبادت (C) جہاد (D) عمل

12- "اِسۡتَغۡلَظَ" کا معنی ہے:
(A) موٹا ہو گیا (B) سوکھ گیا (C) سیدھا کھڑا ہو گیا (D) بیٹھ گیا

13- حضرت محمد ﷺ کے ساتھی ہر عمل میں طلب گار ہیں:
(A) شہرت کے (B) شجاعت کے (C) اللہ کے فضل کے (D) مال و دولت کے

جوابات: 1- اسے سب ادیان پر غالب کرے 2- تاکہ اسے غالب کر دے 3- کافروں کے مقابلے میں
4- وہ چاہتے ہیں 5- خوشنودی 6- محمد ﷺ کے ساتھی 7- کھیتی 8- انجیل میں
9- کسان 10- ایمان کے بغیر 11- عمل 12- موٹا ہو گیا 13- اللہ کے فضل کے

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو کون سے دو عطیات دیے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو ھُدیٰ اور دین الحق کے عطیات دیے ہیں۔ یعنی قرآن حکیم جو سراسر رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے اور اسلام جو سچا دین اور برحق ہے۔

2- هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ ؕ کا ترجمہ کریں۔

جواب: ترجمہ: ”(اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے سب ادیان پر غالب کر دے۔“

3- حضرت محمد ﷺ کے ساتھیوں کی کون سی صفات بیان کی گئی ہیں؟

جواب: حضرت محمد ﷺ کے ساتھیوں کی مندرجہ ذیل صفات بیان کی گئی ہیں:

(i) وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں۔ (ii) آپس میں نرم دل ہیں۔ (iii) جب دیکھو رکوع یا سجدے میں ہوتے ہیں۔ (iv) وہ اللہ کا فضل اور خوشنودی کے طلب گار ہیں۔ (v) کثرت عبادت کی وجہ سے ان کے چہرے پر ایک خاص قسم کا نور ہے جس کو دیکھ کر لوگ ان کو آسانی سے پہچان لیتے ہیں۔

4- مومنین کی صفات کن الہامی کتب میں بیان ہوئی ہیں؟

جواب: مومنین کی صفات تورات، انجیل اور قرآن میں بیان ہوئی ہیں۔

5- يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا کا ترجمہ کیا ہے؟

جواب: ترجمہ: اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ہوئے۔

6- اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ کون سا وعدہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو مغفرت عطا کرے گا اور بہت بڑا اجر دے گا۔

7- "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ" کی وضاحت کریں۔

جواب: یعنی مجاہدین باطل کی قوت کے مقابلے میں ڈٹ جانے والے ہیں۔ نتیجے سے بے نیاز ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکل پڑتے ہیں۔

8- وہ کونسی دو صفات ہیں جن سے قومیں عروج حاصل کرتی ہیں؟

جواب: (i) مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت

(ii) باہمی اتفاق و اتحاد جو باہمی رواداری اور محبت سے پیدا ہوتا ہے۔

9- "رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: یہاں نبی کریم ﷺ کے ساتھیوں کی صفت بیان کی گئی ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے وہ بڑی مروت اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

10- "تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا" کی وضاحت کریں۔

جواب: جب بھی ان (صحابہؓ) کو دیکھو رکوع میں ہوتے ہیں یا سجدے میں یعنی بکثرت نمازیں پڑھتے ہیں۔ یاد الٰہی سے کسی وقت بھی غافل نہیں رہتے۔

(8)

ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے نہیں:

(A) ساتھی (B) بھائی (C) بیٹے (D) باپ

2- "خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ" کا معنی ہے:

(A) نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے (B) پہلے نبی (C) نبیوں کے سردار (D) جد انبیاء

3- آپ ﷺ کی نرینہ اولاد فوت ہوگئی:

(A) بچپن میں ہی (B) جوانی میں (C) نوجوانی میں (D) نوعمری میں

4- نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تھا:

(A) حضرت ابراہیمؑ سے (B) حضرت نوحؑ سے (C) حضرت آدمؑ سے (D) حضرت موسیٰؑ سے

-5 "رِجَالٌ" کا معنی ہے:

(A) انسان (B) مرد (C) جن (D) کافر

جوابات: 1- باپ 2- نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے 3- بچپن میں ہی 4- حضرت آدمؑ سے 5- مرد

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 "خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" کی وضاحت کریں۔

جواب: خاتم کا لفظی معنیٰ ہے وہ چیز جس سے کسی کو ختم کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ بھی خاتم ٹھہرے کہ آپ ﷺ کی بعثت پر نبوت کا سلسلہ ختم کیا گیا۔ خاتم النبیین کا مطلب ہوا نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والا۔

-2 نبی اکرم ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ کس طرح نہیں؟

جواب: آپ ﷺ کی نرینہ اولاد بچپن ہی میں فوت ہوگئی یوں آپ ﷺ مردوں میں سے کسی کے حقیقی باپ نہیں۔

-3 وہ کون سا وصف ہے جو نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی پیغمبر کو نہیں ملا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ختم نبوت کا اعزاز عطا فرمایا جو کسی اور پیغمبر کو نہیں ملا۔

-4 "مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" کا ترجمہ کیا ہے؟

جواب: ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سے آخری ہیں۔

(9)

ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 "شَاهِدٌ" کا معنی ہے:

(A) گواہی دینا (B) شہادت پانا (C) گواہ (D) شہادت کی خواہش کرنا

-2 سورۃ احزاب کی آیت نمبر 45 اور 46 میں نبی اکرم ﷺ کے القاب بیان ہوئے ہیں:

(A) چار (B) پانچ (C) چھے (D) سات

-3 "مُبَشِّرٌ" کا معنی ہے:

(A) چراغ (B) گواہ (C) ڈرانے والا (D) خوش خبری سنانے والا

-4 "نَذِیْرٌ" کا معنی ہے:

(A) ڈرانے والا (B) خرچ کرنا (C) پیروی کرنا (D) روگردانی کرنا

-5 نبی اکرم ﷺ سابقہ انبیاء کے تبلیغی مشن سے باخبر ہیں:

(A) تاریخی کتابوں کے ذریعے (B) بذریعہ وحی (C) بذریعہ علم نسب (D) جنات کے ذریعے

-6 "سِرَاجٌ" کا معنی ہے:

(A) گواہ (B) بشارت دینے والا (C) بلانے والا (D) چراغ

-7 "مُنِیْرٌ" کا معنی ہے:

(A) سورج (B) روشنی (C) روشن کرنے والا (D) ستارے

-8 انبیاء علیہم السلام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے:

(A) حضرت آدم علیہ السلام کو (B) حضرت نوح علیہ السلام کو
(C) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (D) حضرت محمد ﷺ کو

جوابات: -1 گواہ -2 پانچ -3 خوش خبری سنانے والا -4 ڈرانے والا
-5 بذریعہ وحی -6 چراغ -7 روشن کرنے والا -8 حضرت محمد ﷺ کو

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 سورۃ احزاب میں نبی اکرم ﷺ کے کون کون سے القابات بیان ہوئے ہیں؟

جواب: سورۃ احزاب میں آپ ﷺ کے پانچ مندرجہ ذیل القابات کا ذکر ہے:

-1 شاھد -2 مبشر -3 نذیر -4 داعی الی اللہ -5 سراج منیر

-2 مفسرین نے نبی اکرم ﷺ کے شاہد ہونے کی کون کون سی صورتیں بیان کی ہیں؟

جواب: مفسرین نے آپ ﷺ کے شاہد ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں بیان کی ہیں:

-1 آپ ﷺ حق وصداقت کے گواہ ہیں۔

-2 آپ ﷺ اللہ کی ذات وصفات کے گواہ ہیں۔اسی طرح آپ ﷺ جنت و دوزخ اور عالم غیب سے تعلق رکھنے والی تمام مخلوق کے وجود کے بھی گواہ ہیں کیونکہ ان سب کا آپ ﷺ کو مشاہدہ کرایا گیا ہے۔

-3 قیامت کے دن آپ ﷺ اپنی امت کے بارے میں بھی گواہی دیں گے۔

-4 آپ ﷺ قیامت کے روز انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دیں گے کیونکہ آپ ﷺ کو ان سب کے تبلیغی مشن سے بذریعہ وحی آگاہ کر دیا گیا ہے۔

-3 آپ ﷺ کے لقب "مبشر" کی وضاحت کریں۔

جواب: مبشر کے معنی ہیں خوشخبری سنانے والا۔آپ ﷺ نیک لوگوں کو اچھی جزا اور جنت کی خوشخبری سنانے والے ہیں اور ایسے ہی خطا کار لوگوں کو توبہ کرنے پر اللہ کی بخشش کی بشارت دینے والے ہیں۔

-4 آپ ﷺ کے لقب "نَذِیْرٌ" کی وضاحت کریں۔

جواب: نَذِیْرٌ کے معنی ہیں ڈرانے والا۔آپ ﷺ کے مشن میں داخل ہے کہ انسانوں کو کفر و شرک اور گناہوں کے بُرے انجام سے آگاہ کریں اور کفار و منافقین کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔

-5 نبی اکرم ﷺ کو خصوصی طور پر داعی الی اللہ کا لقب کیوں ملا؟

جواب: نبی اکرم ﷺ کی دعوت کامل اور عالم گیر ہے اس لیے آپ ﷺ کو خصوصی طور پر داعی الی اللہ کا لقب ملا۔

-6 نبی اکرم ﷺ کو سراج منیر کا لقب کیوں دیا گیا؟

جواب: سراج منیر کا معنی ہے "روشن چراغ" یا "روشن سورج"۔نبی اکرم ﷺ نے اہل ایمان کے دلوں سے کفر و شرک کی تاریکی کو ختم کیا اور ان کے دل منور کر دیے۔اسی بنا پر آپ ﷺ کو سراج منیر کہا گیا۔

(10)

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 قرآن پاک تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا:
(A) تقریباً 20 سال میں (B) تقریباً 21 سال میں (C) تقریباً 22 سال میں (D) تقریباً 23 سال میں

-2 "تنزیل" کا معنی ہے:
(A) تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا (B) جاری کیا (C) یک وقت اتارا (D) اٹھائے

-3 تورات نازل ہوئی:
(A) حضرت آدمؑ پر (B) حضرت نوحؑ پر (C) حضرت ابراہیمؑ پر (D) حضرت موسیٰؑ پر

-4 زبور نازل ہوئی:
(A) حضرت شعیبؑ پر (B) حضرت ہارونؑ پر (C) حضرت داؤدؑ پر (D) حضرت عیسیٰؑ پر

-5 انجیل نازل ہوئی:
(A) حضرت عیسیٰؑ پر (B) حضرت موسیٰؑ پر (C) حضرت داؤدؑ پر (D) حضرت ابراہیمؑ پر

-6 اجزائے ایمان ہیں:
(A) دو (B) تین (C) چار (D) پانچ

جوابات: -1 تقریباً 23 سال میں -2 تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا -3 حضرت موسیٰؑ پر
-4 حضرت داؤدؑ پر -5 حضرت عیسیٰؑ پر -6 پانچ

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 "تنزیل" اور "انزال" میں کیا فرق ہے؟

جواب: "تنزیل" کے معنی ہیں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا جبکہ "انزال" کے معنی ہیں ایک ساتھ اتارا۔

-2 سابقہ کتابیں کس کس پیغمبر پر نازل ہوئیں؟

جواب: تورات حضرت موسیٰؑ پر، زبور حضرت داؤدؑ پر اور انجیل حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی۔

-3 اجزائے ایمان کون کون سے ہیں؟

جواب: اجزائے ایمان درج ذیل ہیں: -1 اللہ پر ایمان لانا -2 فرشتوں پر ایمان لانا -3 تمام پیغمبروں پر ایمان لانا
-4 تمام کتابوں پر ایمان لانا -5 آخرت پر ایمان لانا

-4 سابقہ کتابوں کی حیثیت کیا ہے؟

جواب: قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی کتابیں سچی تھیں۔ اس زمانے میں ان پر عمل فرض تھا لیکن قرآن مجید کے آنے کے بعد ان پر عمل ختم کر دیا گیا۔

-5 اگر کوئی شخص ایک بھی رسول یا نبی سے منکر ہو گیا تو اس کا ایمان پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص ایک بھی رسول یا نبی سے انکار کر دے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ خواہ دوسری چیزوں پر اس کا عقیدہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو۔

(11)

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- قیامت کے دن صور پھونکیں گے:
(A) حضرت جبرائیلؑ (B) حضرت میکائیلؑ (C) حضرت اسرافیلؑ (D) حضرت عزرائیلؑ

2- "کَوَاکِبُ" کا معنی ہے:
(A) پھٹنا (B) ستارے (C) چاند (D) سورج

3- "اِنْتَثَرَتْ" کا معنی ہے:
(A) بکھر جائیں گے (B) جب کھودی جائیں گی (C) اکٹھا کیا (D) غیر حاضر

4- "فُجِّرَتْ" کا معنی ہے:
(A) جاری ہونا (B) بہا دیے جائیں گے (C) بہتے دریا (D) بہتی ندیاں

5- برے لوگوں کے اعمال دیے جائیں گے:
(A) دائیں ہاتھ میں (B) بائیں ہاتھ میں (C) تنہائی میں (D) کالے کپڑے میں لپیٹ کر

6- "فُجَّارٌ" کا معنی ہے:
(A) منافقین (B) گنہگار (C) بدکار لوگ (D) کفار

7- انسان کو رب کے بارے میں دھوکے میں رکھا:
(A) فرشتوں نے (B) شیطان نے (C) جنات نے (D) بتوں نے

8- "جَحِیْمٌ" کا معنی ہے:
(A) تیز دہکتی ہوئی آگ (B) سلگتی ہوئی چنگاری (C) ہلکی آنچ (D) اکھاڑی جائیں گی

9- حساب کتاب کے بعد بدکار لوگ داخل ہوں گے:
(A) جنت میں (B) اعراف میں (C) جہنم میں (D) خون اور پیپ کی نہر میں

جوابات: 1- حضرت اسرافیلؑ 2- ستارے 3- بکھر جائیں گے 4- بہا دیے جائیں گے 5- بائیں ہاتھ میں 6- بدکار لوگ 7- شیطان نے 8- تیز دہکتی ہوئی آگ 9- جہنم میں

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- "وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ" کا کیا ترجمہ ہے؟
جواب: ترجمہ "اور جب سمندر ابل پڑیں گے"۔

2- سورۃ الانفطار میں قیامت کے جو مناظر بیان ہوئے ہیں، مختصراً بیان کریں۔
جواب: اس دن کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ آسمان پھٹ جائے گا اور نظام فلکی تہس نہس ہو جائے گا۔ ستارے بکھر کر تباہ ہو جائیں گے۔ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ سمندر بہہ نکلے گا اور ان کا پانی پھیل جائے گا۔

3- قیامت کس طرح برپا ہوگی؟
جواب: قیامت حضرت اسرافیلؑ کے صور پھونکنے پر برپا ہوگی اور کائنات کا سارا نظام ختم ہو جائے گا۔ دوسرے مرحلے میں حضرت اسرافیلؑ

پھر صور پھونکیں گے جس پر تمام مردے زندہ ہو جائیں گے اور اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے۔

-4 کراماً کاتبین سے کیا مراد ہے؟

جواب: کراماً کاتبین اللہ کے وہ معزز فرشتے ہیں جو ہر انسان کے اچھے بُرے اعمال کو لکھتے رہتے ہیں۔

-5 "یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ" کا ترجمہ کریں۔

جواب: **ترجمہ** "اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟"

-6 یَصْلَوْنَ اور غَآئِبِیْنَ کا کیا معنی ہے؟

جواب: "یَصْلَوْنَ" کا معنی ہے "آگ میں داخل ہونا"۔ "غَآئِبِیْنَ" کا مطلب ہے "غیر حاضر"۔

-7 یوم الحساب کے آخری مرحلہ میں کیا ہوگا؟

جواب: اس مرحلہ میں نیکوکار جنت میں داخل کر دیے جائیں گے جہاں ان کو ہر قسم کی آسائش میسر ہوگی۔ بدکار لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے جہاں ان کو بدترین قسم کا عذاب ہوگا۔

-8 اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخاطب کر کے یوم الحساب کو کیسا دن قرار دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخاطب کر کے یوم الحساب کے بارے میں بتایا کہ اس دن حکم صرف اللہ کا چلے گا اور فیصلہ اسی کا ہوگا۔ یہ جھوٹے معبود اس دن کچھ کام نہ آئیں گے اور تمام جھوٹے اقتدار ختم ہو جائیں گے۔ انسان کا فرض ہے کہ ایسے دن سے غافل نہ رہے۔

-9 انسان کو شیطان نے مہربان رب کے بارے میں کس طرح دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟

جواب: شیطان انسان کو یہ دھوکا دیتا ہے کہ رب تعالیٰ مہربان ہے۔ وہ قیامت کے دن بھی کرم فرمائے گا اور کوئی حساب نہ لیا جائے گا۔

(12)

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 قرآن پاک کو قبول کرنے اور نہ کرنے کے لحاظ سے سارے انسان منقسم ہو گئے:

(A) دو گروہوں میں (B) تین گروہوں میں (C) چار گروہوں میں (D) پانچ گروہوں میں

-2 "مُفْلِحُوْنَ" کا معنی ہے:

(A) استحکام حاصل کرنے والے (B) ایمان لانے والے (C) انعام حاصل کرنے والے (D) کامیابی حاصل کرنے والے

-3 "سَوَآءٌ" کا معنی ہے:

(A) برابر (B) علاوہ (C) مساوات (D) مساویانہ

-4 اللہ نے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی اور آنکھوں پر پردہ ہے:

(A) منافقین کے (B) کافروں کے (C) مشرکین کے (D) اہلِ کتاب کے

-5 "خَتَمَ" کا معنی ہے:

(A) انجام تک پہنچانا (B) ختم کرنا (C) آغاز کرنا (D) مہر لگا دی

-6 "غِشَاوَةٌ" کا معنی ہے:

(A) پردہ (B) دھوکا دینا (C) ثابت کیا (D) ملا دیا

-7 جن لوگوں نے دین کے احکامات پر سختی سے عمل کیا اور اس کی منع کردہ چیزوں سے اجتناب کیا، یہ لوگ قرآنی اصطلاح میں کہلاتے ہیں:
(A) منافق (B) مشرکین (C) کافر (D) متقی

-8 "یُخٰدِعُوْنَ" کا معنی ہے:
(A) بے وقوف (B) دھوکا دیتے ہیں (C) دھوکے میں آتے ہیں (D) خیال رکھتے ہیں

-9 "اَلسُّفَهَآءُ" کا معنی ہے:
(A) بے وقوف لوگ (B) عقل مند لوگ (C) اعتراض کرنے والے (D) مذاق کرنے والے

-10 ظاہر اور باطن میں تضاد ہے:
(A) دہریوں کے (B) یہودیوں کے (C) سکھوں کے (D) منافقوں کے

-11 منافقین بے وقوف سمجھتے ہیں:
(A) مسلمانوں کو (B) مشرکوں کو (C) آتش پرستوں کو (D) کافروں کو

-12 "مُسْتَهْزِءُوْنَ" کا معنی ہے:
(A) دھوکا کرنے والے (B) ہنسی اڑانے والے (C) چوری کرنے والے (D) فساد کرنے والے

-13 تمام عبادات کو نہایت پابندی سے ادا کرتے ہیں:
(A) متقین (B) منافقین (C) مشرکین (D) کافر

جوابات: -1 تین گروہوں میں -2 کامیابی حاصل کرنے والے -3 برابر -4 کافروں کے -5 مہر لگا دی
-6 پردہ -7 متقی -8 دھوکا دیتے ہیں -9 بے وقوف لوگ -10 منافقوں کے
-11 مسلمانوں کو -12 ہنسی اڑانے والے -13 متقین

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 "الٓمّٓ" کا ترجمہ کیوں نہیں کیا جاتا؟

جواب: الٓمّٓ حروف مقطعات ہیں ان کا کوئی بھی ترجمہ نہیں کیا جاتا کیونکہ ان کی مراد اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اسی طرح الٓرٰ، حٰمٓ وغیرہ بھی حروف مقطعات ہیں۔

-2 سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کی کون سی صفات بیان فرمائی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کی مندرجہ ذیل صفات بیان فرمائی ہیں:
(i) وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ii) وہ نماز قائم کرتے ہیں۔
(iii) وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ (iv) وہ آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔
(v) وہ قرآن کریم اور اس سے نازل ہونے والی کتابوں کو بھی برحق مانتے ہیں۔

-3 اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ O کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "بے شک جو لوگ کفر پر جم چکے ہیں ان کے لیے برابر ہے۔ خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے"۔

-4 سورۃ البقرہ میں کون سے گروہوں کا ذکر ہے؟

جواب: سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل تین گروہوں کا ذکر کیا ہے:

(i) متقین (ii) کافر (iii) منافقین

-5 سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کے بارے میں سورۃ البقرہ میں مندرجہ ذیل باتیں بیان فرمائی ہیں:

(i) یہی لوگ قرآن پاک سے حقیقی معنوں میں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (ii) یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔

(iii) یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

-6 سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو کافروں کے بارے میں کون سی بات بتائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا "آپ ﷺ ان کافروں کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ گویا اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

-7 منافق کون لوگ ہیں؟

جواب: منافق وہ لوگ ہیں جو زبانی طور پر تو ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن دل سے کفر پر قائم ہیں۔ ان کے ظاہر اور باطن میں تضاد ہے۔

-8 جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو وہ کیا کہتے ہیں؟

جواب: وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ یہی لوگ فسادی ہیں مگر سمجھتے نہیں۔

-9 جب منافقین سے ایمان لانے کو کہا جاتا ہے تو وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

جواب: وہ کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح بے وقوف لوگ ایمان لائے مگر اللہ فرماتا ہے کہ دراصل منافقین ہی بے وقوف ہیں مگر جانتے نہیں ہیں۔

-10 جب منافقین ایمان والوں اور شیطانوں سے ملتے ہیں تو ان کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

جواب: جب منافقین اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب شیطانوں کے ساتھ اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں اور مسلمانوں سے صرف مزاح کرتے ہیں۔

(13)

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 "بِرّ" کا معنی ہے:

(A) نیکی بھلائی (B) برائی (C) سختی (D) تنگی

-2 ساری نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کی طرف کرو:

(A) اپنی پیٹھیں (B) اپنے بازو (C) اپنے پاؤں (D) اپنے منہ

-3 "وُجُوْہٌ" کا معنی ہے:

(A) آنکھیں (B) کان (C) منہ (D) گردن

-4 "اِبْنَ السَّبِیْلِ" کا معنی ہے:

(A) رشتہ دار (B) مسافر (C) دوست احباب (D) یتیم اور غلام

-5 صدقات و خیرات کے سب سے زیادہ مستحق ہیں:

(A) غریب رشتہ دار (B) معذور افراد (C) نابینے (D) گونگے

-6 "رِقَابٌ" کا معنی ہے:

(A) مسافر (B) عزیز و اقارب (C) گردنیں (D) غربت

-7 رشتہ داروں کے بعد صدقات کے مستحق ہوتے ہیں:

(A) بہن بھائی (B) اہل محلہ (C) مسافر (D) یتیم

-8 اسلام جب دنیا میں آیا تو دور دورہ تھا:

(A) عدل و انصاف کا (B) اخوت و مساوات کا (C) غلامی کا (D) سیاسی وحدت کا

-9 نبی اکرم ﷺ نے منافق کی علامات بتائی ہیں:

(A) دو (B) تین (C) پانچ (D) چھے

-10 "الضَّرَّآءِ" کا معنی ہے:

(A) بیماری، جانی و مالی نقصان (B) سختی (C) تنگی (D) غربت

جوابات: -1 نیکی، بھلائی -2 اپنے منہ -3 منہ -4 مسافر -5 غریب رشتہ دار
-6 گردنیں -7 یتیم -8 غلامی کا -9 تین -10 بیماری، جانی و مالی نقصان

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے نیکی کی کیا حقیقت بتائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نیکی صرف اسی کا نام نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لیا کرو بلکہ نیکی خلوص کے ساتھ ایمان لانے اور عمل کرنے کا نام ہے۔

-2 عبادات کی قبولیت کے لیے کون سی چیز شرط ہے؟

جواب: اعتقادات کی درستی کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔

-3 سورۃ البقرہ میں بیان کردہ صدقات و خیرات کے مستحق افراد کو ترتیب سے لکھیں۔

جواب: صدقات و خیرات کے مستحق افراد مندرجہ ذیل ہیں:

-1 غریب رشتہ دار -2 یتیم افراد -3 مسکین لوگ -4 مسافر

-5 وہ لوگ جو مالی امداد کے خواہاں ہوں اور محتاجی نے انھیں سوال کرنے پر مجبور کر دیا ہو

-6 غلامی یا قرض کے بوجھ سے اپنے آپ کو آزاد کرنے والے

-4 یتیم کسے کہتے ہیں؟

جواب: ایسے بچے جن کے سر سے ان کے باپ کا سایہ بچپن ہی سے اٹھ گیا ہو وہ یتیم کہلاتے ہیں۔

-5 کن مسافروں کو صدقات و خیرات دیا جاتا ہے؟

جواب: ایسے مسافر جن کو دوران سفر مالی امداد کی ضرورت پیش آئے خواہ وہ اپنے ملک میں امیر ہی کیوں نہ ہوں۔

-6 "وَأَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ" کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "مانگنے والے کو مت جھڑکیے"۔

-7 ایفائے عہد کے بارے میں مختصراً لکھیں۔

جواب: ایفائے عہد کا مطلب ہے کہ جب وعدہ کیا جائے تو پورا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "عہد پورا کرو کیونکہ تم سے (قیامت کے

دن) عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی"۔

ایک مسلمان کو عہد کا پکا اور قول کا دھنی ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ کہے کچھ اور کرے کچھ۔ نبی اکرم ﷺ نے منافق کی تین علامات بتائی ہیں ان میں سے ایک وعدہ کو پورا نہ کرنا ہے۔

-8 اللہ تعالیٰ نے صبر کے کون سے تین سخت مواقع کا ذکر کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے صبر کے مندرجہ ذیل تین مواقع بیان فرمائے ہیں:

-1 جب مالی تنگی آئے۔ -2 جب کوئی بیماری لاحق ہو۔ -3 جب میدان جنگ میں گھمسان کی لڑائی ہو۔

-9 " تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا " کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ "تو انھیں ان کی صورت سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے۔"

(14)

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 اللہ کی راہ میں خلوص سے خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے:

(A) پانچ سوگنا (B) چھے سوگنا (C) سات سوگنا (D) آٹھ سوگنا

-2 "يُنْفِقُوْنَ" کا معنی ہے:

(A) تکلیف دیتے ہیں (B) خرچ کرتے ہیں (C) فضول خرچی کرتے ہیں (D) بچت کرتے ہیں

-3 خوش کلامی اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد سائل کو دی جائے:

(A) سختی (B) بددعا (C) دعا (D) تکلیف

-4 "سَنَابِلَ" کا معنی ہے:

(A) بالیاں (B) کونپلیں (C) شاخیں (D) دانے

-5 انفاق فی سبیل اللہ کا مطلب ہے:

(A) اللہ کی راہ میں لڑنا (B) اللہ کی راہ میں سفر کرنا (C) اللہ کی راہ میں خرچ کرنا (D) اللہ کی راہ میں قرض دینا

-6 "مَنًّا" کا معنی ہے:

(A) تکلیف (B) منت (C) درخواست (D) سکون

-7 "حَبَّةٌ" کا معنی ہے:

(A) دانہ (B) بالیاں (C) خوشے (D) جڑیں

-8 اللہ تعالیٰ اجر عطا کرتا ہے:

(A) مال کی کثرت کے مطابق (B) نیتوں کے مطابق
(C) مشقت کے مطابق (D) حسب نسب کے مطابق

جوابات: -1 سات سوگنا -2 خرچ کرتے ہیں -3 تکلیف -4 بالیاں
-5 اللہ کی راہ میں خرچ کرنا -6 منت -7 دانہ -8 نیتوں کے مطابق

- درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت کو کس مثال کے ذریعے بیان کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اس مثال سے بیان کی ہے کہ جس طرح ایک دانہ بونے سے ایک پودا نکلے اور اس میں سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں اور یوں ایک دانہ بونے سے کسان کو سینکڑوں دانے مل جائیں۔ بالکل اسی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کیے ہوئے مال کا اجر بھی سات سو گنا تک ملتا ہے۔

-2 خلوص کے ساتھ مال خرچ کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: مال جتنے خلوص کے ساتھ خرچ کیا جائے گا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ چونکہ لوگوں کی نیتوں اور ارادوں سے واقف ہے اس لیے لوگوں کی نیتوں کے مطابق اجر عطا فرماتا ہے۔

-3 جو لوگ اللہ کی راہ میں مال خرچ کر کے احسان نہیں جتلاتے ان کے بارے میں کیا فرمایا گیا ہے؟

جواب: ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے لیے اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے اور قیامت کے دن انھیں کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

-4 خوش کلامی اور درگزر سے کام لینا کون سے صدقے سے بہتر ہے؟

جواب: خوش کلامی اور درگزر سے کام لینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد سائل یا مسکین کو تکلیف دی جائے۔

-5 اگر ضدی سائل تنگ کرے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: بعض اوقات ضدی سائل تنگ کرتے ہیں۔ انسان ان کی خدمت دل سے نہیں کرنا چاہتا تو ایسی صورت میں انھیں خوش کلامی سے ٹال دینا چاہیے۔ ان کو جھڑکنا نہیں چاہیے۔

(15)

- ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 "کُوْنُوْا" کا معنیٰ ہے:

(A) تم ہو جاؤ (B) تم چھوڑ دو (C) تم پہلوتہی کرو (D) تم خلاف ہو جاؤ

-2 مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ سچی گواہی دینے والے بن جائیں:

(A) دولت کی خاطر (B) شہرت کی خاطر (C) انصاف کی خاطر (D) اللہ کی رضا کی خاطر

-3 "قَوّٰمِيْنَ" کا معنیٰ ہے:

(A) گواہی دینے والے (B) مضبوطی سے جمے رہنے والے (C) پیروی کرنے والے (D) بیٹھ جانے والے

-4 کائنات کے امن کا دارومدار ہے:

(A) کاروبار پر (B) باہمی تعلقات پر (C) عدل وانصاف پر (D) دولت وطاقت پر

-5 "قِسْطٌ" کا معنیٰ ہے:

(A) ترتیب وار (B) ظلم وستم (C) حق وباطل (D) عدل وانصاف

-6 شہادت کی بنیاد ہونی چاہیے:

(A) انصاف پر (B) ظلم وستم پر (C) احسان پر (D) حق وباطل پر

-7 "اَقْرَبِیْنَ" کا معنی ہے:

(A) دوست واحباب (B) رشتہ دار (C) پڑوسی (D) ہم سفر

-8 گواہی ہمیشہ دی جائے:

(A) مدعی علیہ کے لیے (B) مدعی کے لیے (C) قاضی کی مدد کے لیے (D) اللہ کی خوشنودی کی لیے

-9 "تُعْرِضُوْا" کا معنی ہے:

(A) تم پیروی کروگے (B) تم انصاف کروگے (C) تم روگردانی کروگے (D) تم پیروی نہ کروگے

-10 گواہی دینے میں کسی فریق کی حیثیت کو پیش نظر نہ رکھا جائے:

(A) مالی (B) سیاسی (C) معاشرتی (D) اخلاقی

جوابات: 1- تم ہو جاؤ 2- اللہ کی رضا کی خاطر 3- مضبوطی سے جمے رہنے والے 4- عدل وانصاف پر 5- عدل وانصاف
6- انصاف پر 7- رشتہ دار 8- اللہ کی خوشنودی کے لیے 9- تم روگردانی کروگے 10- مالی

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا کا ترجمہ کریں۔

جواب: ترجمہ "اور اگر تم گی لپٹی بات کروگے یا سچائی سے پہلو تہی کروگے (تو جان لو) کہ بلاشبہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے۔"

-2 اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو گواہی دینے کے بارے میں کیا حکم دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ گواہی محض اللہ کی خوشنودی اور انصاف کو قائم کرنے کے لیے دو۔ گواہی دیتے وقت یہ خیال نہ رکھو کہ کس کو فائدہ پہنچے گا اور کس کو نقصان۔ گواہی سے اپنے آپ کو نقصان ہو یا والدین اور رشتہ داروں کو نقصان پہنچے اس بات کی پروا نہ کرو بلکہ حقیقت کو بیان کرو۔ امیر اور غریب کا خیال نہ کرو اور نہ ہی اپنی خواہشات کی پیروی کرو۔

-3 اگر جھوٹی گواہی دی جائے تو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟

جواب: گواہی کو چھپانے یا جھوٹی گواہی دینے سے انصاف کا حصول ناممکن بن جائے گا جس سے کائنات میں ظلم وفساد کا دور دورہ ہوگا۔

-4 فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ "پس تم خواہش نفس کی پیروی نہ کرو ایسا نہ ہو کہ حق سے ہٹ جاؤ"۔

-5 اسلام کے نظام شہادت کے نزدیک اصول کون سے ہیں؟

جواب: اسلام نے شہادت کے مندرجہ ذیل اصول بیان کیے ہیں:

(1) شہادت انصاف پر مبنی ہو۔ (2) شہادت میں صرف اللہ کی خوشنودی مطلوب ہو۔

(3) گواہی دینے میں کسی فریق کی مالی حیثیت کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔

(4) شہادت میں کسی کے نفع یا نقصان کا خیال نہ رکھا جائے۔

(5) اپنی خواہش اور مرضی کو شہادت میں حائل نہ ہونے دیا جائے۔

(6) گواہی کے الفاظ واضح ہوں اور صورتِ حال پر روشنی ڈالنے کے لیے کافی ہوں۔ گول مول بات کر کے حقیقت کو چھپانے سے اجتناب کیا جائے۔

(7) جب گواہی کے لیے بلایا جائے تو حیلے بہانے سے جان چھڑانے اور پہلو تہی کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

(16)

□ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- "مُتَعَمِّدًا" کا معنی ہے:

(A) جان بوجھ کر (B) غلطی سے (C) لاپروائی سے (D) لاعلمی سے

2- قتلِ عمد سے مراد ہے:

(A) غلطی سے قتل کرنا (B) گلا دبا کر مارنا (C) جان بوجھ کر قتل کرنا (D) پانی میں ڈوب کر مرجانا

3- "اَعَدَّ" کا معنی ہے:

(A) وعدہ کیا (B) تیار کیا (C) ظلم کیا (D) انصاف کیا

4- "خَالِدًا" کا معنی ہے:

(A) ہمیشہ رہنے والا (B) دور رہنے والا (C) مستقل رہنے والا (D) عارضی قیام کرنے والا

5- حقوق العباد میں سب سے بڑے حق کو تلف کرنا ہے:

(A) جھوٹ بولنا (B) جھوٹی گواہی دینا (C) خیانت کرنا (D) مسلمان بھائی کو جان بوجھ کر قتل کرنا

6- انسانی خون کی بڑی اہمیت ہے:

(A) عیسائیت میں (B) اسلام میں (C) یہودیت میں (D) بدھ مت میں

7- "جَزَآءُ" کا معنی ہے:

(A) ثواب (B) اجر (C) سزا (D) انعام

جوابات: 1- جان بوجھ کر 2- جان بوجھ کر قتل کرنا 3- تیار کیا 4- ہمیشہ رہنے والا
5- مسلمان بھائی کو جان بوجھ کر قتل کرنا 6- اسلام میں 7- سزا

□ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- قرآن پاک میں جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی کیا سزا بیان ہوئی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی سزا بیان فرمائی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

2- ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب سے بڑا حق کیا ہے؟

جواب: ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب سے بڑا حق اس کی جان کا احترام ہے۔

3- اسلام میں انسانی خون کی اہمیت کے بارے میں قرآنی آیت کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اگر کسی شخص نے کسی کو قتل کیا بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا ملک میں فساد برپا کیا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا"۔

4- اسلام کا سب سے بڑا مشن کیا ہے؟

جواب: اسلام کا سب سے بڑا مشن پرامن معاشرے کا قیام ہے جس میں اخوت و مساوات اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔

-5 وَاَعَدَّلَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا کا ترجمہ تحریر کریں۔
جواب: ترجمہ: اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(17)

☐ ہر سوال کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 "اِشْتَرٰى" کا معنی ہے:
(A) بیچ دیا (B) خرید لیا (C) ڈال دیا (D) بھگا دیا

-2 اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے جان و مال خرید لیے ہیں:
(A) شہرت کے بدلے (B) مال و دولت کے بدلے (C) جنت کے بدلے (D) اولاد کے بدلے

-3 "اَلسَّآئِحُوْنَ" کا معنی ہے:
(A) اللہ کی خاطر سفر کرنے والے (B) توبہ کرنے والے (C) سجدہ کرنے والے (D) اللہ کی تعریف کرنے والے

-4 "اِسْتَبْشِرُوْا" کا معنی ہے:
(A) ناراض ہو جاؤ (B) خوش ہو جاؤ (C) چلے جاؤ (D) شامل ہو جاؤ

جوابات: -1 خرید لیا -2 جنت کے بدلے -3 اللہ کی خاطر سفر کرنے والے -4 خوش ہو جاؤ

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے جان و مال کس چیز کے بدلے میں خرید لیے ہیں؟
جواب: اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے جان و مال جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں۔

-2 اللہ تعالیٰ نے جان و مال کے بدلے کیا وعدہ کیا ہے؟
جواب: اللہ تعالیٰ نے مومنین سے جان و مال کے بدلے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ یہ وعدہ تورات، انجیل اور قرآن میں موجود ہے۔

-3 "وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ" کا ترجمہ کریں۔
جواب: ترجمہ: ''اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کا پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے، پس تم خوش ہو جاؤ، اس سودے پر جو تم نے اس (اللہ) سے کیا ہے۔''

-4 جان و مال کے بدلے جنت کا سودا کیسا ہے؟
جواب: یہ نفع کا سودا ہے کیونکہ اس سودے میں مومنین نے کھویا کچھ نہیں بلکہ کمایا ہی ہے کیونکہ اللہ کے دیے ہوئے مال اور جان کو جنت کے بدلے فروخت کیا ہے۔ اس سودے پر خوشیاں مناؤ کیونکہ یہ بڑا کامیاب سودا ہے۔

-5 سورۂ توبہ میں مجاہدین کی کیا صفات بیان ہوئی ہیں؟
جواب: سورۂ توبہ میں مجاہدین کی مندرجہ ذیل صفات بیان ہوئی ہیں:
(1) توبہ کرنے والے (2) عبادت گزار (3) اللہ کی حمد و ثنا کرنے والے
(4) اللہ کی راہ میں سفر کرنے والے (5) رکوع و سجود کرنے والے (6) نیکی کا حکم کرنے والے
(7) بدی سے روکنے والے (8) احکامِ الٰہیہ کی پابندی کرنے والے

(18)

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 اللہ تعالیٰ نے اُف یعنی ہوں ہاں تک کہنے سے منع کیا ہے:

(A) اولاد کو (B) والدین کو (C) پڑوسی کو (D) عزیز و اقارب کو

-2 "یَبْلُغَنَّ" کا معنیٰ ہے:

(A) چلا جائے (B) آجائے (C) پہنچ جائے (D) رہ جائے

-3 "لَا تَنْهَرْ" کا معنیٰ ہے:

(A) مت جھڑکیے (B) جھکا دیجیے (C) مت پوچھیے (D) مت روکیے

-4 "جَنَاحَ" کا معنیٰ ہے:

(A) بازو (B) ناک (C) کان (D) گلا

-5 "اَوَّابِیْنَ" کا معنیٰ ہے:

(A) سچے دل سے وعدہ کرنے والے (B) فضول خرچ کرنے والے

(C) منافقت کرنے والے (D) سچے دل سے توبہ کرنے والے

-6 حقوق کی ادائیگی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے:

(A) معاشرہ (B) دولت (C) فضول خرچی (D) شیطان

-7 "مَیْسُوْرًا" کا معنیٰ ہے:

(A) نرم (B) سخت (C) مشکل (D) زبردست

-8 قرآن نے فضول خرچی کرنے والوں کو بھائی بتایا ہے:

(A) دولت مند کا (B) بادشاہ کا (C) غریب کا (D) شیطان کا

-9 "مَغْلُوْلَةً" کا معنیٰ ہے:

(A) کھلا (B) بندھا ہوا (C) لٹکا ہوا (D) ڈسا ہوا

-10 اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ معاشی تنگی کے خوف سے قتل نہ کرو:

(A) اپنے رشتہ داروں کو (B) اپنے بھائیوں کو (C) اپنی بہنوں کو (D) اپنی اولاد کو

-11 اولاد کم کرنے کی کوشش کا لازمی نتیجہ ہے:

(A) بیماریوں کا لگنا (B) اولاد کا قتل کرنا (C) زنا کا عام ہونا (D) اخلاق کی تباہی

-12 قاتل کو سزا دینا کام ہے:

(A) مقتول کے لواحقین کا (B) حکومت کا (C) گواہوں کا (D) قاضی کا

-13 قصاص لینے کا حق ہے:

(A) مقتول کے وارثوں کا (B) حکومت کا (C) عام مسلمانوں کا (D) فوج کا

-14 ناپ تول کی کمی بیشی کے جرم میں خوفناک عذاب نازل ہوا:

(A) حضرت شعیبؑ کی قوم پر (B) حضرت یوسفؑ کی قوم پر (C) حضرت نوحؑ کی قوم پر (D) حضرت ابراہیمؑ کی قوم پر

-15 اِملاق کا معنی ہے:
(A) زبردست (B) افلاس (C) طاقت (D) مصیبت

-16 لَنْ تَخْرِقَ کا معنی ہے:
(A) تو ہرگز نہ پھاڑ سکے گا (B) تو ہرگز اترا نہ سکے گا (C) تو ہرگز پہنچ نہ سکے گا (D) تو ہرگز انتظار نہ کر سکے گا

-17 قِسْطَاس کا معنی ہے:
(A) پیمانہ (B) وزن (C) باٹ (D) ترازو

-18 اللہ نے زمین پر اترا کر چلنے سے منع کیا ہے:
(A) جانوروں کو (B) پرندوں کو (C) انسانوں کو (D) جنوں کو

جوابات: 1- والدین کو 2- پہنچ جائے 3- مت جھڑکیے 4- بازو 5- سچے دل سے توبہ کرنے والے
6- فضول خرچی 7- نرم 8- شیطان کا 9- بندھا ہوا 10- اپنی اولاد کو
11- زنا کا عام ہونا 12- حکومت کا 13- مقتول کے وارثوں کا 14- حضرت شعیبؑ کی قوم پر 15- افلاس
16- تو ہرگز نہ پھاڑ سکے گا 17- ترازو 18- انسان کو

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 سورۂ بنی اسرائیل میں والدین کے کیا حقوق بیان ہوئے ہیں؟

جواب: سورۂ بنی اسرائیل میں والدین کے مندرجہ ذیل حقوق بیان ہوئے ہیں:
1- ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔
2- انہیں جھڑکنے سے اجتناب کرنا۔
3- ان سے شائستگی اور نرمی سے بات کرنا۔
4- ان کے لیے دعائے خیر کرتے رہنا چاہیے کہ اے اللہ! تو ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں محبت سے پالا۔

-2 والدین کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے؟

جواب: والدین کے ساتھ ہمیشہ عاجزی اور انکسار کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

-3 اگر والدین کے حق میں بے ادبی یا گستاخی ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اگر کبھی والدین کے حق میں گستاخی یا بے ادبی ہو جائے تو فوراً توبہ کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی خطا کو معاف کر دیا کرتا ہے۔

-4 سورۂ بنی اسرائیل میں رشتہ داروں کے کون سے حقوق بیان ہوئے ہیں؟

جواب: رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ان کا پہلا حق ہے۔ اگر وہ غریب ہوں تو ان کی مالی امداد بھی ان کے حقوق میں شامل ہے۔ بڑے ہوں تو ادب سے، چھوٹے ہوں تو شفقت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا بھی ان کا حق ہے۔

-5 حقوق کی ادائیگی میں سب سے بڑی رکاوٹ فضول خرچی کیسے ہے؟

جواب: حقوق کی ادائیگی میں سب سے بڑی رکاوٹ فضول خرچی ہے۔ فضول خرچ انسان دوسروں کے حقوق کو پس پشت ڈال کر اپنی ذات پر زیادہ سے زیادہ پیسے خرچ کر دیتا ہے۔

6- **اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی کرنے والے کو شیطان کا بھائی کیوں قرار دیا ہے؟**

جواب: اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی کرنے والے کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے کیونکہ فضول خرچ اللہ تعالیٰ کا ویسا ہی ناشکرا ہے جس طرح شیطان اللہ تعالیٰ کا ناشکرا ہے۔

7- **اخراجات میں میانہ روی سے کیا مراد ہے؟**

جواب: اخراجات میں میانہ روی سے مراد یہ ہے کہ اتنا نہ خرچ کرو کہ خود پریشانی میں رہو اور ننگے بھوکے رہ جاؤ اور نہ اتنی تنگی اور کنجوسی کرو کہ خود بھی ذلت کی زندگی گزارو اور معاشرے میں بھی ذلیل ورسوا ہو جاؤ۔

8- **وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا کا ترجمہ کریں۔**

جواب **ترجمہ:** "اور تم زنا کے قریب بھی مت جاؤ یقیناً وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔"

9- **قصاص لینے کا حق کس کو ہے؟**

جواب: قصاص لینے کا حق مقتول کے وارثوں کو ہے۔

10- **قصاص لیتے وقت کن باتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے؟**

جواب: 1- قصاص میں کسی قسم کی زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔

2- صرف قاتل کو قتل کیا جائے۔

3- اس کے کسی عزیز کو قتل نہ کیا جائے۔

11- **یتیموں کے مالوں کے بارے میں قرآن کا کیا حکم ہے؟**

جواب: نابالغ یتیموں کے مال و جائیداد میں سے خرچ کرنا حرام ہے۔ البتہ شرعی لحاظ سے خرچ کیا جا سکتا ہے یا یتیم کے فائدے کے لیے تجارت وغیرہ میں اس کا مال لگایا جا سکتا ہے۔

12- **ایفائے عہد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا فرمان ہے؟**

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ عہد کی پابندی کرو قیامت کے دن تمھارے قول و قرار کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

13- **ناپ تول کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے؟**

جواب: ناپ تول کے بارے میں اللہ کا حکم ہے اور جب ناپو تو پورا ناپو اور ٹھیک ترازو کے ساتھ تولو یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی اچھا ہے۔

14- **سورۃ بنی اسرائیل میں کان ناک اور دل کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟**

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "بے شک کان، ناک اور دل ان سب سے باز پرس ہونی ہے۔

15- **وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○ کا مفہوم بیان کریں۔**

جواب: **ترجمہ:** "اور زمین پر اکڑ کر مت چل بے شک تو کبھی بھی زمین کو نہ پھاڑ سکے گا اور بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچ سکے گا۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اے انسان تکبر اور غرور تیرے لیے نقصان دہ ہے اور یہ اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ بھی ہے۔ لہٰذا ان سے بچنے کی کوشش کرو۔

(19)

☐ ہر سوال کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 "فَاسِقٌ" کا معنی ہے:
(A) نافرمان (B) فضول (C) عقلمند (D) بے وقوف

-2 مسلمانوں کو خبر کی تحقیق کرنے کا حکم ہے جب وہ خبر لائے:
(A) کوئی منافق (B) کوئی کافر (C) کوئی عورت (D) کوئی فاسق

-3 اللہ تعالیٰ نے مومنین کے نزدیک محبوب بنا دیا ہے:
(A) دنیا کو (B) مال و دولت کو (C) ایمان کو (D) تجارت کو

-4 اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو:
(A) ان کو مارو (B) ان کو قیدی بناؤ (C) ان میں صلح کرادو (D) ان کی مخالفت کرو

-5 "حَبَّبَ" کا معنی ہے:
(A) دوست بنادیا (B) محبوب بنادیا (C) دشمن بنادیا (D) منافق بنادیا

-6 "لَا تَلْمِزُوْا" کا معنی ہے:
(A) طعنہ نہ دو (B) جاسوسی نہ کرو (C) بدگمانی سے بچو (D) حسن سلوک کرو

-7 غیبت کرنا گوشت کھانے کے برابر ہے:
(A) بکرے کا (B) مردہ بھائی کا (C) گائے کا (D) سور کا

-8 اللہ کے ہاں عزت کا معیار ہے:
(A) دولت (B) عہدہ (C) نسب (D) تقویٰ

-9 رسول اکرم ﷺ مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے ہیں:
(A) اپنے علم سے (B) اپنی قابلیت سے (C) وحی کے مطابق (D) مشورہ کرنے کے بعد

-10 تمام مسلمان آپس میں ہیں:
(A) رشتہ دار (B) بھائی بھائی (C) مخالف (D) دشمن

-11 "لَا تَجَسَّسُوْا" کا معنی ہے:
(A) جاسوسی نہ کرو (B) بغض نہ رکھو (C) خیانت نہ کرو (D) وعدہ خلافی نہ کرو

-12 "اَكْرَمُ" کا معنی ہے:
(A) زیادہ پرہیزگار (B) زیادہ عزت والا (C) زیادہ مہربان (D) زیادہ گنہگار

جوابات: 1- نافرمان 2- کوئی فاسق 3- ایمان کو 4- ان میں صلح کرادو 5- محبوب بنادیا 6- طعنہ نہ دو 7- مردہ بھائی کا 8- تقویٰ 9- وحی کے مطابق 10- بھائی بھائی 11- جاسوسی نہ کرو 12- زیادہ عزت والا

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 سورۃ الحجرات میں فاسق کی خبر کے بارے میں کیا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: سورۃ الحجرات میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس پر عمل کرنے سے پہلے خوب تحقیق کر

کیا کرو۔ایسا نہ ہو تم جہالت کی وجہ سے کسی کو تکلیف پہنچاؤ جس پر تمہیں بعد میں پچھتانا پڑے۔

-2 سورۃ الحجرات میں نبی اکرم ﷺ پر اپنی رائے مسلط کرنے کے بارے میں کیا ذکر ہے؟

جواب: سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم اپنی رائے بطور مشورہ دو مگر آپ ﷺ پر اپنی رائے مسلط نہ کرو کیونکہ اگر اکثر باتوں میں اللہ کے رسول ﷺ تمہاری رائے مان لیں تو تم مشقت اور تکلیف میں پڑ جاؤ گے۔

-3 سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ کے مومنوں پر کون سے احسان کا ذکر ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اسی نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا ہے اور کفر فسق اور نافرمانی سے نفرت پیدا کر دی ہے۔

-4 اگر دو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں تو باقی مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اگر دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے مابین صلح کرا دو۔ اگر ایک کی واضح زیادتی ہو تو ظالم کے مقابلے میں مظلوم کا ساتھ دو یہاں تک کہ ظالم اپنے ظلم سے باز آجائے۔

-5 سورۃ الحجرات میں رشتہ اخوت کو کمزور کرنے والی کون سی باتوں کا ذکر ہے؟

جواب: سورۃ الحجرات میں رشتہ اخوت کو کمزور کرنے والی درج ذیل باتوں کا تذکرہ ہے۔

(i) ٹھٹھا کرنا اور مذاق اڑانا (ii) ایک دوسرے کے عیب نکالنا (iii) دوسرے کو برے القاب سے پکارنے سے

-6 سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے کون سی برائیوں سے اجتناب کا حکم دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل برائیوں سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔

(i) بدگمانی سے کام لینا (ii) کسی کے عیب تلاش کرنا

(iii) کسی کے خفیہ حالات جاننے کے لیے جاسوسی کرنا (iv) غیبت کرنا

-7 غیبت اور بہتان میں کیا فرق ہے؟

جواب: غیبت سے مراد کسی کے متعلق پیٹھ پیچھے ایسی بات کرنا جس کو سن کر وہ ناراض ہو، خواہ وہ بات درست کیوں نہ ہو۔ اگر پس پشت غلط بات کسی کی طرف ساتھ منسوب کی جائے تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔

-8 اللہ تعالیٰ نے قبیلے اور خاندان کیوں بنائے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قبیلے اور خاندان محض جان پہچان کی خاطر بنائے ہیں۔

-9 سورۃ الحجرات میں مساوات نسل انسانی کے بارے میں کیا بیان ہوا ہے؟

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے کنبے اور قبیلے بنائے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

-10 "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" کا ترجمہ کریں۔

جواب: ترجمہ "بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔"

-11 "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ط" کا ترجمہ کریں۔

جواب: ترجمہ "اچھی طرح جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے۔"

1- توحید

سوال 1: عقیدۂ توحید کی وضاحت قرآن وسنت کی روشنی میں کریں۔

جواب: توحید کا مفہوم

توحید کا لفظ ''وحد'' سے نکلا ہے جس کا معنی ہے ''ایک ہونا، یکتا ہونا۔'' توحید کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں بے مثل اور یکتا ہے۔ وہ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اور اکیلا نظامِ قدرت چلانے والا ہے۔ وہ ہر قسم کے عیب اور نقص سے مبرا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کو موت یا نیند نہیں آتی۔ سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ تمام کائنات صرف اسی کی مخلوق ہے اور اسی کی تدبیر کے مطابق چل رہی ہے۔ کائنات میں اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں جو اس کے ساتھ ذات، صفات یا افعال میں شریک ہو۔

وہ اکیلا ہی عبادت کے لائق اور عبادت کا مستحق ہے۔ کوئی اور ذات اس استحقاق میں اس کی شریک نہیں بن سکتی۔ وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ ذات میں ایک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس جیسی ذات اور کوئی نہیں۔ صفات میں وحدت سے یہ مراد ہے کہ اس جیسی صفات کاملہ کسی اور ذات میں نہیں پائی جاتیں اور افعال میں وحدت کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی تمام تدابیر صرف اُسی کے ہاتھ میں ہیں اور جو کام وہ کرسکتا ہے دوسرا کوئی بھی نہیں کرسکتا اور نہ اُس کے معاملات میں دخل دے سکتا ہے۔

قرآن مجید نے مسئلہ توحید پر بہت زور دیا ہے اور مختلف طریقوں سے عقیدۂ توحید کو راسخ کرنے اور ہر قسم کے شرک کو ختم کرنے کی تلقین کی ہے۔ قرآن کی ایک سورت کا نام سورۂ اخلاص یا سورۂ توحید ہے۔ جس میں وحدانیت باری تعالیٰ کو مکمل طور پر ثابت کیا گیا ہے۔

سورۂ اخلاص میں عقیدۂ توحید کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ (الاخلاص 112: 1 تا 4)

ترجمہ: ''(اے نبی ﷺ) کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ بیٹا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔''

پہلی آیت میں اعلان کیا گیا کہ اللہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا ہے۔ اس سے مجوسیوں، ہندوؤں اور نصرانیوں کی تردید ہوگئی جو ایک سے زیادہ معبودوں کے قائل ہیں۔ دوسری آیت میں بتایا گیا کہ اللہ اپنے وجود، صفات اور افعال میں کسی کا محتاج نہیں جبکہ اللہ کے سوا ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ اس طرح باطل معبودوں کی نفی ہوگئی۔ تیسری آیت میں یہودیوں اور عیسائیوں کی تردید کی گئی ہے جو اس بات کے معتقد ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔

چوتھی اور آخری آیت میں وضاحت کی گئی کہ اللہ ہر لحاظ سے بے مثال اور بے نظیر ہے۔ دنیا میں کوئی اس کا ہمسر یا ثانی نہیں۔ قرآن کریم کی اس سورۃ میں ہر قسم کے شرک کی جڑ کاٹ دی اور عبادت کا استحقاق صرف اللہ کے لیے ثابت کر دیا۔ عقلِ سلیم بھی اللہ کے سوا کسی اور کو معبودِ حق ماننے کے لیے تیار نہیں۔

اسلام میں توحید کی اہمیت

1- وحدانیت باری تعالیٰ پر واضح دلیل: قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (البقرہ:163)

ترجمہ: ''اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

2- اللہ تعالیٰ فرشتوں اور عالموں کی گواہی: عقیدہ توحید کی صداقت وحقانیت پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور عالموں نے گواہی دی ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ ؕ (آل عمران 18:3)

ترجمہ: ''اللہ نے اس بات کی گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہی گواہی فرشتے اور انصاف پر قائم رہنے والے عالم بھی دیتے ہیں۔''

3- انبیاء کی تعلیم کا مرکز ومحور: دنیا میں جتنے پیغمبر آئے سب پر وحدانیت کی وحی کی گئی۔ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (الانبیاء 25:21)

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کی طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔''

4- شرک کی مذمت: اللہ کی ذات صفات اور عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک کہلاتا ہے۔یہ کفر اور خدا کے انکار کی شکل ہے۔شرک ایک ناقابل معافی جرم ہے۔اللہ تعالیٰ انسان کی سب خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کرتا ہے لیکن جو شخص شرک کرتا ہے اُسے کبھی معاف نہیں کرتا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء 116:4)

ترجمہ: ''بے شک اللہ یہ جرم نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ اور گناہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

شرک سے گندے خیالات اور ناپاک ارادے پیدا ہوتے ہیں۔اس لیے قرآن مجید میں رب العزت نے مشرکوں کو نجس اور ناپاک قرار دیا ہے۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ 28:29) ترجمہ: بے شک مشرک ناپاک ہیں۔

ترجمہ: جو لوگ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں وہ ظالم ہیں۔اللہ کا فرمان ہے:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان 13:31)

ترجمہ: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اس آیت میں شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ظلم کسی چیز کے ناجائز استعمال کا دوسرا نام ہے۔مشرک ہمیشہ اپنے تمام اعضاء سے ان کی طبیعت اور فطرت کے خلاف کام لیتا ہے اُنھیں اللہ کے سوا دوسروں کے آگے جھکاتا ہے اور ان سے اللہ کی مرضی کے مطابق کام نہیں لیتا۔ اس لیے خداداد عطیات سے ناجائز کام لینے والا سب سے بڑا ظالم ہے اور اپنے محسن کے احسانات بھلا کر اس کی اطاعت سے منہ موڑنے والا اور اس کی دی ہوئی نعمتوں سے اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا سب سے بڑا باغی ہے اس لیے مشرک کی بخشش نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ہر لحاظ سے بے مثال ہے۔ اس کی مملکت کی کوئی حد نہیں۔ اس کی دولت بے حساب ہے اور اس کی قدرت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ جاہل، ظالم اور باغی لوگ شرک کر کے اللہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اپنے شرک کا نقصان سراسر مشرک کو ہی پہنچتا ہے۔ مشرک چونکہ اپنی عقل سے صحیح کام نہیں لیتا اس لیے زندگی کے ہر میدان میں گمراہی اس کا حصہ بن جاتی ہے اور وہ کائنات میں فساد اور ظلم کا دائمی یادگار بن جاتا ہے اور یوں اپنی زندگی خود اپنے لیے جہنم بنا دیتا ہے اور آخرت بھی خراب کر بیٹھتا ہے۔

توحید اور احادیث رسول ﷺ

احادیث میں بھی عقیدہ توحید پر بہت زور دیا گیا ہے۔

(i) حضور ﷺ نے صفا پہاڑی پر اپنی قوم کو جو پہلا خطبہ دیا اس میں آپ ﷺ نے فرمایا:
"اے لوگو! کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

(ii) ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:
إِنَّ التَّوْحِيْدَ رَأْسُ الطَّاعَاتِ **ترجمہ:** بے شک توحید تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔

(iii) ارشاد نبوی ﷺ ہے: "جس نے سچے دل سے **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ** کہا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

(iv) "حدیث قدسی میں ہے کہ **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ** کہنا میرا قلعہ ہے، جو میرے قلعے میں داخل ہو گیا عذاب سے بچ گیا۔"

سوال 2: انسانی کردار سازی میں عقیدۂ توحید کا کیا عمل دخل ہے؟ تفصیل سے بیان کریں۔

جواب: انسانی سیرت کی تشکیل اور کردار سازی میں عقیدۂ توحید کا بڑا کردار ہے۔ یہ عقیدہ انسان کے فکر و عمل میں مندرجہ ذیل خوشگوار اثرات ڈالتا ہے۔

1- خودداری و عزت نفس: عقیدۂ توحید پر کاربند رہنے والے میں خودداری اور عزت نفس پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ تمام طاقتوں کا مالک اللہ ہے اس لیے وہ تمام مخلوقات سے بے نیاز ہو کر صرف اللہ کے سامنے جبینِ نیاز جھکاتا ہے۔ اس کا ہاتھ اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں پھیلتا۔

2- عاجزی و انکساری: عقیدۂ توحید کا پیروکار ہمیشہ منکسر المزاج اور متواضع ہوتا ہے۔ اس کو اپنی قابلیت، دولت یا قوت پر غرور و تکبر نہیں ہوتا، بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے اور جس طرح اللہ دینے پر قادر ہے چھین لینے پر بھی قادر ہے۔

3- اطمینان قلب: عقیدۂ توحید کی وجہ سے سکون و اطمینان قلب جیسی نعمت میسر آتی ہے۔ عقیدۂ توحید ماننے والا کسی بھی حالت میں شکستہ خاطر یا نا اُمید نہیں ہوتا، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، جس کا فضل و کرم بھی بے پایاں ہے اور اس کی قوتیں بھی بے حد و حساب ہیں اس لیے وہ ہر حالت میں مطمئن رہتا ہے۔

4- صبر و توکل: انسان میں صبر و قناعت، توکل اور بلند ہمتی جیسی عمدہ صفات بھی عقیدہ توحید کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس عقیدہ ہی کی بدولت وہ مصائب اور مشکلات سے نہیں گھبراتا اور اپنے عزائم کی تکمیل میں سر مو انحراف نہیں کرتا، بلکہ صبر و ہمت اور توکل علی اللہ سے کام لیتا ہے۔

5- شجاعت و بہادری: عقیدۂ توحید کا قائل صرف اور صرف اللہ سے ڈرتا ہے۔ وہ اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہے کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے اس لیے وہ شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور اس میں جرأت و بہادری جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

6- مساوات و اخوت: عقیدۂ توحید مساوات اور برابری کا درس دیتا ہے۔ یہ عقیدہ انسان کو ذات پات، معاشرتی اُونچ نیچ کے بندھن سے آزاد کر دیتا ہے اور اولادِ آدم ہونے کی وجہ سے جذبۂ اخوت کو ابھارتا ہے۔ بقول شاعر

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

7-وسعتِ نظری: عقیدۂ توحید پر ایمان رکھنے والا کبھی تنگ نظر نہیں ہو سکتا' اس کے سامنے تاریخی یا جغرافیائی حد بندیاں نہیں ہوتیں۔ وہ ایسی ذات کا قائل ہوتا ہے جو مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک سب کا پالنے والا اور سب کا مالک و حاکم اعلیٰ ہے۔ وہ سب کو اپنی ذات کی طرح ایک مالک کی ملکیت اور ایک بادشاہ کی رعیت سمجھتا ہے۔ اس کی نظر غیر محدود ہوتی ہے۔

8- پاکیزگی نفس: عقیدۂ توحید پر ایمان لانے والا پاکیزگی نفس کا حامل ہوتا ہے۔ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ ہر جگہ دیکھتا ہے اور میرے پوشیدہ اور ظاہر سے واقف ہے' اس لیے وہ چھپ کر بھی گناہ نہیں کرتا۔ نتیجتاً وہ اچھے اخلاق و کردار کا حامل بن جاتا ہے۔

9- قانونِ الٰہی کی پابندی: عقیدۂ توحید کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ عقیدہ انسان کو اللہ کے قانون کا پابند بنا دیتا ہے اور یوں وہ ایک ایسے ضابطۂ حیات کا تابع ہو جاتا ہے' جو دین کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

2- اطاعتِ رسول ﷺ اور اس کی اہمیت

سوال 3: قرآن و سنت کی روشنی میں اطاعتِ رسول ﷺ اور اس کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: اطاعتِ رسول ﷺ کا مفہوم: قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام ایمان کی جان اور انسانیت کی روح ہے۔ جس طرح عقیدۂ توحید کے ذریعے ایک اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے' ایسے ہی عقیدۂ رسالت پر ایمان رکھ کر آپ ﷺ کے احکام کی اطاعت بھی فرض ہے۔

اطاعتِ رسول ﷺ کی اہمیت:

حضور ﷺ کی شخصیت کو ایک مرکزی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے' کیونکہ آپ ﷺ کے ذریعے ہی ہم تک کتاب اور شریعت پہنچی ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ ہمارے لیے حضور ﷺ پر تین حیثیتوں سے ایمان لانا ضروری ہے۔

(i) اللہ کے سچے پیغمبر: یعنی اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (البقرۃ: 252) **ترجمہ:** (اے محمد!) بے شک آپ پیغمبروں میں سے ہو۔

(ii) مکمل ہدایت: حضور ﷺ کے بارے میں یہ ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی ہدایت دینِ اسلام کی صورت میں نہایت مکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں اور تمام زمانوں کے لیے مکمل ہدایت اور شریعت دے کر بھیجا ہے۔

(iii) آخری نبی: آپ ﷺ کے بعد قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی ایسا شخص آئے گا جس پر ایمان لانا ضروری ہو' کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں اور صرف آپ ﷺ کی اطاعت ہر ایک پر فرض ہے۔ یہ اس لیے کہ آپ ﷺ کی ذات اللہ تعالیٰ کو پہچاننے اور اُس کی مرضی معلوم کرنے کا آخری ذریعہ ہے' اور آپ ﷺ قیامت تک انسانوں کے لیے اللہ کے واحد پیغمبر ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی' کیونکہ آپ ﷺ نے جو پیغام (قرآن و سنت کی صورت میں) چھوڑا ہے وہ ایک تو نہایت محفوظ ہے اور دوسرے وہ نہایت مکمل ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے لیے اس میں رہنمائی موجود نہ ہو۔ تیسرے آپ ﷺ کی رسالت کسی خاص قوم یا زمانے کے لیے نہیں بلکہ تا قیامت آنے والے انسانوں اور قوموں کے لیے ہے۔ چوتھے آپ ﷺ کے پیغام کو آپ ﷺ کے بعد لوگوں تک پہنچانے کے لیے اُمت مسلمہ کے علماء کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے تاکہ قیامت تک سلسلہ جاری رہے اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میرے پاس حق پہنچانے والا کوئی نہیں آیا۔ یوں آپ ﷺ کے بعد نبوت کے جاری رکھنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے جو پیغام کتاب و سنت کی

شکل میں علاوہ زندہ، محفوظ، مکمل، دائمی، عالمگیر اور نا قابلِ تغیر ہے۔

اطاعتِ رسول ﷺ اور قرآن

1- اطاعتِ رسول ﷺ کا واضح حکم: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔ سورہ انفال میں ارشاد فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ (الانفال 20:8)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت کرو اور اس سے منہ نہ پھیرو۔

سورۂ حشر میں ارشاد فرمایا۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر 7:59)

ترجمہ: جو کچھ تمہیں رسول ﷺ دیں اُسے لے لو اور جس چیز سے منع کریں رُک جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور آپ ﷺ کی زندگی کو اہلِ ایمان کے لیے اُسوۂ حسنہ بنایا ہے۔ کیوں نہ ہو آپ ﷺ کی زندگی خواہشاتِ نفسانی سے بالکل پاک ہے اور نبی اکرم ﷺ کا ہر قول و فعل اور ہر عمل اللہ کی اجازت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کی اطاعت کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ہر قول و فعل وحی الٰہی سے ذرہ بھر اِدھر اُدھر ہٹا ہوا نہیں تھا اس لیے آپ ﷺ کی زبانی یہ اعلان کرایا گیا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ (الانعام 50:6)

ترجمہ: "میں تو صرف اسی کا تابع ہوں، جو مجھے وحی کی جاتی ہے۔"

یہ تو نبی کریم ﷺ کے عمل کے متعلق ارشاد ہوا۔ جبکہ آپ ﷺ کے قول کے متعلق ارشاد ہوا۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ (النجم 53:2-4)

ترجمہ: "تمہارا صاحب (یعنی محمد ﷺ) نہ راہِ حق سے بھٹکا اور نہ غلط راستے پر چلا۔ وہ خواہشِ نفسانی سے باتیں نہیں کرتا بلکہ اس کی ہر بات وحی ہوتی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔"

2- اطاعتِ الٰہی کا ذریعہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء 80)

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقت میں اللہ کی اطاعت کی۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ رسول کریم ﷺ کی اطاعت کا جذبہ کارفرما نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ کی ذات قرآن مجید کی تفسیر کا عملی نمونہ تھی۔ آپ ﷺ کا ہر قول و فعل قرآن کے تابع تھا۔ قرآن حکیم کے احکام کی مکمل پیروی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انہیں حدیثِ رسول ﷺ اور سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں سمجھا نہ جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول کی اطاعت بھی امت پر لازم ٹھہرائی۔

3- حُبِّ الٰہی کا ذریعہ: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اتباع کو اپنی رضا اور محبت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ سورہ آلِ عمران میں ارشادِ الٰہی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ (آلِ عمران 31:3)

ترجمہ: "اے رسول ﷺ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ کے ساتھ محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

قرآن حکیم کے احکام کی مکمل پیروی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انہیں سنت رسول ﷺ کی روشنی میں سمجھا نہ جائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول کی اطاعت بھی امت پر واجب ٹھہرائی ہے۔

4۔ **اُسوۂ حسنہ:** اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کو اہلِ ایمان کے لیے اسوۂ حسنہ کو بہترین نمونہ قرار دیا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ذات ہی اللہ کی طرف سے ہادی بن کر آئی۔ اور آپ ﷺ ہی اللہ کی آخری کتاب (قرآن) کی عملی تفسیر ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:21)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

5۔ **اطاعتِ رسول ﷺ سے انحراف گمراہی:** نبی کریم ﷺ کی حیثیت محض قاصد کی نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہم تک پہنچایا اور بس آپ کا کام ختم ہوا بلکہ آپ کی حیثیت ایک رہنما اور حاکم کی ہے۔ آپ ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل امت پر فرض ہے۔ اور آپ ﷺ کے ادنیٰ اشارے پر مال و جان کی قربانی امت پر لازم ہے۔

وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (الاحزاب:36)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے پس وہ گمراہ ہو گیا۔

اطاعتِ رسول ﷺ اور فرمانِ رسول ﷺ

رسول ﷺ نے خود اپنی اطاعت و محبت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

(i) **لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ**

ترجمہ: "تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا، جب تک اس کی خواہشات اس شریعت کے تابع نہ ہوں، جس کو میں لے کر آیا ہوں۔"

(ii) ایک اور مقام پر ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

ترجمہ: "تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اسے اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔"

(iii) حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک ان کو تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی سنت۔"

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی حیثیت محض قاصد کی نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام (قرآن و سنت) ہم تک پہنچا کر آپ ﷺ کا کام ختم ہو گیا، بلکہ آپ ﷺ کی حیثیت ایک رہبر و رہنما اور حاکم کی ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت امت پر فرض ہے اور آپ ﷺ کے ادنیٰ اشارے پر جان و مال کی قربانی امت پر لازم ہے۔ رسول کریم ﷺ کے ارشادات دراصل قرآن کریم کے احکام کی تشریح ہیں اور قرآن انسانیت کے لیے قیامت تک سرچشمۂ ہدایت ہے۔ قرآن کریم کے احکام کی مکمل پیروی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انہیں رسول کریم ﷺ کی سنت کی روشنی

میں نہ سمجھا جائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول ﷺ کی اطاعت بھی اُمت پر واجب ٹھہرائی ہے۔

3-طہارت و پاکیزگی

سوال 4: اسلام میں طہارت و پاکیزگی کو کیا اہمیت حاصل ہے؟ نیز اس کی مختلف اقسام بیان کریں۔

جواب: **طہارت و پاکیزگی کی اہمیت:** طہارت و پاکیزگی انسان کی فطرت میں شامل ہے' یہی وجہ ہے کہ ہر آدمی طہارت و پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ اسلام میں بھی طہارت و پاکیزگی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے' طہارت و پاکیزگی کو ہر عبادت کی بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے۔

طہارت و پاکیزگی کی فضیلت: طہارت کی اہمیت کے پیش نظر اسلام نے جگہ جگہ اس کی ترغیب دی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرہ:222)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے: **اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ** (پاکیزگی نصف ایمان ہے۔)

طہارت و پاکیزگی کی اقسام:

اسلام نے صرف اللہ کی عبادت کے وقت جسم، جگہ اور لباس کے پاک رکھنے پر زور نہیں دیا بلکہ ہمہ گیر طہارت اسلام کا امتیازی نشان ہے۔ طہارت کی درج ذیل چند اہم قسمیں اسلام میں نظر آتی ہیں۔

1- طہارتِ فکر 2- طہارتِ اخلاق 3- طہارتِ جسم
4- طہارتِ لباس 5- طہارتِ مکان

1- طہارتِ فکر:

طہارتِ فکر سے مراد دل و دماغ کو گندے افکار سے پاک کرنا ہے۔ یعنی ذہن کو شرک' کفر' الحاد و دہریت جیسے گندے افکار سے پاک رکھنا اور بچانا۔ فکری نجاست کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو نجس قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ (التوبہ:28) ترجمہ: یقیناً مشرکین ناپاک ہیں۔

اسلام طہارتِ فکر کے حصول کے لیے ہر قسم کے بُرے افکار' غلط تصورات اور فاسد خیالات سے بچنے کی تاکید کرتا ہے' تاکہ دل و دماغ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا مرکز بن سکیں اور ہدایت پا سکیں۔

2- طہارتِ اخلاق:

اس سے مراد ناپسندیدہ اور بُرے اخلاق سے پرہیز کرنا ہے۔ یعنی تمام ایسی بُری عادتوں سے بچنا جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں، طہارتِ اخلاق کہلاتا ہے۔ جھوٹ' غیبت' حسد' بہتان' چغل خوری' خود غرضی اور ظلم جیسی غلاظتوں سے پاک ہونا طہارتِ اخلاق ہے۔ اسلام نے ان تمام برائیوں اور گندگیوں کو ایک ایک کر کے بیان کیا ہے اور ان سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

3- طہارتِ جسم:

اسلام میں جسمانی صفائی کو خاص اہمیت حاصل ہے' کیونکہ جسم کی صفائی سے روح کو مسرت حاصل ہوتی ہے اور انسان اور حیوان میں فرق قائم ہوتا ہے۔ اسلام میں ہر عاقل و بالغ پر اللہ کی عبادت فرض ہے اور اس کی ادائیگی کے لیے جسم کا ہر قسم کی نجاست سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کی تعلیمات مندرجہ ذیل ہیں:

وضو: وضو کو نماز کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے۔ وضو سے ظاہری جسمانی ناپاکی دور ہو جاتی ہے اور روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ وضو کے ارکان و سنن پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے طہارت جسم کے لیے ایک بہترین طریقہ رائج کیا ہے حتیٰ کہ چھوٹی سے چھوٹی نجاست جس کا ظاہری جسم پر کوئی اثر نہ ہو وہ بھی وضو کو توڑ دیتی ہے اور مسلمان کو از سر نو نماز کے لیے وضو کرنا پڑتا ہے۔

غسل: غسل کے مسائل پر غور کرنے سے تو اسلام کا فلسفہ طہارت اور بھی خوب واضح ہو جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اسلام میں ہر وہ صورت جس میں انسان روحانی طور پر نفرت یا تنگی محسوس کرے، غسل کو سنت یا واجب کر دیتی ہے۔ غسل کر کے انسان روحانی فرحت محسوس کرتا ہے اور اس کی ذہنی پریشانی دور ہو جاتی ہے۔

تیمم: شریعت اسلامی میں پانی نہ ہونے کی صورت میں وضو اور غسل کی جگہ تیمم کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ پانی نہ ہونے کی صورت میں مٹی سے ہی طہارت حاصل کر کے انسان عبادت ادا کرنے کے قابل ہو سکے یا اور کاموں میں پاک ہو کر حصہ لیا جا سکے۔

4- طہارت لباس

اس سے مراد لباس کو ہر قسم کی غلاظت اور گندگی سے پاک کرنا ہے۔ بالخصوص نماز کے لیے لباس کی صفائی عام صفائی سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (المدثر 4:74) **ترجمہ:** اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

اسلام میں نجاست کی مختلف اقسام بیان کر کے انسان کو ہر قسم کی نجاست سے متعلق احکام بتا دیے گئے ہیں جو فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے درج ہیں۔

نماز ادا کرتے وقت جہاں جسم کا پاک ہونا یعنی باوضو ہونا ضروری ہے وہاں لباس کا پاک ہونا بھی اسی طرح شرط ہے۔ نماز کے علاوہ بھی لباس کی صفائی اور پاکیزگی پر زور دیا گیا ہے اور حضور ﷺ کا فرمان **اَلنَّظَافَةُ مِنَ الْاِيْمَانِ** (پاکیزگی ایمان سے ہے) اس پر گواہ ہے۔

آنحضور ﷺ کو صفائی اور پاکیزگی انتہائی پسند تھی۔ مسواک کرنا اور خوشبو لگانا آپ ﷺ کے مقدس معمولات میں سے تھا۔ لباس اگرچہ سادہ اور پیوند دار ہوتا تھا مگر صاف ستھرا اور پاک ضرور ہوتا تھا۔ آپ ﷺ اپنے صحابہؓ کو بھی پاک اور صاف لباس پہننے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صحابیؓ خراب کپڑے پہن کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں کچھ مال دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اللہ نے بہت کچھ عطا کیا ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمتوں کا اثر دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اللہ نے تمہیں دیا ہے تو اچھے کپڑے پہنا کرو تاکہ اللہ کی نعمت کا اظہار ہو سکے۔

5- طہارت مکان

طہارت مکان کا مفہوم بڑا وسیع ہے جس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(i) مصلیٰ کی صفائی: اس سے مراد یہ ہے کہ جس جگہ ایک مسلمان نماز ادا کر رہا ہے وہ جگہ ہر قسم کی غلاظت سے پاک ہو۔ مثلاً مسجد یا جس جگہ بھی نماز ادا کرے وہاں طہارت کا پورا پورا یقین کر لے۔ اور پھر نماز ادا کرے۔

(ii) رہائش گاہ کی صفائی: طہارت مکان کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ جہاں انسان رہ رہا ہے یعنی گھر، محلہ، سونے کا کمرہ اور گلی وغیرہ۔ ان کی صفائی ستھرائی کا بھی اہتمام کرے۔

(iii) دفتر یا سکول کی صفائی: تیسرے نمبر پر طہارت مکان سے مراد اس جگہ کا پاک ہونا ہے جہاں انسان پڑھتا ہے یا کام وغیرہ کرتا ہے۔ جیسے دفتر، سکول اور کالج وغیرہ کی صفائی کا خیال رکھنا۔

(iv) شہر یا گاؤں کی صفائی: طہارت مکان سے چوتھے نمبر پر مراد یہ ہے کہ اپنے گاؤں یا شہر جس میں رہ رہا ہو اس کی صفائی کا اہتمام کرے۔

(v) وطن کی صفائی: پانچویں نمبر پر انسان جس ملک کا باشندہ ہے اس کی صفائی میں ہر ممکن تعاون کرنا اور اپنے ملک کو حتی الوسع ہر قسم کی

گندگیوں سے محفوظ رکھنا بھی ایک محبِ وطن شہری کی ذمہ داری ہے۔

(vi) **کرۂ ارض کی صفائی:** یہ پوری دنیا جس پر انسان بستے ہیں اس کو اپنے کسی عمل سے غلیظ اور ناپاک نہ کرنا اور اس میں ہر قسم کی طہارت کا بندوبست کرنا۔ غرض ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ طہارتِ فکر، طہارتِ اخلاق، طہارتِ جسم، طہارتِ لباس اور طہارتِ مکان کے تمام تقاضوں کو پورا کرے۔

4۔ علم کی ترغیب

سوال 5: اسلام میں علم حاصل کرنے کے لیے کیا ترغیبات دی گئی ہیں؟

جواب: **علم کی اہمیت:** انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس کو سرتاج کائنات ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ وہ باقی مخلوقات سے اس لیے افضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل اور علم سے نوازا ہے۔ اس علم کی وجہ سے فرشتوں کو حضرت آدمؑ کے آگے جھکنا پڑا۔ علم ہی کی وجہ سے انسان نے کائنات کو مسخر کیا اور سیاروں پر اپنے قدم جمائے۔

قرآن میں علم کی فضیلت

1۔ **پہلی وحی میں پڑھنے کا حکم:** حضورﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں یہی بات کہی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۚ (العلق 96:1تا5)

ترجمہ: "اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

2۔ **درجات کی بلندی:** جو لوگ علم اور ایمان کی روشنی سے منور ہو کر فکر و تدبر اور علمی قوت سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین و دنیا کی کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

ترجمہ: اللہ تم میں سے ایمان اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔ (المجادلہ 58:11)

3۔ **عالم اور جاہل میں فرق:** ویسے تو سب انسان اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں مگر جو لوگ علم کے زیور سے آراستہ ہوتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہوتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک عالم اور جاہل کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ (الزمر 39:9)

ترجمہ: کہہ دیجیے کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟

یہی وجہ تھی کہ حضورﷺ نے ہر مسلمان پر طلب علم کو واجب کیا اور خود بھی علماء کی محفل کو عابدوں کی مجلس پر فضیلت دے کر علم کی اہمیت بیان کی۔

4۔ **حضورﷺ کو علم میں اضافے کی دعا کرنے کا حکم:** حضورﷺ ہر وقت علم میں اضافے کی دعا کیا کرتے تھے لیکن مسلمانوں کو تعلیم دینے

کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم دیا۔

قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ترجمہ "کہہ دیجیے اے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔"

حدیث میں علم کی فضیلت

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

(i) طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔ ترجمہ "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

(ii) اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَی اللَّحْدِ ترجمہ "پنگھوڑے سے قبر تک علم حاصل کرو۔"

(iii) ایک دفعہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو وہاں دو مجلسیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک ذکر کی دوسری علم کی۔ آپ ﷺ نے دونوں کی تعریف فرمائی اور پھر علم کی مجلس میں بیٹھ کر فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ترجمہ "بے شک میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

(iv) حضرت معاذ بن جبلؓ نے حضور ﷺ سے ایک مفصل حدیث نقل کی ہے جس سے علم کی ضرورت اور افادیت پر روشنی پڑتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "علم حاصل کرو اللہ کے لیے علم حاصل کرنا نیکی ہے۔ علم کی طلب عبادت ہے۔ اس میں مصروف رہنا تسبیح اور بحث و مباحثہ کرنا جہاد ہے۔ علم سکھانا تو صدقہ ہے۔ علم تنہائی کا ساتھی، فراخی اور تنگدستی میں غم خوار دوست اور بہترین ہم نشین ہے۔ علم جنت کا راستہ بتاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم ہی کے ذریعے قوموں کو سربلندی عطا کرتا ہے۔ لوگ علما کے نقش قدم پر چلتے ہیں تو دنیا کی ہر چیز ان کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہے کیونکہ علم دلوں کی زندگی اور اندھوں کے لیے بینائی ہے۔ علم کے ذریعے انسان فرشتوں کے اعلیٰ درجات تک پہنچتا ہے۔ علم میں غور و خوض کرنا روزے کے برابر اور اس میں مشغول رہنا نماز کے برابر ہے۔ علم ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صحیح اطاعت اور عبادت کی جاتی ہے۔ علم سے انسان معرفت خداوندی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کی بدولت انسان اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ علم ایک پیش رو اور رہبر ہے اور عمل اس کا تابع ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو علم حاصل کرتے ہیں اور بدقسمت اس سعادت سے محروم رہتے ہیں۔"

سوال 6: مسلمان کے لیے کون کون سے علوم کا سیکھنا ضروری ہے؟ تفصیل سے لکھیں۔

جواب: دنیا میں کئی قسم کے علوم ہیں اور کسی شخص میں یہ طاقت نہیں کہ ان سب کو یا کسی ایک کو کما حقہٗ حاصل کر سکے کیونکہ علم ایک بے کراں سمندر ہے۔ البتہ ایک مسلمان کے لیے مندرجہ ذیل تین قسم کے علوم سیکھنا ضروری ہیں:

1- علم دین: دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے تاکہ اسلام کے بنیادی عقائد اور روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کے بارے میں دینی معلومات رکھے۔ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں میں ہر ایک شخص تمام دینی مسائل کا عالم ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت کہ دین کے ضروری سب مسائل سے واقف ہو۔ اسلام کی خوبیوں سے آگاہ ہو۔ جس طرح ایک مسلمان کے لیے دین کے بنیادی ارکان، معاشرتی زندگی میں اس کے فرائض اور ذمہ داریوں کا جاننا بہت ضروری ہے ایسے ہی اسے حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کے بارے میں بھی جاننا ضروری ہے۔

2- علم طب: ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم طب سے واقف ہو۔ یعنی صحت کی بنیادی ضرورتوں اور احتیاطی تدابیر سے واقف ہو۔ نیز متوازن غذا کی پہچان، کھانے پینے کے اوقات اور حفظانِ صحت کے مطابق خوراک کھانے کے بارے میں معلومات رکھتا ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ: عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ

ترجمہ علم حقیقت میں دو ہیں، دین کا علم اور طب کا علم۔

3- علمِ معاش: تیسرا علم جس سے واقفیت ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے وہ معاشیات کا علم ہے۔ یعنی ایسے علم کا حصول جس پر روزی کا دارومدار ہو۔ خواہ وہ کوئی علم متعارف ہو یا پیشہ اور ہنر۔ گویا کوئی معاشی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ایک اہم اسلامی فرض ہے۔ کسی ہنر یا پیشے کا سیکھنا ذلت یا ہتک کا باعث نہیں بلکہ دینِ اسلام کی تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللهِ ترجمہ: "محنت سے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔"

اس کو نہ جاننے یا اس پر عمل نہ کرنے کے باعث آج مسلمان اقتصادی میدان میں پیچھے رہ گئے ہیں اور دنیا کی دوسری قومیں جو ایک مدت اور عرصہ دراز تک اہلِ اسلام کے خرمنِ کمالات کی خوشہ چین رہیں دُنیوی ترقی کی اس معراج پر جا پہنچیں کہ اس زمانے کے مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس کی اصل وجہ صرف جہالت ہے۔ کیونکہ یہ بوجہ جہالت اور لاعلمی اپنے مذہبی اُصولوں اور اپنے بزرگوں کے اعلیٰ کارناموں سے ناواقف ہیں۔ دوسرے ان کے دماغوں میں ایک باطل خیال جما ہوا ہے کہ ہر کسب باعثِ ہتک اور موجبِ ننگ و عار ہے حالانکہ کلام مجید میں کئی جگہ کسبِ معاش کی شدید تاکید آئی ہے حتیٰ کہ حج جیسی ضروری اور مذہبی عبادت کے موقع پر بھی تجارت کرنے کی صریح اجازت موجود ہے اور نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد طلبِ معاش میں نکل جانے کا صاف حکم ہے۔

تمام انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ اس اصول کسبِ معاش اور تجارت کے سختی سے پابند رہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ حضرت نوحؑ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ بزازی کرتے تھے۔ حضرت ادریسؑ درزی اور حضرت داؤدؑ لوہے کا کام کرتے تھے۔ خلفائے راشدین میں سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ محنت کیا کرتے تھے اور ہاتھ کی کمائی کو ترجیح دیتے تھے۔

سوال 7: معاشرتی ترقی کے لیے حصولِ علم کی ضرورت و اہمیت پر ایک نوٹ تحریر کریں۔

یا مسلمانوں کے لیے علوم و فنون کی کیا اہمیت ہے اور وہ کس طرح اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں؟

جواب: حصولِ علم کی اہمیت

معاشرتی ترقی کے لیے حصولِ علم بہت ضروری ہے۔ اسلام دینِ علم ہے۔ علم پر جس قدر زور اسلام نے دیا کسی اور مذہب نے نہیں دیا۔ علم و عقل ہی کی بدولت انسان کو اشرف المخلوقات کا مرتبہ ملا اور آئندہ بھی ترقی علم ہی کے مرہونِ منت ہوگی۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ علم کی تلاش میں نکلو اور حکمت کے موتی جہاں کہیں سے ملیں انہیں حاصل کرو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَلْيَأْخُذْهَا حَيْثُ وَجَدَهَا

ترجمہ: علم و حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے، جہاں سے بھی اس کو ملے لے لے۔

علم اور اسلام: اسلام دینِ فطرت ہے جو اپنے پیروکاروں کو کائنات کی وسعتوں اور اللہ کی پیدا کردہ مخلوقات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام سائنسی علوم کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ یہ بتاتا ہے کہ یہ ساری کائنات تمہارے لیے مسخر کی گئی ہے۔ ان کو سمجھو ان سے استفادہ کرو اور اپنے رب کا حکم بجا لاؤ۔ اس لیے یہ حقیقت ہے کہ جتنی زیادہ سائنسی ترقی ہوگی اتنا ہی اسلامی اصولوں کی صداقت کا اعتراف بڑھتا جائے گا اور دینِ اسلام کے پیروکاروں کی تعداد بڑھتی جائے گی۔ جس طرح ماضی میں مسلمانوں نے عظیم سائنسی کارنامے سرانجام دیئے تھے اور ان کے مقدر کا ستارہ جاگ اٹھا تھا ایسے ہی آج ہمیں بھی چاہیے کہ ان کے نقشِ قدم پر چل کر دنیا میں اپنا مقام پیدا کریں۔

مختلف اقوام کا علمی مقام

تاریخِ عالم پر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم نے علم کے حصول میں جتنی ترقی کی اس نے دنیا میں اپنی عظمت اور طاقت کو اتنا ہی منوایا۔ حکومت اور ترقی کے حوالے چند ادوار میں علم کا کردار ملاحظہ ہو۔

(i) **علم اور اہلِ یونان:** ایک دور تھا جب اہلِ یونان علمی میدان بالخصوص طب میں بہت آگے تھے اور ہر طرف سکندرِ اعظم کی شہرت و عظمت

کے ڈنکے بجتے تھے۔ دنیا کی کسی طاقت کو اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔

(ii) علم اور مسلمان: اسی طرح جب مسلمانوں نے اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے عقلی اور نقلی فنون پر توجہ دی تو پوری دنیا پر ان کے غلبے کے جھنڈے لہرانے لگے۔ مصر، بغداد اور قرطبہ کے تعلیمی ادارے اپنی مثال آپ تھے۔ اہلِ یورپ بھی اپنی علمی تشنگی اور جہالت دور کرنے کے لیے سرزمین اندلس کا رخ کرتے تھے۔

(iii) علم اور اہلِ یورپ: پھر ایک دور ایسا بھی آیا کہ مسلمانوں نے علمی میدان میں دلچسپی لینا کم کر دی۔ انہوں نے تحقیق اور عمل کا کام ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر جگہ ان کا غلام بنا دیا جو علم و عمل میں ان سے برتر تھے۔ یوں اکثر ممالک میں مسلمان غلامی کی زندگی گزارنے لگے اور غیر مسلم اقوام نے مسلمانوں کی جگہ لے لی۔ انہوں نے علمی دنیا میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے اور علم کی بدولت ساری دنیا پر چھا گئے۔

اب اگر ہمیں دوبارہ اپنا مقام حاصل کرنا ہے تو ہمیں علم و عمل کے میدان میں آگے بڑھنا ہوگا۔ تاکہ علمی، تحقیقی اور سائنسی میدان میں ترقی کر کے کھویا ہوا مقام حاصل کریں اور دنیا میں اپنی اہلیت ثابت کریں اور ایک بار پھر میدانِ علم میں اپنا لوہا منوائیں، ورنہ ترقی یافتہ اقوام کی غلامی اور سامراجی سے نجات پانا بہت مشکل ہے خدا بھی ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

5- عدل

سوال 8: اسلامی معاشرے میں عدل وانصاف پر کیوں زور دیا گیا ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: عدل کا مفہوم: عدل کا معنی مساوی بدلہ، افراط اور تفریط کے درمیان راستہ اور حق وانصاف ہے۔ ہر اچھے اور برے کام کا پورا پورا بدلہ دینا عدل کہلاتا ہے اور اس میں کمی بیشی کرنا ظلم ہے۔ عدل کی ضد ظلم ہے جس کا معنی ہے: کسی چیز کو اُس کے مناسب مقام میں نہ رکھنا یا بدلہ دینے میں کمی بیشی کرنا۔

عدل وانصاف کی اہمیت: اسلامی تعلیمات میں عدل وانصاف کو بنیادی اور نمایاں مقام حاصل ہے کیونکہ عدل وانصاف کے بغیر مثالی معاشرہ قائم نہیں ہوسکتا۔ جہاں ظلم، فساد اور بے چینی پیدا کرتا ہے وہاں عدل، امن، اطمینان اور ترقی کا ضامن ہے۔ عدل ہی پر دُنیا کی ترقی اور خوشحالی کا دارومدار ہے اور دُنیا کی کوئی قوم اس کی ضرورت واہمیت کا انکار نہیں کر سکتی۔

اسلامی تعلیمات میں عدل کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ کیوں نہ ہو اِسی عدل وانصاف کے ذریعے انسان اس زندگی میں جنت کی جھلک دیکھ سکتا ہے اور مثالی معاشرہ قائم ہوسکتا ہے جو اسلام کے اوّلین مقاصد میں سے ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی معاشرے میں افراد کی باہمی کشمکش اور ٹکراؤ کو عادل حاکم اور انصاف پسند عدلیہ کے ذریعے ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔ ایسی عدلیہ کا وجود جو مظلوم کی دادرسی کرے اور عدل وانصاف کے مطابق فیصلے کرے، امن کے قیام کی خاطر انتہائی ضروری ہے۔

عدل اور قرآن

قرآن مجید نے عدل وانصاف پر زور دیا ہے اور ہر قسم کی ناانصافی اور ظلم سے منع کیا ہے۔ عدل وانصاف میں تمام لوگوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا اور مساوات بہت رکھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ

(النساء4:135)

ترجمہ: "اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہنے والے اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ اگرچہ وہ گواہی اپنی ہی ذات، والدین یا رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔"

چونکہ مقدمات کے صحیح فیصلے سچی شہادت کے بغیر نہیں ہو سکتے اس لیے اسلام جہاں عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے وہاں صحیح شہادت دینے کو بھی لازم قرار دیتا ہے۔ عدالتوں میں بے انصافی یا گواہی میں غلط بیانی کے دو سبب ہوتے ہیں، یا تو یہ کہ ہم کسی کی رشتہ داری کی بنا پر سچی گواہی دینے اور حق کا فیصلہ کرنے کی ہمت نہیں کرتے یا کسی کی عداوت ہمیں غلط بیان یا ظلم اور نا انصافی پر مجبور کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان دونوں اسباب کی بنا پر غلط بیانی اور بے انصافی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ (المائدہ 5:8)

ترجمہ: "اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو کہ انصاف کرنا ہی پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔"

ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (سورۃ النساء: 58)

ترجمہ: اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو۔

عدالتی نظام کی کامیابی کا دار و مدار اگر ایک طرف متقی، خدا ترس اور پیکر انصاف جج اور قاضی پر ہے تو دوسری طرف پیکر صدق و وفا گواہوں پر بھی ہے۔ اس لیے یہ بتایا گیا ہے کہ کسی شخص کے ساتھ بغیر کسی کی بیشی اور اچھے یا برے جذبے کے وہ سلوک کرنا چاہیے جس کا وہ واقعی مستحق ہے اور عدل و انصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہیے کہ بڑی سے بڑی محبت اور شدید سے شدید عداوت اس کے دونوں پلڑوں میں سے کسی کو جھکا نہ سکے۔

عدل اور اسوۂ حسنہ

حضور ﷺ نے ہمیشہ حق و انصاف کا فیصلہ فرمایا اور کبھی نا انصافی یا ظلم نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے کافروں اور دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کیا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی کے کفر و شرک یا مخالفانہ رویے کی وجہ سے بے انصافی کی ہو۔ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں یہودی اور نصرانی بھی اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ ﷺ کے ہاں آیا کرتے تھے اور انھیں آپ ﷺ کے عدل پر پورا پورا اعتماد تھا۔

(i) ایک دفعہ ایک یہودی اور انصاری مسلمان کا تنازعہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے حالات کی روشنی میں فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ ایک طرف یہودی ہے، بلکہ حق و انصاف کے مطابق فیصلہ کیا۔

(ii) ایک دفعہ ایک قریشی عورت چوری کے الزام میں گرفتار ہوئی، اس کا قبیلہ چاہتا تھا کہ اسے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ ملے۔ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید کو حضور ﷺ کی خدمت میں سفارشی بنا کر بھیجا تو حضور ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا: "پہلی قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ جب کوئی غریب جرم کرتا تو اسے قانون کے مطابق سزا دی جاتی تھی اور جب کوئی بااثر آدمی جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔"

اسلامی قانون کی نگاہ میں تمام افراد برابر ہیں۔ قانون الٰہی کو سب پر بالادستی حاصل ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے آپ کو بھی قانون سے بالاتر کبھی نہیں سمجھا۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو بھی قصاص کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جب آپ ﷺ کا دنیا سے رخصت فرمانے کا وقت قریب آیا تو صحابہؓ کو پکار کر کہا کہ جس کسی نے مجھ سے کوئی بدلہ لینا ہے، لے لے۔ میں حاضر

ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضورﷺ نے اپنے آپ کو قانون سے بالاتر نہ سمجھا تو مسلمانوں کا ہر حاکم یا خلیفہ اپنے آپ کو قانون کے سامنے اس طرح جوابدہ سمجھتا تھا جس طرح ایک ادنیٰ خادم۔

عدل اور خلفائے راشدین: خلفائے راشدین نے اپنے دور میں عدل وانصاف کی بہترین مثالیں قائم کی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں ایسا عدل وانصاف کیا کہ ان کی عدالت ضرب المثل بن گئی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو شرعی سزا دے کر عدل وانصاف کا بول بالا کیا۔ حضرت عمرؓ ہی کے زمانے میں بڑے سے بڑا گورنر اور بااثر انسان قانون کی زد سے نہیں بچ سکتا تھا۔ حضرت علیؓ ایک یہودی کے ساتھ عدالت میں پیش ہوئے۔ فیصلہ یہودی کے حق میں ہوا۔ وہ اتنا متاثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔

سوال 9: حضورﷺ نے قاضیوں اور ججوں کے لیے کیا ضابطہ اخلاق دیا ہے؟ اس کے اصول بیان کیجیے۔

جواب: حضورﷺ نے ججوں اور قاضیوں کے لیے جو ضابطہ اخلاق مقرر کیا ہے۔ اس کے چند اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

1- فریقین کے بیانات سننا: قاضی کے لیے ضروری ہے کہ فریقین (مدعی اور مدعی علیہ) کے بیانات سن کر فیصلہ دے اور کسی ایک فریق کا بیان سن کر اور اسی پر اعتماد کر کے فیصلہ نہ دے۔ حضورﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن بھیجتے وقت فرمایا تھا:

فَاِذَا جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْكَ الْخَصْمَانِ فَلَا تَقْضِ حَتّٰى تَسْمَعَ كَلَامَ الْاٰخَرِ كَمَا سَمِعْتَ كَلَامَ الْاَوَّلِ۔

ترجمہ: "جب تیرے سامنے دو فریق مقدمہ لے کر آئیں تو اس وقت تک فیصلہ نہ سنا جب تک دوسرے فریق کا بیان اس طرح نہ سن لے جس طرح پہلے کا سنا۔"

2- ظاہری شہادت اور ثبوت کے مطابق فیصلہ کرنا: قاضی کو چاہیے کہ صرف ظاہری شہادت اور ثبوت کے مطابق فیصلہ کرے۔ مقدمہ میں صحیح فیصلہ کے لیے قاضی لوگوں کی نیتوں یا اندرونی باتوں پر مواخذہ نہیں۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے:

اُمِرْتُ اَنْ اَحْكُمَ بِالظَّاهِرِ وَاللّٰهُ يَتَوَلَّى السَّرَائِرَ۔

ترجمہ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ظاہر کے مطابق فیصلہ کروں اور دلوں کے بھیدوں کا مالک تو اللہ ہے۔

3- فریقین میں مساوات: عدالتی کارروائی کے کسی مرحلہ پر بھی قاضی کو کسی ایک فریق کی طرف جھکاؤ کی ہرگز اجازت نہیں۔ حتیٰ کہ نگاہ اور انداز گفتگو میں مساوات رکھنا بھی ضروری ہے۔ ارشاد نبویﷺ ہے:

سَوِّبَيْنَ الْخَصْمَيْنِ فِيْ لَحْظِكَ وَلَفْظِكَ۔

ترجمہ: نگاہ اور کلام میں بھی فریقین کے درمیان مساوات رکھو۔

4- ذہنی سکون: اپنے فرائض کی ادائیگی کے دوران قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کے ذہنی دباؤ اور غیظ وغضب سے اپنے آپ کو دور رکھے تاکہ جذبات سے مغلوب ہو کر کہیں مجرم کو اس کے جرم سے بڑھ کر سزا نہ سنا دے۔ اس بارے میں حضورﷺ کا ارشاد ہے:

لَا يَقْضِى الْقَاضِى بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ

ترجمہ: غصہ کی حالت میں قاضی فریقین کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

5- مجرم کو شک کا فائدہ دینا: قاضی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مجرم کو جرم ثابت ہونے پر سزا دے اگر اس کے خلاف شہادتیں کمزور ہوں جس سے حقائق پوری طرح واضح نہ ہو رہے ہوں تو اسے شک کا فائدہ دے۔ اس سلسلے میں اسلام کا یہ اصول ہے:

اِنَّ الْاِمَامَ اَنْ يُّخْطِئَ فِى الْعَفْوِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يُّخْطِئَ فِى الْعُقُوْبَةِ۔

ترجمہ: بے شک امام یا قاضی کا کسی کو معاف کرنے میں غلطی کرنا اس سے بہتر ہے کہ کسی کو سزا دینے میں غلطی کرے۔

6- **ثبوت اور قسم:** کسی بھی مقدمہ میں ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے اور اگر وہ گواہی پیش نہ کر سکے تو مدعا علیہ سے بے گناہی کی قسم لی جائے گی۔ حضورﷺ کا فرمان ہے:

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ۔

ترجمہ: شہادت اور ثبوت مدعی کے ذمے ہے اور قسم مدعی علیہ پر۔

7- **اجتہاد:** قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقدمہ کا فیصلہ سنانے کے لیے قرآن وسنت سے حل تلاش کرے۔ اگر کسی معاملے میں قرآن وسنت سے مکمل راہنمائی نہ ملے تو اس جیسے کسی دوسرے مقدمے پر قیاس کرے۔ اگر وہاں بھی نہ ملے تو قاضی کو قیاس کر کے اپنی رائے کے مطابق درست فیصلہ کرے۔ حضورﷺ نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو ان سے پوچھا کہ مقدمات کا فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے عرض کی: ''قرآن کے احکام کے مطابق'' حضورﷺ نے فرمایا: ''اگر قرآن میں اس کا حکم موجود نہ ہو تو کیا کرو گے؟'' فرمایا: ''پھر رسولﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔'' پوچھا: ''اگر وہاں بھی موجود نہ ہو تو؟'' حضرت معاذؓ نے فرمایا: ''اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔'' آپﷺ نے حضرت معاذؓ کے اس طرز عمل کو پسند فرمایا اور یہی طریقہ بعد کے تمام قاضیوں کے لیے نمونہ بن گیا۔

6- جہاد

سوال 10: جہاد کا مفہوم، اہمیت اور فضیلت بیان کیجیے۔

جواب: جہاد کا مفہوم: جہاد عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ جہد ہے جس کے معنی کسی کام کے لیے کوشش کرنا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں جہاد سے مراد ہے اللہ کے دین کی سربلندی اور دشمنان دین کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا اور اس کے لیے جان و مال کی قربانی دینا۔ خدا کی راہ میں کفار اور مشرکین سے جنگ کرنا اور جان کی بازی لگا کر اسلام کی سربلندی کے لیے کوشش کرنا جہاد کی آخری منزل ہے۔ قرآن حکیم میں جہاد کی اس قسم کو **قِتَالٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه** کہا گیا ہے۔ اللہ کی راہ میں لڑنا جہاد کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ چونکہ ایک مسلمان جنگ کی صورت میں اپنی جان بھی اللہ کے دین کی خاطر قربان کر دیتا ہے اس لیے ایسے مجاہد کا مقام دوسروں سے بہت بلند ہو جاتا ہے اور اگر وہ میدان جنگ میں شہید ہو جائے تو خدا اُسے مردہ کہہ کر پکارنا گوارا نہیں کرتا بلکہ دائمی زندگی سے نوازتا ہے۔

جہاد کی صورتیں:

جہاد کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں:

۱۔ دشمنانِ دین کے مقابلے میں جہاد کرنا۔
۲۔ شیطانی خیالات کے مقابلے میں جہاد کرنا۔
۳۔ نفسانی خواہشات کے روکنے میں جہاد کرنا۔

جہاد کی اہمیت: اگرچہ جہاد اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں شامل نہیں ہے لیکن اہمیت کے پیش نظر جہاد ان سب کی روح ہے۔ ارکان اسلام پانچ ہیں: کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔ ان ارکان پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔ جہاد اس عمارت کی چھت اور اس کی حفاظت کے لیے ڈھال ہے۔ اس لیے علماء نے جہاد کو اسلام کا چھٹا رکن قرار دیا ہے۔ اگر جہاد کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو نہ دین باقی رہتا ہے اور نہ دین کے ارکان۔ پوری زندگی اسلام کی سربلندی کی خاطر قربان کر دینا اور دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرنا جہاد ہے۔

جہاد کی فضیلت

جہاد اور قرآن: قرآن مجید میں جہاد اور مجاہدین کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرامین سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

(i) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ:154)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔

(ii) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصف:4)

ترجمہ: بے شک اللہ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

(iii) وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ (الحج:78)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

(iv) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ

ترجمہ: بے شک اللہ نے مؤمنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ (التوبہ:111)

جہاد اور احادیث

مندرجہ ذیل احادیث سے جہاد کی اہمیت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے: رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔

(i) مومن وہ ہے جس نے جہاد کیا ہو یا اس کے دل میں جہاد کی تمنا موجود ہو۔ جس شخص نے نہ کبھی جہاد میں شرکت کی اور نہ اس کے دل میں جہاد کا شوق پیدا ہوا اور وہ اسی حالت میں مر گیا تو نفاق کی موت مرا۔

(ii) حضور ﷺ سے پوچھا گیا: سب سے افضل انسان کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مومن جو اپنی جان و مال سے جہاد کرتا ہے۔

(iii) جہاد میں تمہاری شرکت اپنے اہل و عیال میں رہ کر ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

سوال 11: جہاد کی اقسام بیان کریں۔

جواب: جہاد کی اقسام: جہاد کی دو اقسام ہیں۔ 1- جہاد بالنفس 2- جہاد بالمال

1- جہاد بالنفس: اس سے مراد ہے جان سے جہاد کرنا۔ جان سے جہاد کرنے والوں کو دو طرح کے حالات پیش آتے ہیں۔ ایک جب مجاہدین کمزور ہوتے ہیں اور مدافعانہ جنگ کرتے ہوئے اپنی جان پر مختلف قسم کی تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ دشمن ان کو راہِ راست سے ہٹانے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے لیکن مجاہدین تمام چیزوں سے بے نیاز ہو کر حق پر ثابت قدم رہتے ہیں اور اپنا مشن جاری رکھتے ہیں۔

دوسری صورت اس وقت پیش آتی ہے جب مجاہدین میں برابر کی ٹکر لینے کی طاقت ہوتی ہے اور دشمن انہیں صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کی کوشش کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں مقابلہ پر مجبور کر دیتا ہے ایسی صورت میں انہیں جان کی بازی لگا کر اللہ کے دین اور اپنی حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں حق کی حمایت میں تلوار اٹھانا اور مخالفین کو طاقت کے ذریعے ان کے بُرے عزائم سے روکنا ضروری ہو جاتا ہے۔

2- جہاد بالمال: جہاد بالنفس کے بعد جہاد بالمال کا درجہ ہے۔ دنیا کا کوئی کام پیسے کے بغیر نہیں ہوتا۔ اسلام جس کا مشن تمام کائنات میں اللہ کا نام بلند کرنا اور امن قائم کرنا ہے۔ جانی اور مالی قربانی کے بغیر کیسے چل سکتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے جہاد بالنفس کے ساتھ ساتھ جہاد بالمال میں بھی شاندار روایات قائم کیں۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عمرؓ نے گھر کا آدھا مال اور حضرت ابوبکرؓ نے پورا مال خدا کی راہ میں پیش کر دیا۔ باقی صحابہ کرامؓ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

سوال 12: جہاد کی اجازت کن صورتوں میں ہے؟ نیز مسلمانوں کے لیے حربی لائحہ عمل بیان کیجیے۔

جواب: جہاد کی اجازت کی صورتیں

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ تاہم مندرجہ ذیل صورتوں میں اعلانِ جنگ کی اجازت ہے:

-1 دشمن اسلامی ملک پر حملہ آور ہو۔ -2 دشمن بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرے۔

-3 دشمن عہد توڑ کر غداری کرے۔ -4 فسادی اور خطرناک دشمن کی طرف سے حملے کا خطرہ ہو۔

-5 دشمن اپنے ملک میں اہلِ اسلام کو ظلم و ستم کا نشانہ بنائے اور دینی پابندیاں عائد کرے۔

فرضیتِ جہاد: جب اعلانِ جنگ ہو جائے تو ہر مسلمان مرد عاقل بالغ پر جو محتاج اور بیمار نہ ہو جہاد میں شریک ہونا واجب ہو جاتا ہے۔ تاہم یہ امیر المومنین کی صوابدید پر ہے کہ جسے چاہے میدانِ جنگ میں بھیجے اور جسے چاہے پیچھے چھوڑ کر کوئی اور ذمہ داری سونپ دے۔ ایسے وقت میں میدانِ جنگ سے کترانے اور بھاگ نکلنے کو نفاق کی نشانی قرار دیا گیا ہے جو مومن کی شان کے خلاف ہے کیونکہ مومن تو اپنا مال و جان اللہ کے ہاتھ جنت کے بدلے فروخت کر چکا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ:111)

ترجمہ: یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے حربی لائحہ عمل

جنگ سے پہلے لائحہ عمل: اسلام امن و سلامتی کا علمبردار دین ہے اور بلاوجہ جنگ کرنے کی اجازت نہیں دیتا' لیکن اگر دشمنانِ دین اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں اور مسلمانوں کے لیے جنگ کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہے تو اس صورت میں دین و قوم کی حفاظت کے لیے جنگ کی اجازت ہے۔

اسلام نے جنگ سے پہلے اپنے آپ کو دشمن کے مقابلے کے لیے تیار رکھنے اور سامانِ حرب و ضرب جمع رکھنے کی تاکید کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

''اور ان (کافروں) کے لیے تیار رکھو جو قوت تم سے بن پڑے اور جتنے گھوڑے تم باندھ سکو کہ اس سے تم اللہ اور اپنے دشمنوں کے دل میں رعب بٹھا سکو اور ان کے سوا کچھ اوروں کے دلوں میں بھی جنہیں تم نہیں جانتے اللہ ہی جانتا ہے۔''

اس آیت سے واضح طور پر حتی المقدور جنگی تیاری رکھنے کا واضح حکم ملتا ہے۔ فتح اور نصرت اللہ کے ہاتھ میں ہے' لیکن ایک اسلامی ریاست کے لیے ضروری ہے کہ وہ وقت کے تقاضوں کے مطابق اسلحہ اور دیگر جنگی ساز و سامان کا اہتمام رکھے۔ اس میں سستی جہاں اللہ کی نافرمانی ہے وہاں اپنی تباہی بھی ہے۔

جنگ کے دوران لائحہ عمل: جنگ کے دوران کن اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہیے؟ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی سورۃ الانفال میں ایک دستورِ عمل دیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔

اے ایمان والو! جب تمہیں کسی جماعت سے جنگ کرنے کا اتفاق ہو (تو مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھو) تو ایک یہ کہ ثابت قدم رہو۔ دوسرا یہ کہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ تیسرا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ چوتھا آپس میں مت جھگڑو کہ اس سے تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ پانچواں صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ چھٹا ان کافروں کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے اور اللہ کے راستے سے روکتے ہوئے نکلے' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

ان آیات میں مندرجہ ذیل آداب سکھائے گئے ہیں۔

-1 ثابت قدمی -2 کثرتِ ذکرِ الٰہی -3 اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت

-4 نزاع اور اختلاف سے پرہیز -5 صبر و شکر -6 تکبر غرور اور ریاکاری سے پرہیز

اگر مسلمان مذکورہ بالا ہدایات پر دین کی خاطر عمل کریں اور دورانِ جنگ ان کو مدنظر رکھیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں شکست نہیں دے سکتی۔

7- اکلِ حلال

سوال13: قرآن وحدیث کی روشنی میں اکلِ حلال کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: اکلِ حلال کا مفہوم: اکلِ حلال کا معنی ہوتا ہے حلال چیزیں کھانا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تمام نعمتوں کو جائز طریقے سے بروئے کار لا کر اپنی ضروریات کو پورا کرنا اور روزی کمانا اکلِ حلال کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی خاطر ان گنت نعمتیں پیدا کیں اور زمین وآسمان کی ہر چیز کو انسان کی نشوونما کی خاطر مسخر کر دیا چونکہ انسان کی ضرورتیں بہت زیادہ ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کثیر تعداد میں اشیا پیدا کیں اور انسان کو اختیار دیا کہ جائز طریقے سے ان چیزوں کو استعمال میں لا کر اپنی روزی حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (الاعراف 7:10)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے تمہیں زمین میں بسایا اور تمہارے لیے اس میں روزی کا سامان پیدا کیا، تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

ویسے تو تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی خاطر پیدا کیں لیکن ہر چیز کا کل استعمال اور طریقۂ استعمال بھی بذریعہ انبیاءؑ بتا دیا۔ انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے اور ایسی تمام چیزوں سے منع کر دیا جو انسان کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی نشوونما کے لیے نقصان دہ ہیں۔ اس لیے خنزیر، کتا، گدھا، شکار کرنے والے پرندے اور تمام درندے انسان کے لیے حرام ٹھہرائے۔

اسلام میں اکلِ حلال کی اہمیت:

اکلِ حلال اور قرآن: اکلِ حلال پر اسلام نے بہت زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(i) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرہ 2:168)

ترجمہ: اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(ii) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (البقرہ 2:172)

ترجمہ: "اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔"

(iii) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (النساء 4:29)

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تجارت ہو جو تمہاری باہمی رضامندی سے ہو۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلال اور پاکیزہ رزق کی تلاش اور اس کا استعمال انسان پر لازم ہے اور اہل ایمان کے لیے جو اللہ کی اطاعت کا دعویٰ کرتے ہیں حرام اور ناجائز ذرائع سے کمائی ہوئی روزی کسی صورت میں حلال نہیں۔

اکلِ حلال اور احادیث: حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

(i) طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ

ترجمہ: حلال روزی کی تلاش عبادت کے بعد دوسرا فرض ہے۔

(ii) کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں ہوتا جو انسان اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھائے اور اللہ کے نبی داؤدؑ اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔

(iii) جس بدن نے حرام مال سے پرورش پائی وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(iv) قیامت کے دن کوئی آدمی اس وقت تک آگے قدم نہیں اٹھا سکے گا جب تک اس چیز کا جواب نہ دے دے کہ مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا۔

سوال 14: روزی کمانے کے جائز ذرائع کون سے ہیں؟ وضاحت کریں۔

جواب: حلال رزق کمانا عبادت ہے اس لیے انسان کو روزی کمانے کا وہ ذریعہ اختیار کرنا چاہیے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال اور جائز قرار دیا ہے۔ روزی کمانے کے مندرجہ ذیل ذرائع جائز ہیں۔

1- شکار: زندگی کی ابتدا سے ہی شکار انسان کی غذا کا ایک اہم ذریعہ رہا ہے۔ اب بھی جنگل کے ان جانوروں اور پرندوں کا شکار کرنا اور گوشت حاصل کرنا جائز ہے جو حلال ہیں۔ شکار میں چونکہ انسان محنت کرتا ہے اور ایسی چیز کو کوشش اور محنت سے حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے جو اس کے لیے بنائی گئی ہے اس لیے وہ شکار اس کی ملکیت بن جاتا ہے اور اس کا استعمال جائز ہوتا ہے۔ البتہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ معاشرے کو اس سے نقصان نہ پہنچے اور دوسروں کی ضروریات پر بھی زد نہ پڑے۔ اپنے حالات میں انسان کو دوسروں کی ضروریات کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور اپنے ذاتی تصرف میں اسی قدر چیز لائے جس قدر اس کی ضرورت کے لیے کافی ہو جائے۔

2- زراعت: روزی کمانے کے جائز ذرائع میں سے ایک اہم ترین ذریعہ زراعت ہے۔ زمین کی پیداوار میں سے عشر (دسواں حصہ یا بیسواں حصہ) نکال کر باقی پیداوار حلال اور جائز ہوتی ہے اور اس کو بطور غذا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کسان محنت اور خون پسینہ ایک کر کے زمین سے رزق حاصل کرتا ہے اس لیے اکثر علماء نے اس کو روزی کمانے کا پاکیزہ ترین ذریعہ قرار دیا ہے۔

3- صنعت و حرفت: کوئی انسان اپنی ضرورت کی تمام اشیا بذات خود مہیا نہیں کر سکتا۔ بلکہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اسے دوسرے افراد کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے مختلف ہنر اور پیشے وجود میں آتے ہیں اور معاشرے کے افراد مل کر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ کوئی فن سیکھ کر روزی کمانا ایک جائز اور پسندیدہ ذریعہ ہے۔ البتہ پیشہ اختیار کرتے وقت یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ وہ پیشہ اسلامی تعلیمات کے مطابق جائز اور درست ہو کیونکہ ناجائز پیشے سے کمائی ہوئی روزی ناجائز اور حرام ہوگی۔

4- تجارت: حلال روزی کمانے کا ایک پسندیدہ اور اہم ذریعہ تجارت ہے۔ یہ سنت رسول ﷺ بھی ہے کیونکہ بعثت سے پہلے آپ ﷺ نے یہ پیشہ اختیار فرمایا تھا۔ تجارت کے بارے میں اسلامی ہدایات بڑی واضح ہیں۔ تجارت میں اگر جھوٹ، مکر و فریب اور ظلم شامل ہو جائے تو وہ حلال نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ
(النساء 28:4)

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔ مگر یہ کہ تجارت ہو جو تمہاری باہمی رضامندی سے ہو۔" اسلامی اصولوں کے مطابق تجارت کرنے والے کا بڑا مقام ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلتَّاجِرُ الْاَمِيْنُ الصَّدُوْقُ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ وَالشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: ایک سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن شہداء اور انبیاء کے ساتھ ہوگا۔

ایک اور حدیث کے مطابق رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے تجارت میں رکھے گئے ہیں۔

5- ملازمت: مختلف شعبوں میں ملازمت بھی رزق حلال کمانے کا ایک مستقل ذریعہ ہے۔ حکومت کا کاروبار ملازمین کے بغیر نہیں چل سکتا۔ ملازمت کے سلسلے میں یہ بات ضروری ہے کہ جو معاہدہ باہمی رضامندی سے طے ہوا ہے اچھے طریقے سے سرانجام دیا جائے اور ملازمت میں بددیانتی کا مظاہرہ نہ کیا جائے اس سے بعض دفعہ جائز کام بھی ناجائز بن جاتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ ملازم کی صلاحیت اور اہلیت

دیکھ کر کام سپرد کرے نیز اس کا جائز معاوضہ بروقت ادا کرے اور ملازم کو چاہیے کہ تفویض کردہ کام خوش اسلوبی اور دیانت داری سے نمٹائے۔

سوال15: روزی کمانے کے ناجائز ذرائع کون سے ہیں؟

جواب: روزی کمانے کے کچھ ناجائز ذرائع بھی ہیں جن کے ذریعے کمانے سے انسان کی روزی ناجائز ہو جاتی ہے اور اس کمائی ہوئی دولت کے بارے میں قیامت کے دن انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ یہ ذرائع درج ذیل ہیں۔

1- سود: سرمایہ دارانہ نظام میں سود بھی کمائی کا ایک ذریعہ ہے لیکن اسلامی تعلیمات کے مطابق سود ظلم اور فساد کی جڑ ہے۔ سود کے ذریعے روزی کمانے کی اسلام کسی حالت میں اجازت نہیں دیتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (البقرہ:279)

ترجمہ: اگر تم سود سے باز نہ آؤ تو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

2- جوا: سود کی طرح جوئے کو بھی ایک مقبول پیشہ سمجھا جاتا ہے اور اسے روزی کمانے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے لیکن اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ پیشہ غلط ہے۔ جوئے میں ہمیشہ پریشانی رہتی ہے۔ اس میں جیتنے والا ہارنے والے کے خلاف بُرے جذبات رکھتا ہے اور ہارنے والا انتقامی کارروائیوں پر اتر آتا ہے۔ چونکہ اس میں انسان بغیر کسی مشقت کے آسان طریقے سے رقم بٹور لیتا ہے اس لیے اس سے حسد اور بغض کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ یوں جواباز بھی خوشحالی کا منہ نہیں دیکھتا اور پوری زندگی پریشان رہتا ہے۔

3- رشوت: رشوت کے معنی ہیں وہ رقم یا چیز جو آپ کسی سے اس کا جائز کام کرنے کے صلے میں یا ناجائز کام کرنے کے بدلے میں حاصل کرتے ہیں۔ جائز کام کرنا واجب ہے۔ اس پر صلہ لینا حرام ہے اور ناجائز کام کرنا حرام ہے۔ اس پر معاوضہ لینا اور بھی حرام ہے۔ اس لیے اسلام رشوت دینے یا لینے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا اور اس ذریعے سے کمائی ہوئی روزی کو حرام سمجھتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ كِلَاهُمَا فِي النَّارِ **ترجمہ:** رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں دوزخی ہیں۔

4- گداگری: آج کل یہ بھی روزی کمانے کا ایک ذریعہ بن چکا ہے۔ بعض لوگ کوئی کام کیے بغیر محض سائل بن کر روزی کماتے ہیں اور معاشرے میں خرابی پیدا کرتے ہیں۔ اسلام جہاں مجبوری کی حالت میں اپنی احتیاج پیش کر کے مدد حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ وہاں بلاوجہ سوال کرنے والوں کو اللہ کی لعنت کی وعید سناتا ہے۔ باغیرت انسان گداگری کو کبھی رزق کمانے کا ذریعہ نہیں بنا سکتا اور نہ اسلام اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ گداگری ذلیل انسانوں کا شیوہ ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

(i) **اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى** **ترجمہ:** "دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔"

(ii) سائل (مانگنے والا) کے منہ پر قیامت کے دن گوشت نہیں ہو گا۔

5- سمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ اور ذخیرہ اندوزی: تجارت کے سلسلے میں بعض صورتیں جن میں مکر و فریب، حق تلفی اور ناجائز منافع خوری شامل ہو اسلام میں حرام ہیں، ان میں ایک سمگلنگ بھی ہے۔ سمگلنگ سے مراد یہ ہے کہ ضرورت کی وہ اشیا جن کی اپنے ملک والوں کو ضرورت ہے غیر قانونی طریقے سے ناجائز دولت اور زیادہ منافع کمانے کے لیے کسی دوسرے ملک بھیج دینا اور اس کو اپنی روزی کا ذریعہ بنانا، یہ اسلام میں حرام ہے۔ سمگلر غدار وطن ہوتا ہے اس لیے اس کی غداری سے کمائی ہوئی دولت بھی ناجائز ہوتی ہے۔ اسی طرح ضروری استعمال کی اشیا کو زیادہ نفع کے لالچ میں چھپائے رکھنا ذخیرہ اندوزی کہلاتا ہے۔ ذخیرہ اندوزی کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ **ترجمہ:** "ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔"

غرض چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ اور منشیات سے روزی کمانا ملک و قوم کے ساتھ واضح غداری ہے اور اس طرح کی صورتیں جن میں مکر و فریب، حق تلفی اور ناجائز منافع خوری ہو، اسلام میں حرام ہیں۔

6- **حرام اشیا کی تجارت:** حرام اشیا کی تجارت افراد اور معاشرے کی جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی زندگی کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اسلام نے نہ صرف ان کی تجارت کو حرام قرار دیا بلکہ ان کے لین دین سے بھی منع کر دیا۔ اسلام نے شراب، خنزیر، منشیات اور دیگر نشہ آور اشیا کو حرام قرار دے کر ان کی خرید و فروخت، نقل و حمل اور کاروبار کی ہر صورت پر پابندی عائد کر دی۔

8- عفت وحیا

سوال 16: عفت وحیا کا مفہوم، اہمیت اور درجات بیان کریں۔

جواب: عفت وحیا کا مفہوم: عفت کا معنی ہوتا ہے نفسانی خواہشات کو عقل و دین کے ماتحت رکھ کر قابو میں لانا اور روحانیت کو حیوانیت پر غلبہ دینا۔ اور حیا کا معنی ہوتا ہے ناجائز اور نامناسب کاموں سے جذبہ خوف خدا کے تحت بچنا، گویا نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھنا، عفت اور ناز یبا کاموں سے گریز کرنا حیا کہلاتا ہے۔

عفت وحیا اور جسمانی نظام: اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنے وجود کو برقرار رکھنے اور پیدائش و افزائش نسل کے لیے کچھ حیوانی خواہشات اور نفسانی جذبات رکھے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انسان کو عقل و فکر کے ذریعے جائز اور ناجائز میں تمیز کرنے کی صلاحیت عطا کر دی ہے اور یہی چیز انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے۔ اب انسان کے لیے اپنے جسم اور روح دونوں کی ضروریات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ انسان جانوروں کی طرح کھا پی کر اور حیوانی جذبات کو پورا کر کے اپنی زندگی بسر کرے اور نہ ہی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جسمانی اور فطری خواہشات کا گلا گھونٹ کر روحانی ترقی حاصل کی جائے، بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے جسمانی تقاضوں کو عقل و دین کے ماتحت رکھ کر زندگی بسر کرے۔

عفت وحیا کی اہمیت: اسلامی تعلیمات میں حیا کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے، اسلامی اخلاق میں تو اس کو روح و جان کی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ نے مسلمانوں کو عفت وحیا کی تعلیم دی ہے اور اس کو تمام اسلامی فضائل میں بڑا اہم قرار دیا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''ہر دین کے لیے کچھ اخلاق ہیں اور اسلام کا اخلاق حیا ہے۔'' حیا بہت بڑی خوبی ہے۔ جس شخص میں یہ خوبی ہو وہ بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ جس شخص کے اندر حیا ہو اور وہ کوئی برا کام کرنے سے جھجکے یا اس کے چہرے پر شرمندگی سے سرخی آ جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ آدمی زندہ ضمیر اور باحیا ہے۔ اس کے برخلاف اگر کسی برائی یا گناہ کے ارتکاب پر اس کے چہرے پر کوئی شرمندگی یا ندامت کے آثار ظاہر نہ ہوں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے اندر حیا نہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

اِذَا فَاتَكَ الْحَيَاءُ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ ترجمہ: ''جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کر۔''

عفت وحیا اور ایمان: ایمان بندوں اور پروردگار کے درمیان ایک بڑا نازک تعلق ہے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ انسان تزکیہ نفس کی کوشش کرے اور اپنے اخلاق کو درست کرے اور ان چیزوں کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتی جب تک نفس میں ایک ایسا جذبہ نہ ہو جس کی بنا پر انسان غلطیوں سے بچا رہے اور فضول باتوں سے کراہت محسوس کر کے نیکی کرنے کے لیے کوشاں رہے۔ حیا کا نہ ہونا ایمان کے نہ ہونے کی دلیل ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''حیا اور ایمان ساتھ ساتھ ہیں، جب ایک اٹھ جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھ جاتا ہے۔''

بے حیائی کے نقصانات: جب انسان میں حیا کم ہو جائے یا ختم ہو جائے تو اس میں حیوانیت آ جاتی ہے۔ وہ ایک وحشی درندے کی طرح ہو جاتا ہے۔ وہ ہر وقت اپنی خواہشات کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں اچھے جذبات کو بھی روند جاتا ہے۔ ایسا آدمی کسی کا حق کھانے، بے ایمانی کرنے، جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتا۔ بے حیا آدمی کا دل رحم سے خالی ہوتا ہے، اسے دوسروں کی مشکلات اور مصائب کی ذرا پروا نہیں ہوتی۔ خود غرضی اور خود پرستی اس کا شیوہ بن جاتی ہے۔ غرض بے حیا آدمی انسانیت کی حدود

سے باہر نکل جاتا ہے۔

حیا کے درجات: بعض علماء نے حیا کے تین درجات لکھے ہیں۔

(i) احکام واوامر الٰہی کی پابندی اور اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنا' خواہشات نفسانی پر قابو رکھنا اور موت کو یاد کر کے بُری خواہشات سے بچنا یہ حیا کا پہلا مرتبہ ہے۔

(ii) حیا کا دوسرا مرتبہ لوگوں کی ایذا رسانی سے باز رہنا ہے۔

(iii) حیا کا ایک مرتبہ یہ بھی ہے کہ انسان تنہائی میں اپنے آپ سے بھی حیا کرے اور ہر حالت میں اللہ کو حاضر ناظر سمجھ کر گناہوں سے بچے۔ جس شخص کے اندر حیا کے یہ تینوں مراتب پیدا ہو جائیں گویا اس میں تمام خوبیاں جمع ہو گئیں۔

سوال 17: احادیث نبوی اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں حیا کی فضیلت اور بے حیائی کی مذمت بیان کریں۔

جواب: حیا کے فضائل: حیا ایسی خوبی ہے جس کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ حیا بھلائی کی جڑ ہے۔ ہر اچھے کام میں حیا کا عنصر ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

(i) فحش جس چیز کے ساتھ لگ جاتا ہے' اسے عیب دار کر دیتا ہے اور حیا جس چیز کے ساتھ لگ جاتی ہے' اسے زینت دے دیتی ہے۔

(ii) حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت سے ہے۔ فحش گوئی جفا سے ہے اور جفا دوزخ سے ہے۔

(iii) جن سے سیکھو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔

(iv) ایک موقع پر حضور ﷺ نے دعا فرمائی: "اے اللہ! میں اس زمانے تک زندہ نہ رہوں کہ جس زمانے میں اہل علم کی اتباع نہ کی جائے اور بردبار سے حیا نہ کی جائے۔"

(v) ایک صحابیؓ دوسرے کو حیا کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا: "اس کو چھوڑ دو، کیونکہ حیا ایمان سے ہے۔"

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ سے پوری پوری حیا رکھو۔" ہم نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو پوری پوری حیا کرتے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "بات یہ نہیں اللہ سے کما حقہٗ حیا کرنا یہ ہے کہ سر کی حفاظت کرو اور جو کچھ اس نے محفوظ کر رکھا ہے۔ پیٹ کی حفاظت کرو اور جو کچھ اس نے محفوظ کر رکھا ہے اور موت اور بڑھاپے کا خیال رکھو دیکھو جس کا مقصد آخرت ہو گی وہ حیات دنیوی کی زینت کو چھوڑ دے گا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دے گا اور جس نے ایسا کیا اس نے اللہ سے پوری پوری حیا کی۔

عفت و حیا اور اُسوۂ حسنہ: حضور ﷺ سب سے زیادہ عفت و حیا کے پیکر تھے فحش باتوں سے آپ ﷺ کو طبعاً نفرت تھی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ پردہ نشین با حیا عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتے تو فوراً آپ ﷺ کے چہرے کے تاثرات سے پتہ چل جاتا۔ یعنی حیا کے باعث ناپسندیدگی کا اعلان نہ فرماتے' بلکہ چہرہ ہی آپ ﷺ کی قلبی کیفیت کا اظہار کر دیتا۔ روایت کے مطابق کسی نے کبھی حضور ﷺ کو شیر خوارگی اور بچپن میں بھی برہنہ نہ دیکھا' آپ ﷺ کو فطری طور پر کھیل' تماشے اور اس قسم کے دیگر مشاغل سے نفرت تھی۔

9۔ سماجی انصاف

سوال 18: سماجی انصاف کے لیے کن امور کا ہونا ضروری ہے؟ نیز سماجی انصاف کی اقسام تحریر کریں۔

جواب: سماجی انصاف کا مفہوم: سماجی انصاف کا معنی ہے "انسانی معاشرے میں انصاف۔" کسی ملک میں سماجی انصاف کا جائزہ لینے کے لیے مندرجہ ذیل امور کا دیکھنا ضروری ہے۔

1- کیا اس ملک کے معاشرے میں تمام افراد بطور انسان برابر ہیں؟ یعنی کسی فرد کو کسی طبقے' خاندان' قوم یا علاقے سے تعلق رکھنے کی بنا پر برتری تو حاصل نہیں ہے۔

2- کیا اس ملک میں قانونی مساوات موجود ہے؟ یعنی کیا قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور قانون کو سب پر برتری حاصل ہے یا اعلیٰ ادنیٰ کا فرق ہے۔

3- کیا اس ملک میں معاشی اور اقتصادی مساوات موجود ہے؟ یعنی کیا ہر انسان کو بنیادی ضروریات زندگی حاصل ہیں اور افراد معاشرہ کو ان کی صلاحیت و قابلیت کے مطابق کام کا پورا پورا معاوضہ مل رہا ہے؟

اگر ان امور کو مدنظر رکھا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں مشرق یا مغرب میں کہیں بھی سماجی انصاف نظر نہیں آتا' البتہ اسلام کا ابتدائی دور وہ زریں اور تاریخی دور ہے جس میں انسانی' قانونی اور معاشی مساوات اپنی اصل شکل میں موجود تھی۔ عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ میں ہمیں مثالی معاشرے کی جھلک نظر آتی ہے۔

سماجی انصاف کی اقسام: اسلامی معاشرتی نظام کے تحت سماجی انصاف اور مساوات کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(1) انسانی مساوات: اسلامی معاشرے میں مساوات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسلامی معاشرے میں کسی امیر کو دولت مندی کی وجہ سے رعایت نہیں دی جا سکتی' نہ ہی کسی غریب پر اس کی غربت کی وجہ سے ظلم کیا جا سکتا ہے' بلکہ عزت اور برتری کا معیار پرہیزگاری رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (الحجرات 13:49)

ترجمہ: اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

اس بات کو حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر یوں فرمایا:

''اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے' تمہارا باپ ایک ہے' تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے۔ تم میں سے اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر' کسی عجمی کو عربی پر' کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت حاصل نہیں۔''

اسلامی مساوات کا بہترین نمونہ حضور ﷺ کے ارشادات کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی عملی زندگی میں بھی ملتا ہے۔ حضور ﷺ صحابہؓ کے ساتھ مل کر کام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کی تیاری میں آپ ﷺ نے صحابہؓ کے شانہ بشانہ کام کیا۔ آپ ﷺ کی انسانی مساوات کی تعلیم کے نتیجے میں حضرت بلال حبشیؓ' صہیب رومیؓ اور سلمان فارسیؓ صحابہ کرامؓ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔

(2) قانونی مساوات: اسلامی معاشرے میں قانون کی بالادستی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ قانونی مساوات میں امیر و غریب' افسر و ماتحت' چھوٹے بڑے میں کوئی تمیز اور فرق نہیں۔ آنحضرت ﷺ اپنے آپ کو بھی قانونِ الٰہی اور معاشرتی احکام کی پابندی سے بالاتر نہیں سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی نے مجھ سے بدلہ لینا ہے تو میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے بھی آپ ﷺ کی وضع کردہ قانونی مساوات کی پاسداری کی اور عدل و انصاف کو ہر قیمت پر قائم رکھا۔

(3) معاشی مساوات: اسلام معاشی مساوات کا علمبردار ہے۔ معاشی مساوات کا معنیٰ ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کی بنیادی ضروریات پوری ہوں اور ہر ایک کو یکساں وسائل معاش اور روزی کمانے کے مواقع حاصل ہوں۔ کوئی شخص بنیادی ضرورتوں سے محروم نہ رہے اور ہر ایک کو

اس کے کام اور صلاحیت کے مطابق معقول معاوضہ ملے۔ اس سلسلے میں اسلام کی تعلیمات بڑی واضح اور مکمل ہیں۔ اسلام نے اپنے مالی نظام کو اعتقادات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات سے جدا کر کے پیش نہیں کیا بلکہ ہر عمل کو جس میں خدا کی خوشنودی اور نوع انسانی کی بہتری ہو عبادت قرار دیا ہے۔ اسلام کی نظر میں جائز ذرائع سے مال و دولت حاصل کرنا اور اس کے ذریعے اپنی بنیادی ضرورتیں پوری کرنا اور غربت و افلاس کا خاتمہ کرنا قابل تعریف کام ہے اور بہت بڑی نیکی ہے۔

جہاں جائز کام اور محنت کے ذریعے روزی کمانا اسلام ضروری قرار دیتا ہے وہاں کسی بے روزگار اور معذور کے لیے بنیادی ضرورتوں کا فراہم کرنا حکومت اور سوسائٹی کا فرض سمجھتا ہے۔ اسلام اگرچہ انفرادی ملکیت کا قائل ہے مگر ایسی دولت جو ناجائز ذرائع سے حاصل ہو اسے حلال نہیں سمجھتا۔ اسی طرح جب وہ دولت ایک حد سے بڑھ جائے تو زکوۃ کی ادائیگی واجب کر دیتا ہے اور زکوۃ کے علاوہ بوقت ضرورت حکومت کو یہ حق دیتا ہے کہ مزید ٹیکس لگا کر تمام افراد مملکت کی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے کی ذمہ داری نبھائے۔

سوال19: اسلام کے معاشی نظام کی بنیاد کن حقائق پر ہے؟

جواب: اسلام اپنے معاشی نظام کی بنیاد مندرجہ ذیل حقائق پر رکھتا ہے:

1- اللہ کی ملکیت: یعنی اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ کائنات کی ہر چیز کا اصلی اور حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان نے دن رات محنت کر کے جتنی بھی دولت اکٹھی کی ہے وہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے لہٰذا اسے اللہ تعالیٰ کے احکام کی روشنی میں ہی خرچ کر حق ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ (البقرہ2:284)

ترجمہ: زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اللہ کے لیے ہے۔

2- تسخیر کائنات: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو بنی نوع انسان کی خاطر مسخر کیا ہے۔ کائنات کی تمام نعمتیں صرف اور صرف بنی نوع انسان کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ
(لقمان20:31)

ترجمہ: کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسخر کر رکھا ہے تمہاری خاطر جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اس نے تمہیں اپنی ظاہری اور چھپی ہوئی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔

3- رزق کی تنگی و فراخی: اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے مصلحت اور آزمائش کی خاطر رزق کی تنگی اور فراخی اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو رزق میں تنگی دی اور کسی کو فراخی عطا کی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ
(الانعام165:6)

ترجمہ: اور (اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں اپنا نائب بنایا اور تم میں سے ایک کو دوسرے پر درجوں میں بلندی دی تا کہ جو کچھ عطا کیا اس میں تمہیں آزمائے۔

4- مفلس اور محتاجوں کی امداد: جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت عطا کی ہے۔ انہیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ وہ مفلس اور محتاج لوگوں کا خیال رکھیں اور ان کی مدد کریں تا کہ وہ اپنی معاشی تنگ دستی کو دور کر کے مناسب زندگی گزار سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذٰریٰت19:51)

ترجمہ: اور ان کے مال میں ضرورت مند سائل اور محروم کا حق ہے۔

5- زکوٰۃ و عشر: اسلام جائز ذرائع سے حاصل کی جانے والی روزی میں کمانے والے کا حق تسلیم کرتا ہے لیکن جب وہ دولت ایک حد سے بڑھ جائے تو اس پر زکوٰۃ عائد کرتا ہے۔ یہ زکوٰۃ نقدی' مال تجارت' سونا چاندی اور مویشیوں پر عائد ہوتی ہے۔ اور زرعی پیداوار پر عشر لاگو ہوتا ہے۔ زکوٰۃ اور عشر کا اصل مقصد معاشرے میں رہنے والے مجبور لوگوں کی مدد کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرہ:43) ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

6- ٹیکس: معاشی بدحالی سے بچنے اور دیگر قومی مفادات کی تکمیل کے لیے حکومت امراء پر زکوٰۃ کے علاوہ ٹیکس بھی لگا سکتی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ ترجمہ: "بیشک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔"

7- مفادِ عامہ سے وابستہ اشیا حکومت کی ملکیت: وہ اشیا جن سے عام لوگوں کا مفاد وابستہ ہو وہ کسی فردِ واحد کی ملکیت نہیں بلکہ سرکاری ملکیت ہوتی ہیں۔ حکومت ان اشیا سے حاصل ہونے والی آمدنی کو عوام کی فلاح و بہبود اور دیگر حکومتی ترقیاتی کاموں کے لیے استعمال کرتی ہے۔ حکومتی جائیداد و ملکیت میں سمندر' پہاڑ' دریا' جنگلات اور معدنیات وغیرہ ہیں۔

8- شخصی کفالت: اسلامی معاشرے میں حکومت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ ہر شخص کی بنیادی ضروریات پوری کرے اور انہیں زندگی کی بنیادی ضروریات خوراک' صحت' تعلیم اور رہائش مہیا کرے۔ اگر کسی شخص کو بنیادی ضروریات ارکانِ حکومت کی غفلت کی وجہ سے میسر نہ آئیں تو وہ ارکان اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ اس سلسلے میں حضور ﷺ کا فرمان ہے: "جس بستی میں کسی شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ رات بھر بھوکا رہا تو اس بستی والوں سے اللہ کی حفاظت کا ذمہ ختم ہو جاتا ہے۔"

9- اللہ کی راہ میں خرچ کرنا: اسلام جائز ذرائع سے دولت کمانے پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔ البتہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ دولت کو اچھے کاموں پر خرچ کیا جائے اور دولت کو اکٹھا کرنے کی بجائے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ اس سلسلے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ قُلِ الْعَفْوَ ۭ (البقرہ:219)

ترجمہ: اور تم سے سوال کرتے ہیں وہ کیا خرچ کریں' کہہ دیجیے کہ جو کچھ ضرورت سے زائد ہو۔

اگر مذکورہ بالا احکامات کو سامنے رکھ کر اسلام کے معاشی نظام پر عمل کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرے سے غربت و افلاس ختم نہ ہو اور ایک پرامن اور خوشحال معاشرہ وجود میں نہ آئے۔

10- فرض شناسی

سوال 20: فرض شناسی کا مفہوم تفصیل سے بیان کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین شکل و صورت میں پیدا کر کے اسے بہت سی صفات سے نوازا ہے۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر خلافت کا تاج اس کے سر پر رکھ دیا اور اسے اپنا نائب اور خلیفہ بنا لیا پھر انسان کے لیے کائنات کی ہر چیز مسخر کر دی اور دنیا کی ہر شے کو اس کی خدمت پر مامور کر دیا۔

انسان مدنی الطبع ہے اور فطری طور پر اپنے ہم جنسوں سے اُنس و لگاؤ رکھتا ہے۔ ان کے لیے اپنے اندر ایک خاص قسم کی گہری محبت اور کشش پاتا ہے اس لیے مکمل تنہائی اسے دہشت زدہ کر دیتی ہے اور وہ رفاقت کی تلاش میں رہتا ہے۔ انسان کی ذاتی قوتیں اور صلاحیتیں

محدود ہیں جبکہ اس کی ضروریات لامحدود ہیں۔ چونکہ دوسروں کے تعاون اور اشتراک کے بغیر ان ضرورتوں کی تکمیل ممکن نہیں اس لیے انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے اور دنیاوی زندگی بسر کرنے کے لیے وہ بہت سے افراد اور چیزوں سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ دوسرے افراد کی محنت' ہمدردی اور تعاون سے فائدہ اٹھائے اور خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو اپنے کام میں لائے اسی طرح اس کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ دوسرے افراد کی جان و مال اور آبرو کا خیال رکھے۔ معاشرے کی طرف سے جو فرائض اس پر عائد ہوتے ہیں انہیں خوش اسلوبی سے نبھائے۔ فرض کا پورا پورا احساس رکھنا فرض شناسی کہلاتا ہے۔

سوال 21: فرائض یا حقوق کی اقسام تفصیل سے بیان کیجیے۔

جواب: ہر انسان پر تین قسم کے فرائض عائد ہوتے ہیں:

(1) حقوق اللہ (2) حقوق النفس (3) حقوق العباد

(1) حقوق اللہ: حقوق اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا خالق' مالک' پروردگار اور آقا ہے۔ اس لیے اللہ کے حقوق سب سے مقدم ہیں۔ حقوق اللہ کے سلسلے میں خدا کا سب سے اہم حق اس کی عبادت اور بندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذّٰریٰت 56:51)

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

اللہ کی بندگی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندے اسی کا حکم مانیں۔ اسی کے سامنے سر جھکائیں۔ اپنی دعاؤں اور حاجتوں میں صرف اسی کو پکاریں۔ اسی پر بھروسا اور توکل کریں۔ رزاق' کارساز اور مشکل کشا اسی کو سمجھیں۔ بندوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے حلال و حرام کی پابندی کریں۔ فرائض کو بجا لائیں۔ جن باتوں پر عمل کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے یا جن سے رکنے کا حکم دیا ہے ان کی پابندی کریں۔ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو اس کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق بروئے کار لائیں۔ بہر حال یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ حاکیت اعلیٰ صرف خدا کو حاصل ہے۔ اس کی اطاعت و بندگی ہر انسان پر فرض ہے اور جو ان صفات میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک رکھتا ہے وہ شرک کے بدترین گناہ کا ارتکاب کرتا ہے' جسے اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

خدا کا حق بندے پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور بندے کا حق خدا پر یہ ہے کہ وہ اسے عذاب نہ دے۔

(2) حقوق النفس: زندگی اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسمانی' ذہنی' روحانی اور نفسیاتی قوتوں سے مالا مال کیا ہوا ہے۔ ان قوتوں کی حفاظت کرنا اور ان کو ضائع اور تباہ ہونے سے بچانا انسان کا اہم فرض ہے۔ اسلام نہ تو خواہشات کا مکمل گلا گھونٹنا ہے اور نہ ہی یہ چاہتا ہے کہ انسان خواہشات کا غلام بن جائے' بلکہ اسلام افراط و تفریط کے درمیان اعتدال پسندی اور توازن کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے شریعت اسلامی میں خودکشی کرنے والا قاتل ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور ترک دنیا کو بھی ناجائز سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ **ترجمہ:** "اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔"

اسلام میں ایک طاقتور مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ **ترجمہ:** طاقتور مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے۔

اس لیے انسان کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی صحت برقرار رکھنے کے لیے مناسب خوراک کھائے' مناسب کپڑے پہنے اور معقول رہائش کا بندوبست کرے۔ اسی طرح اپنے نفس کی عزت و احترام کا خیال رکھے۔ کوئی غلط حرکت نہ کرے۔ دوسروں کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے۔

الغرض اسلام میں اپنے نفس کی جائز خواہشات کی تکمیل ضروری ہے اور نفس کے حقوق کو صحیح طور پر ادا کرنا فرض شناسی ہے۔
آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ — ترجمہ: "تم پر اپنے نفس کا بھی حق ہے۔"

(3) حقوق العباد: حقوق العباد سے مراد بندوں کے حقوق ہیں۔ حقوق العباد کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے حتیٰ کہ شریعت نے اس کو دوسرے فرائض پر ترجیح دی ہے۔ حقوق العباد کی اہمیت کے پیش نظر ہر آدمی کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ وہ ان حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کرے کیونکہ قیامت کے دن حقوق العباد کے سلسلے میں جب تک بندہ، بندے کو معاف نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں فرمائے گا جب کہ حقوق اللہ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ جسے چاہے معاف فرما دے گا۔

سوال 22: معاشرے میں ہر انسان مختلف حیثیتوں سے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ ان فرائض کے بارے میں تفصیلی نوٹ لکھیں۔

جواب: جس طرح ہر انسان کے کچھ نہ کچھ حقوق ہیں جن کو حاصل کرنے کا وہ خواہشمند ہوتا ہے اسی طرح ہر انسان کے ذمہ کچھ فرائض بھی ہیں۔ یہ فرائض مختلف انسان مختلف حیثیتوں سے سرانجام دے رہے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

مسلمان شہری کے فرائض: ایک مسلمان شہری کی حیثیت سے انسان پر مندرجہ ذیل ذمہ داریاں ہیں۔

(i) مسلمان شہریوں اور بھائیوں کے مال، جان اور آبرو کا خیال رکھے۔
(ii) دوسرے شہریوں کو اپنے ہاتھ اور زبان سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے۔
(iii) اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مسلمان نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

معلم کے فرائض: ایک معلم اور استاد ہونے کے ناطے یہ ضروری ہے کہ۔

(i) اپنے علم کے ساتھ لگن اور شغف رکھے اور ہمیشہ مزید علم حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہے۔
(ii) بااخلاق اور باعمل ہو اور اپنے کردار سے طلبہ کے لیے مشعل راہ بنے۔
(iii) اپنے شاگردوں کو تعلیم ایمانداری کے ساتھ دے اور اپنے تئیں کوئی کوتاہی نہ آنے دے۔
(iv) اپنے پیشے کو انبیاء کی وراثت سمجھے اور اسی نظریہ کے مطابق یہ خدمت بجا لائے۔

طالب علم کے فرائض: ایک طالب علم کے لیے مندرجہ ذیل اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے۔

(i) باقاعدگی اور محنت سے تعلیم حاصل کرے اور چھٹیوں سے بچنے کی کوشش کرے۔
(ii) اپنے اساتذہ کا احترام کرے اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔
(iii) اچھے اخلاق و کردار اپنائے اور نیک سیرتی کا مظاہرہ کرے۔

باپ کے فرائض: گھر کا ذمہ دار ہونے کے ناطے سے باپ کے مندرجہ ذیل فرائض ہیں۔

(i) بچوں کی پرورش کا ہر لحاظ سے خیال رکھے۔
(ii) بچوں کی روحانی اور اخلاقی تربیت کا خاص خیال رکھے۔

(iii) بچوں کی تمام ضروریات کھانا، کپڑا اور مکان کو اچھے طریقے سے پورا کرے۔

بیٹے یا بیٹی کے فرائض: بیٹے یا بیٹی کے لیے مندرجہ ذیل فرائض کی ادائیگی ضروری ہے:

(i) والدین اور بزرگوں کا احترام کرے۔ (ii) والدین کی خدمت کرے بالخصوص جب وہ بوڑھے یا محتاج ہوں۔

(iii) انتقال کے بعد والدین کے لیے دعائے مغفرت کرے۔ (iv) والدین اور بزرگوں سے حسن سلوک سے پیش آئے۔

شوہر کے فرائض:

(i) اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (ii) بیوی کی جملہ ضروریات کھانا، مکان اور کپڑے کا اہتمام کرے۔

(iii) بیوی کی غلطیوں پر درگزر والا معاملہ کرے۔ (iv) بیوی کی عزت و ناموس کی حفاظت کا خیال رکھے۔

بیوی کے فرائض:

(i) خاوند کی اطاعت کرے۔ (ii) خاوند کے گھر کی حفاظت کرے۔

(iii) خاوند کے بچوں کی اچھے اور اسلامی طریقے سے پرورش کرے۔ (iv) گھر کے کام کاج اچھے طریقے سے نمٹائے۔

بزرگ کے فرائض:

(i) چھوٹوں پر رحم کریں۔ (ii) چھوٹوں پر نگاہِ شفقت رکھیں۔

(iii) چھوٹوں کی تربیت کریں۔ (iv) ان کی غلطیوں پر درگزر والا معاملہ کریں۔

پڑوسی کے فرائض:

(i) جہاں تک ہو سکے اپنے ہمسائے کی مدد کریں۔ (ii) اپنے پڑوسی کو کوئی تکلیف یا گزند نہ پہنچائیں۔

(iii) پڑوسی کے غم و خوشی میں شرکت کریں۔

مجاہد کے فرائض:

(i) دین اسلام کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرے۔ (ii) اپنے آپ کو اخلاقِ حسنہ سے آراستہ کرے۔

(iii) جہاد کے دوران اسلامی احکام کی مکمل پاسداری کرے۔ (iv) اپنے امیر (کمانڈر) کی اطاعت کرے۔

حاکم کے فرائض:

(i) اپنی رعایا کا خیال رکھے۔ (ii) اپنے آپ کو ملک و ملت کا خادم تصور کرے۔

(iii) عوام کے ساتھ عدل و انصاف کرے۔ (iv) عوام کی آسائش، راحت اور آسودگی کا لحاظ رکھے۔

دکاندار کے فرائض:

(i) ناپ تول پورا پورا اور درست کرے۔ (ii) عدل و انصاف سے کام لے۔

(iii) ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری سے گریز کرے۔ (iv) ناجائز ذرائع سے مال نہ کمائے۔

(v) گاہکوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے۔

ڈاکٹر اور انجینئر کے فرائض:

(i) اپنے فرائض دیانت داری سے سرانجام دے۔ (ii) اپنے مفاد کی خاطر قوم و ملک کی مشینری اور املاک تباہ نہ کرے۔

(iii) جائز ذرائع سے مال کمائے۔ (iv) اپنے مریض یا ہم پیشہ افراد کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

11-اسلامی عبادات کی امتیازی خصوصیات

سوال 23: اسلام میں عبادت کا کیا مفہوم ہے؟ تفصیل سے تحریر کریں۔

جواب: عبادت کا مفہوم: "عبادت" کا لفظ عَبْدٌ سے بنا ہے۔ عبد کا معنی ہے بندہ۔ عابد بندگی کرنے والے کو کہتے ہیں اور معبود وہ ہستی ہے جس کی بندگی کی جائے۔ بندہ اپنے آقا اور معبود کی اطاعت میں جو کچھ کرتا ہے وہ عبادت ہے۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ مسلمان کا ہر وہ عمل جو وہ اللہ کی اطاعت کے جذبے سے کرے تو یہ اس کی عبادت شمار ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی تمام زندگی عبادت بن سکتی ہے حتیٰ کہ اطاعتِ خدا میں رہ کر اہل و عیال کی پرورش بھی عبادت کے زمرے میں آتی ہے۔ کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے اور بہتری کے لیے بنائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرہ 2:29)

ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزیں بنائیں۔

ویسے تو کائنات کی ہر چیز انسان کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی ہے اور انسان کسی نہ کسی طرح ان چیزوں سے فائدہ حاصل کر رہا ہے لیکن خود انسان کو کس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ اس کا جواب قرآن مجید نے یوں دیا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذّٰریٰت 56:51)

ترجمہ: میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

گویا انسانوں اور جنوں کی تخلیق کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ انسان کو دنیا میں تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے لیکن اس کے ساتھ اپنے خالقِ حقیقی کے سامنے گردن جھکانے اور اس کا عملی شکریہ ادا کرنے کی بھی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ صرف کھا پی کر زندگی گزارنے میں تو انسان اور حیوان برابر ہیں۔ انسانیت کو حیوانیت پر جو غلبہ اور کمال حاصل ہے وہ روحانیت سے ہے اور روح کی غذا عبادت ہے۔ جس طرح مادی اشیا سے جسم پرورش پاتا ہے اسی طرح عبادت سے روح کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

ارکانِ اسلام اور عبادت: زندگی کو اطاعتِ خداوندی کے جذبے کے تحت بسر کرنے کے لیے شریعت نے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج چار عبادتیں ایسی مقرر کی ہیں جن کی مدد سے انسانی اعمال کے تمام شعبے منضبط ہو کر اللہ کی اطاعت کے تحت آجاتے ہیں۔ نماز سے ان اعمال کی تربیت مقصود ہے جن کا تعلق تنہا بندے اور اللہ کے درمیان ہوتا ہے۔ زکوٰۃ سے ان اعمال کی مشق ہوتی ہے جن کا تعلق دوسرے انسانوں کے فائدے اور آرام سے ہے۔ روزے سے خدا کی راہ میں جسمانی اور جانی قربانی دینے اور نفس کو مادی خواہشات سے پاک رکھنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے اور حج کے ذریعے جہاں دنیائے اسلام کا آپس میں اخوت کا رشتہ قائم کرنا مقصود ہے وہاں نفس کی اصلاح بھی مطلوب ہے۔

سوال 24: اسلامی عبادات کی امتیازی خصوصیات بیان کریں۔

جواب: اسلامی عبادات کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

1-ایک اللہ سے مخصوص: اسلامی عبادات کی پہلی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ خالص ایک اللہ کے لیے ہوتی ہیں۔ ان عبادات میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اُعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ **ترجمہ:** اللہ کے لیے عبادت کرو اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔

اسلام میں بادشاہ، والدین اور بزرگانِ دین کے سامنے جھکنے، رکوع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور نہ ہی ایسے رسمی آداب بجا لانے کی

اجازت دی گئی ہے جس میں غیر اللہ کی عبادت اور پرستش کا شائبہ ہو۔

2- خارجی شرائط سے پاک: اسلام نے عبادت کے لیے کوئی ایسی خارجی شرط نہیں لگائی جس کا اصلی عبادت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ مثلاً کسی خاص طرز یا خاص رنگ کے کپڑے پہننا' عبادت کے وقت تصویروں کو سامنے رکھنا یا خاص عبادات کے لیے نذرانے اور چڑھاوے چڑھانا وغیرہ۔

3- براہ راست ادائیگی: اسلامی عبادات کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دوسرے مذاہب کی طرح مذہبی پیشواؤں کو اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ نہیں بنایا گیا بلکہ یہ تعلیم دی گئی کہ عبادت اللہ اور بندے کے درمیان ایک خصوصی تعلق کا نام ہے جس کو براہ راست ادا کیا جا سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ عبادت خداوندی کے لیے کسی اور ذات کا وسیلہ تلاش کیا جائے۔

4- اعتدال و میانہ روی: اسلامی عبادات کی مختلف خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں افراط و تفریط (کمی و زیادتی) کی گنجائش نہیں' بلکہ ان میں اعتدال و میانہ روی کی جھلک نظر آتی ہے۔ اسلام نہ تو دیگر مذاہب کی طرح نفس کشی' ترک دنیا اور سخت قسم کی ریاضتوں کا مطالبہ کرتا ہے اور نہ مشرکانہ طرز پر عبادت میں لہو و لعب کی اجازت ہے۔ اسلام سے پہلے لوگوں نے ایسے طریقے ایجاد کیے تھے جو منشائے الٰہی کے خلاف تھے۔ مثلاً بعض عبادت گزاروں نے آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا دیے اور اپنے آپ پر اتنا جبر کیا کہ بازو کھڑے کھڑے سوکھ گئے اور ان پر پرندوں نے گھونسلے بنالیے۔ بعض نے رکوع اور سجدے اتنے طویل کیے کہ اسی حالت میں اکڑ گئے۔ کچھ نے روزے ایسے رکھے کہ جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ ایسی مثالیں بدھ مت اور عیسائیت میں بکثرت ملتی ہیں۔

5- عقیدہ و عمل کا امتزاج: اسلام کا نظام عبادات بالکل انسان کی فطرت کے مطابق ہے۔ اس کا یہ کمال ہے کہ یہ انسانیت کو حیوانیت سے نکال کر زیور انسانیت سے آراستہ کرتا ہے۔ اسلام کی تمام عبادات مثلاً نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج یہ سب کے سب اعمال انسان کو ایسی زندگی کی طرف لے جاتے ہیں جو فضائل اور اخلاق حسنہ سے مزین ہوں۔ کئی مذاہب میں اس مذہب کے عقیدے کا معتقد ہو جانا ہی کافی سمجھا جاتا ہے اور اسی کو دنیا و آخرت کی نجات کا معیار قرار دیا جاتا ہے' لیکن اسلام یہ کہتا ہے کہ درست عقیدے کے ساتھ ساتھ اچھے کام کرنا اور برے کاموں سے رکنا بھی ضروری ہے۔ گویا صرف عقیدے سے کام نہیں بنتا بلکہ کامیابی اور کامرانی کے لیے اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ بھی ضروری ہیں۔

غرض اسلامی عبادات انسان کو مومن کامل اور مثالی انسان بنا دیتی ہیں' جس سے ایک بہترین معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

اہم نکات

1- توحید

- ☆ توحید سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں۔
- ☆ عقیدۂ توحید کی صداقت و حقانیت پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور عالموں نے گواہی دی ہے۔
- ☆ تمام انبیا پر وحدانیت باری تعالیٰ کی وحی کی گئی۔
- ☆ قرآن مجید میں شرک کو ظلم عظیم (بہت بڑا ظلم) کہا گیا ہے۔
- ☆ نبی کریم ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنی قوم کو پہلا خطبہ توحید کے بارے میں دیا۔
- ☆ توحید تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔
- ☆ عقیدۂ توحید پر کاربند رہنے سے انسان میں خودداری، عاجزی، انکساری اور عزت نفس پیدا ہوتی ہے۔

☆ انسان میں اطمینانِ قلب، صبر و قناعت، توکل اور بلند ہمتی جیسی صفات پیدا ہوتی ہے۔
☆ عقیدۂ توحید تنگ نظری کا خاتمہ کر کے وسعتِ نظر پیدا کرتا ہے۔
☆ عقیدۂ توحید انسان کے نفس کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔
☆ عقیدۂ توحید انسان کو اللہ کے قانون کا پابند بنا دیتا ہے۔

2- اطاعتِ رسول ﷺ

☆ اطاعتِ رسول ﷺ سے مراد نبی اکرمؐ کے احکام و فرامین کی پیروی کرنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔
☆ نبی کریم ﷺ پر تین حیثیتوں سے ایمان لانا ضروری ہے۔
1- آپؐ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ 2- آپؐ کی شریعت ہر لحاظ سے مکمل ہے۔
3- آپؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں
☆ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
1- اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے منہ نہ پھیرو۔ (الانفال 20)
2- جو کچھ تمہیں رسول دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ (الحشر 7)
3- جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء:80)
4- اے پیغمبر کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ (آل عمران:31)
5- جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا پس وہ گمراہ ہو گیا۔ (الاحزاب:36)
☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
1- تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس شریعت کے تابع نہ ہوں جو میں لے کر آیا ہوں۔
2- تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اسے اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔
3- حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک ان کو اپنائے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔

3- طہارت و پاکیزگی

☆ طہارت و پاکیزگی کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔
☆ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
"بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"
☆ طہارتِ فکر سے مراد دل و دماغ کو گندے افکار و خیالات سے پاک کرنا ہے یعنی ذہن کو شرک، کفر، الحاد، منافقت اور بدعت جیسے افکار سے دور رکھنا ہے۔

☆ طہارتِ اخلاق سے مراد ناپسندیدہ اور برے اخلاق سے پرہیز کرنا ہے۔ مثلاً جھوٹ، غیبت، حسد، بہتان، چغل خوری، خود غرضی اور ظلم وغیرہ۔

☆ طہارتِ جسم سے مراد جسمانی پاکیزگی ہے۔ جسمانی پاکیزگی حاصل کرنے کے دو طریقے شریعت نے بتائے ہیں۔

(i) وضو: وضو کو نماز کے لیے شرط قرار دیا ہے۔

(ii) غسل: ناپاکی کی صورت میں غسل کو فرض قرار دیا ہے۔

☆ طہارتِ لباس سے مراد لباس کو ہر قسم کی غلاظت اور گندگی سے پاک کرنا ہے۔ خاص طور پر نماز کے لیے لباس کی صفائی عام صفائی سے زیادہ ضروری ہے۔

☆ طہارتِ مکان سے مراد مصلّٰی (نماز پڑھنے کی جگہ) کی صفائی، رہائش گاہ کی صفائی، دفتر یا سکول کی صفائی، شہر یا گاؤں کی صفائی، وطن کی صفائی اور کرۂ ارض کی صفائی وغیرہ ہے۔

4- علم کی ترغیب

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

1- ''اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا پروردگار کریم وہ ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' (العلق:1-5)

2- اللہ تم میں سے ایمان اور علم والوں کے درجات بلند کرتا ہے۔ (المجادلہ:11)

3- کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ (نہیں) (الزمر:9)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

1- علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

2- پنگھوڑے سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو۔

3- ایک مرتبہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے وہاں دو مجلسیں لگی ہوئی تھیں: ایک ذکر کی اور دوسری علم کی۔ آپ ﷺ نے دونوں کی تعریف کی اور پھر علم کی مجلس میں بیٹھ کر فرمایا: میں بھی دنیا میں معلّم (سکھانے والا) بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

4- حضور اکرم ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے علم میں اضافہ کی دعا کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی یہی تعلیم دی کہ ہر مسلمان یہ کہے:

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ط (طٰہٰ:114) (اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما)۔

☆ علمِ دین، علمِ طب اور علمِ معاش ایسے علوم ہیں جن کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

5- عدل

☆ عدل کا لفظی معنی مساوی بدلہ، افراط و تفریط کے درمیان کا راستہ اور حق و انصاف ہے۔ ہر اچھے اور برے کام کا پورا پورا بدلہ دینا عدل کہلاتا ہے اور اس میں کمی بیشی کرنا ظلم ہے۔

☆ عدل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

1- اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہنے والے، اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ اگر چہ وہ گواہی اپنی ذات، والدین یا رشتہ داروں

کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ (النساء:135)

2- اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو کہ یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ (المائدہ:8)

3- اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو۔ (النساء:58)

☆ آپ ﷺ نے کافروں اور دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کیا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی کے کفر و شرک یا مخالفانہ رویے کی وجہ سے بے انصافی کی ہو۔ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں یہودی اور نصرانی بھی اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے اور انہیں آپ ﷺ کے عدل اور انصاف پر پورا پورا اعتماد تھا۔

☆ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو شرعی سزا دے کر عدل و انصاف کا بول بالا کیا۔

☆ حضرت علیؓ ایک یہودی کے ساتھ عدالت میں پیش ہوئے تو فیصلہ یہودی کے حق میں ہوا۔

☆ قاضیوں اور ججوں کے لیے ضابطۂ اخلاق درج ذیل ہے:

1- فریقین کے بیانات سن کر فیصلہ کرنا۔ 2- ظاہری شہادت اور ثبوت کے مطابق فیصلہ کرنا۔ 3- فریقین میں ہر مرحلہ پر حتیٰ کہ نگاہ اور انداز گفتگو میں بھی مساوات رکھنا۔ 4- غصہ کی حالت میں فیصلہ سے احتراز کرنا۔ 5- کمزور شہادت پر مجرم کو شک کا فائدہ دینا۔ 6- مدعی کے پاس ثبوت نہ ہونے کی صورت میں مدعی علیہ سے قسم لینا۔ 7- قرآن و سنت میں واضح رہنمائی نہ ہونے کی صورت میں قاضی اپنی رائے سے فیصلہ کرے۔

6- جہاد

☆ جہاد سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور دشمنانِ دین کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا اور اس کے لیے جان و مال کی قربانی دینا۔

☆ جہاد کی مختلف صورتیں یہ ہیں: 1- دشمنانِ دین کے مقابلے میں جہاد کرنا۔ 2- شیطانی خیالات کے مقابلے میں جہاد کرنا۔ 3- نفسانی خواہشات کے روکنے میں جہاد کرنا۔

☆ جہاد تمام ارکانِ اسلام کی روح ہے۔ ارکان پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔ جہاد اس عمارت کی چھت اور حفاظت کے لیے ڈھال ہے۔

☆ جہاد کے بارے میں فرمانِ الٰہی ہے:

1- جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔ (البقرہ:154)

2- بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں۔ گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ (الصف:4)

3- اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ (الحج: 78)

4- بے شک اللہ نے مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ (التوبہ:111)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

1- مومن وہ ہے جس نے جہاد کیا یا اس کے دل میں جہاد کی تمنا موجود ہو۔ جس شخص نے نہ کبھی جہاد میں شرکت کی اور نہ اس کے دل میں جہاد کا شوق پیدا ہوا اور وہ اسی حالت میں مر گیا تو نفاق کی موت مرا۔

2- جہاد میں تمہاری شرکت اپنے اہل و عیال میں رہ کر ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

☆ جہاد بالنفس سے مراد جان سے جہاد کرنا ہے یعنی جان کی بازی لگا کر اللہ کے دین کی حفاظت کرنا۔

☆ جہاد بالمال سے مراد اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنا مال اللہ کی راہ میں دینا ہے۔

☆ جہاد کی اجازت کی صورتیں درج ذیل ہیں:

1- دشمن اسلامی ملک پر حملہ آور ہو۔ 2- دشمن بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرے۔

3- دشمن عہد توڑ کر غداری کرے۔ 4- فسادی اور خطرناک دشمن کی طرف سے حملے کا خطرہ ہو۔

5- دشمن اپنے ملک میں اہلِ اسلام کو ظلم و ستم کا نشانہ بنائے اور دینی پابندیاں عائد کرے۔

☆ جب اعلانِ جنگ ہو جائے تو ہر مسلمان عاقل، بالغ اور سرد پر جو محتاج اور بیمار نہ ہو جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

☆ مسلمانوں کے لیے حربی لائحہ عمل درج ذیل ہے:

1- جنگ سے پہلے مسلمانوں کو دشمن کے مقابلے کے لیے ہر وقت مکمل تیاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

2- جنگ کے دوران مندرجہ ذیل آداب سکھائے گئے ہیں:

(i) ثابت قدمی (ii) کثرتِ ذکرِ الٰہی (iii) اللہ اور رسول کی اطاعت

(iv) نزاع اور اختلاف سے پرہیز (v) صبر و شکر

(vi) تکبر، غرور اور ریاکاری سے پرہیز

7- اکلِ حلال

☆ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو جائز طریقے سے بروئے کار لا کر اپنی ضروریات کو پورا کرنا اور روزی کمانا اکلِ حلال کہلاتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

1- اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (البقرہ:168)

2- اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ (البقرہ:172)

3- اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ تجارت ہو جو تمہاری باہم رضامندی سے ہو۔ (النساء:25)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

1- حلال روزی کی تلاش عبادت کے بعد دوسرا فرض ہے۔ (الحدیث)

2- کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں ہوتا جو انسان اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھائے اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ (الحدیث)

3- جس بدن نے حرام مال سے پرورش پائی وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (الحدیث)

☆ روزی کمانے کے جائز ذرائع مندرجہ ذیل ہیں:

1- شکار 2- زراعت 3- صنعت و حرفت 4- تجارت 5- ملازمت

☆ روزی کمانے کے ناجائز ذرائع مندرجہ ذیل ہیں:

1- سود 2- جوا 3- رشوت 4- گداگری

5- سمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ اور ذخیرہ اندوزی 6- حرام اشیاء کی تجارت

8- عفت وحیا

☆ عفت کا معنی ہوتا ہے نفسانی خواہشات کو عقل و دین کے ماتحت رکھ کر قابو میں لانا اور روحانیت کو حیوانیت پر غلبہ دینا۔ حیا کا معنی ہوتا ہے ناجائز اور نامناسب کاموں سے جذبۂ خوف خدا کے تحت بچنا۔ گویا نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھنا عفت اور نازیبا کاموں سے گریز کرنا حیا کہلاتا ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

1- ہر دین کے لیے کچھ اخلاق ہیں اور اسلام کا اخلاق حیا ہے۔

2- جب تجھ میں حیا نہ ہے تو جو چاہے کر۔

3- حیا اور ایمان ساتھ ساتھ ہیں جب ایک اٹھ جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھ جاتا ہے۔

4- فحش جس چیز کے ساتھ لگتا ہے اسے عیب دار کر دیتا ہے اور حیا جس چیز کے ساتھ لگ جاتی ہے اسے زینت دے دیتی ہے۔

5- حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت سے ہے۔ فحش گوئی جفا سے ہے اور جفا دوزخ سے ہے۔

☆ جب انسان میں حیا کم ہو جائے یا ختم ہو جائے تو اس میں حیوانیت آ جاتی ہے۔ وہ ایک وحشی درندہ بن جاتا ہے۔ وہ ہر وقت اپنی خواہشات کے پیچھے بھاگتا ہے۔ ایسا آدمی دوسروں کی حق تلفی بھی کرتا ہے۔ اس کا دل رحم سے خالی ہو جاتا ہے۔ خود غرضی اور خود پرستی اس کا شیوہ بن جاتی ہے۔

☆ اوامر و نواہی کی پابندی کرنا۔ لوگوں کی ایذا رسانی سے باز رہنا۔ اپنے آپ سے حیا کرنا، حیا کے درجات ہیں۔

☆ نبی اکرم ﷺ کو فحش باتوں سے طبعاً نفرت تھی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ پردہ نشین با حیا عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ ایک روایت کے مطابق کسی نے کبھی حضور ﷺ کو شیر خوارگی اور بچپن میں بھی برہنہ نہ دیکھا۔

9- سماجی انصاف

☆ سماجی انصاف کا معنی ہے انسانی معاشرے میں مساوات۔

☆ سماجی انصاف کی تین اقسام ہیں۔

1- انسانی مساوات 2- قانونی مساوات 3- معاشی مساوات۔

☆ انسانی مساوات سے مراد یہ ہے کہ معاشرے کے تمام افراد بحیثیت انسان برابر ہیں۔ کسی کو خاندان، قبیلے، برادری، رنگ اور نسل کی بنیاد پر کوئی برتری حاصل نہیں۔

☆ قانونی مساوات میں امیر و غریب، افسر و ماتحت اور چھوٹے بڑے میں کوئی تمیز نہیں۔ آپؐ نے اپنے آپ کو بھی کبھی قانون سے بالا نہیں سمجھا۔

☆ معاشی مساوات کا مطلب ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کی بنیادی ضروریات پوری ہوں اور ہر ایک کو یکساں وسائل معاش اور روزی کمانے کے مواقع حاصل ہوں۔ کوئی شخص بنیادی ضرورتوں سے محروم نہ رہے اور ہر ایک کو اس کے کام اور صلاحیت کے مطابق معقول معاوضہ ملے۔

☆ اسلام اپنے معاشی نظام کی بنیاد مندرجہ ذیل حقائق پر رکھتا ہے۔

1- کائنات کی ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کے پاس دولت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔

2- کائنات کی تمام نعمتیں بنی نوع انسان کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔

3- اللہ تعالیٰ نے رزق کی فراخی اور تنگی انسان کی آزمائش کی خاطر رکھی ہے۔
4- امرا کو حکم دیا ہے کہ وہ مفلس اور محتاج لوگوں کا خیال رکھیں۔
5- جب دولت ایک حد سے بڑھ جائے تو افراد معاشرہ کو زکوۃ و عشر کا حکم دیتا ہے۔
6- وہ اشیا جن سے عام لوگوں کا مفاد وابستہ ہے وہ کسی فرد واحد کی ملکیت نہیں بلکہ سرکاری ملکیت ہوتی ہیں۔
7- حکومت کا فرض ہے کہ وہ ہر شخص کی بنیادی ضروریات پوری کرے۔
8- اسلام جائز ذرائع سے دولت کمانے پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا البتہ یہ حکم دیا ہے کہ دولت کو اچھے کاموں پر اللہ کی راہ میں بھی خرچ کیا جائے۔

10- فرض شناسی

☆ فرض کا پورا پورا احساس رکھنا فرض شناسی کہلاتا ہے۔
☆ فرائض کی تین اقسام ہیں: 1- حقوق اللہ 2- حقوق النفس 3- حقوق العباد
☆ حقوق اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں یعنی اسی کا حکم مانیں۔ اسی کے سامنے سر جھکائیں۔ اسی پر توکل کریں۔ صرف اسی کو پکاریں۔ حرام و حلال کی پابندی کریں۔
☆ حقوق النفس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی بھی صلاحیتیں عطا کی ہوئی ہیں ان کی حفاظت کی جائے۔ انسان اپنی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے اچھی خوراک کھائے۔ مناسب کپڑے پہنے اور معقول رہائش کا بندوبست کرے۔ ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے عزت نفس مجروح ہو۔
☆ حقوق العباد سے مراد بندوں کے حقوق ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے حقوق احسن طریقے سے سرانجام دے اور کسی کی حق تلفی نہ کرے۔

11- اسلامی عبادت کی امتیازی خصوصیات

☆ عبادت کا لفظ عبد سے بنا ہے۔ عبد کا معنیٰ ہے بندہ، عابد بندگی کرنے والا اور معبود وہ ہستی ہے جس کی بندگی کی جائے۔
☆ بندہ اپنے آقا اور معبود کی اطاعت میں جو کچھ کرتا ہے وہ عبادت ہے۔
☆ **اسلامی عبادات کی خصوصیات درج ذیل ہیں:**
1- اسلامی عبادات خالص ایک اللہ کے لیے ہوتی ہیں۔
2- اسلامی عبادات خارجی شرائط سے پاک ہوتی ہیں۔
3- اسلامی عبادات کو بغیر کسی واسطے کے براہ راست ادا کیا جاتا ہے۔
4- اسلامی عبادات اعتدال و میانہ روی کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔
5- اسلامی عبادات انسان کو مومن کامل اور مثالی انسان بنا دیتی ہیں جس سے بہترین معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

حل مشقی سوالات

(1) عقیدۂ توحید کی وضاحت کیجیے۔

جواب: دیکھیے سوال 1

(2) اطاعتِ رسول ﷺ اور اس کی اسلام میں اہمیت پر مختصر نوٹ لکھیے۔

جواب: دیکھیے سوال 3

(3) طہارت کی قسمیں بیان کریں اور ہر ایک کی وضاحت کریں۔

جواب: دیکھیے سوال 4

(4) اسلام میں علم حاصل کرنے کے لیے کیا ترغیبات دی گئی ہیں؟

جواب: دیکھیے سوال 5

(5) اسلامی معاشرے میں سماجی انصاف پر کیوں زور دیا گیا ہے۔ وضاحت کریں۔

جواب: دیکھیے سوال 18

(6) اسلامی عبادات کی امتیازی خصوصیات بیان کریں۔

جواب: دیکھیے سوال 24

(7) اکلِ حلال پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔

جواب: دیکھیے سوال 13

(8) انسانی کردار سازی میں عقیدۂ توحید کا کیا عمل دخل ہے؟ تفصیل سے لکھیں۔

جواب: دیکھیے سوال 2

(9) آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں بے حیائی کی مذمت کیجیے۔

جواب: دیکھیے سوال 17

(10) جہاد کی اقسام اور فضائل بیان کیجیے۔

جواب: دیکھیے سوال 10، 11

(11) حقوق کی اقسام پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔

جواب: دیکھیے سوال 21

معروضی سوالات

1- توحید

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 وحدانیت اللہ تعالیٰ کو مکمل طور پر ثابت کیا گیا ہے:
(A) سورۃ اخلاص میں (B) سورۃ الفلق میں (C) سورۃ الفاتحہ میں (D) سورۃ الناس میں

-2 سورۃ الاخلاص کا دوسرا نام ہے:
(A) سورۃ توحید (B) سورۃ احد (C) سورۃ نور (D) سورۃ اُم الکتاب

-3 سورۃ اخلاص میں جڑ کاٹ دی گئی ہے:
(A) رذائل اخلاق کی (B) دنیاوی جاہ و حشمت کی (C) نسلی تفاخرات کی (D) ہر قسم کے شرک کی

-4 نبی کریم ﷺ نے اپنی قوم کو مکہ مکرمہ میں صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر پہلا خطبہ دیا:
(A) توحید کے متعلق (B) آخرت کے متعلق (C) ایمان بالکتب کے متعلق (D) ایمان بالملائکہ کے متعلق

-5 نبی کریم ﷺ نے تمام نیکیوں کی جڑ قرار دیا:
(A) نماز کو (B) توحید کو (C) رسالت کو (D) آخرت کو

-6 دنیا میں جتنے پیغمبر آئے ان سب کو وحی کی گئی:
(A) رہبانیت کی (B) صلہ رحمی کی (C) خدائے واحد کی عبادت کی (D) صبر و تحمل کی

-7 ناقابل معافی جرم ہے:
(A) شرک (B) جھوٹ (C) بدعہدی (D) غیبت

-8 اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ظلم عظیم قرار دیا ہے:
(A) آخرت کے انکار کو (B) شرک کو (C) فرشتوں کے انکار کو (D) الہامی کتب کے انکار کو

-9 انسان میں عزت نفس اور خودداری پیدا ہوتی ہے:
(A) عقیدۂ توحید سے (B) عقیدۂ رسالت سے (C) عقیدۂ آخرت سے (D) ایمان بالکتب سے

-10 نسل انسانی کے درمیان مساوات اور برابری قائم کرتا ہے:
(A) عقیدۂ توحید (B) عقیدہ کفارہ (C) عقیدۂ تناسخ (D) عقیدۂ تثلیث

جوابات: -1 سورۃ اخلاص میں -2 سورۃ توحید -3 ہر قسم کے شرک کی -4 توحید کے متعلق -5 توحید کو
-6 خدائے واحد کی عبادت کی -7 شرک -8 شرک کو -9 عقیدۂ توحید سے -10 عقیدۂ توحید

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 توحید کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم تحریر کریں۔

جواب: توحید کا لغوی معنی ایک بنانا یا یکتا ثابت کرنا ہے۔ اصطلاحی معنی کے لحاظ سے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ

اپنی ذات، صفات اور افعال کے لحاظ سے یکتا ہے۔ کائنات میں اس کے علاوہ کوئی رب نہیں جو اس کے ساتھ ذات، صفات یا افعال میں شریک ہو۔

-2 توحید کے ضمن میں افعال کی وحدت سے کیا مراد ہے؟

جواب: افعال کی وحدت کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی تمام تدابیر صرف اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ جو کام وہ کر سکتا ہے دوسرا کوئی نہیں کر سکتا اور نہ اس کے معاملات میں دخل دے سکتا ہے۔

-3 قرآن حکیم کی جس سورۃ میں وحدانیت باری تعالیٰ کو مکمل طور پر ثابت کیا گیا ہے اس کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: قرآن پاک کی سورۂ اخلاص میں وحدانیت باری تعالیٰ کو مکمل طور پر ثابت کیا گیا ہے۔

اس سورۃ کا ترجمہ یہ ہے:

''کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر اور ثانی نہیں۔

-4 سورۂ اخلاص کی تیسری آیت میں یہود و نصاریٰ کے عقیدے کا بطلان کس طرح ثابت ہوا ہے؟

جواب: سورۂ اخلاص کی تیسری آیت میں اس بات کا اعلان ہوا کہ اللہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا، اس اعلان میں یہود و نصاریٰ کی سخت تردید ہوگئی جو اس قسم کے رشتے اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کیے ہوئے ہیں۔ اس طرح ان کے عقیدے کا بطلان ثابت ہوگیا۔

-5 يَآ اَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ ''اے لوگو! کہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ کامیابی اور فلاح پاؤ گے۔''

-6 شرک کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ کی ذات، صفات اور عبادات میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک کہلاتا ہے۔

-7 اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ بے شک اللہ یہ جرم نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ اور گناہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

-8 اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشرکوں کو نجس اور ناپاک کیوں قرار دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مشرکوں کو نجس اور ناپاک اس لیے قرار دیا ہے کہ شرک سے گندے خیالات اور ناپاک ارادے پیدا ہوتے ہیں۔

-9 قرآن مجید میں شرک کو ظلم عظیم کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: ظلم کسی چیز کے ناجائز استعمال کا دوسرا نام ہے۔ مشرک ہمیشہ اپنے تمام اعضا سے ان کی طبیعت اور فطرت کے خلاف کام لیتا ہے۔ انھیں اللہ کے سوا دوسروں کے آگے جھکاتا ہے۔ وہ ان سے اللہ کی مرضی کے مطابق کام نہیں لیتا۔ اس لیے خدا داد عطیات سے ناجائز کام لینے والا سب سے بڑا ظالم ہے۔

-10 مشرک کی بخشش کیوں نہیں ہوگی؟

جواب: مشرک اپنے محسن کے احسانات بھلا کر اس کی اطاعت سے منہ موڑنے والا اور اس کی دی ہوئی نعمتوں سے اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا سب سے بڑا باغی ہے اس لیے مشرک کی بخشش نہیں ہوگی۔

-11 عقیدۂ توحید انسان کو دیگر مخلوق سے کس طرح بے نیاز کرتا ہے؟

جواب: عقیدۂ توحید سے انسان میں عزتِ نفس اور خودداری پیدا ہوتی ہے۔ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس کا سر اللہ کے سوا دنیا

کی کسی مخلوق کے سامنے نہیں جھکتا۔

12- عقیدۂ توحید اختیار کرنے سے انسان میں کون سی صفات پیدا ہوتی ہیں؟

جواب: عقیدۂ توحید اختیار کرنے سے انسان میں صبر و قناعت، بلند ہمتی اور توکل کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ وہ مشکلات سے نہیں گھبراتا۔

(2) اطاعتِ رسول ﷺ اور اس کی اہمیت

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- رسول اکرم ﷺ پر ایمان ضروری ہے:
(A) دو حیثیتوں سے (B) تین حیثیتوں سے (C) چار حیثیتوں سے (D) پانچ حیثیتوں سے

2- اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں:
(A) حضرت نوحؑ (B) حضرت ابراہیمؑ (C) حضرت موسیٰؑ (D) حضرت محمد ﷺ

3- حضرت محمد ﷺ کی رسالت ہے:
(A) صرف حجاز کے لیے (B) صرف عرب کے لیے (C) صرف عجم کے لیے (D) تمام دنیا کے لیے

4- حضرت عائشہ صدیقہؓ نے قسم کھا کر کہا تھا کہ ناطق قرآن ہیں:
(A) حضرت محمد ﷺ (B) حضرت ابوبکر صدیقؓ (C) حضرت عمرؓ (D) حضرت علیؓ

5- اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کو قرار دیا ہے:
(A) فقہا کی اطاعت (B) اپنی اطاعت (C) سابقہ انبیا کی اطاعت (D) صحابہ کرام کی اطاعت

6- نبی کریم ﷺ کا ہر قول، ہر فعل اور ہر عمل ہوتا تھا:
(A) فرشتوں کی اجازت کے ساتھ (B) صحابہ کرامؓ کی خواہش کے مطابق
(C) اللہ کی اجازت کے ساتھ (D) آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق

7- میں تو صرف اس کا تابع ہوں جو مجھے وحی کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی یہ اعلان فرمایا!
(A) سورۂ بقرہ میں (B) سورۂ انعام میں (C) سورۂ نور میں (D) سورۂ محمد میں

8- اللہ تعالیٰ کی اطاعت ممکن نہیں:
(A) صحابۂ کرام کی اطاعت کے بغیر (B) ازواج مطہرات کی اطاعت کے بغیر
(C) رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر (D) فقہا و محدثین کی اطاعت کے بغیر

9- اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور محبت کا ذریعہ قرار دیا ہے:
(A) حضرت محمد ﷺ کی اتباع کو (B) فرشتوں کی اتباع کو (C) انبیا کی اتباع کو (D) فقہا کی اتباع کو

10- رسول اکرم ﷺ کے ارشادات دراصل تشریح ہیں:
(A) قرآن کے احکام کی (B) انبیا کے احکام کی (C) سابقہ کتب کے احکام کی (D) آپ ﷺ کے اعمال کی

جوابات: 1- تین حیثیتوں سے 2- حضرت محمد ﷺ 3- تمام دنیا کے لیے 4- حضرت محمد ﷺ
5- اپنی اطاعت 6- اللہ کی اجازت کے ساتھ 7- سورۂ انعام میں 8- رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر

9- حضرت محمد ﷺ کی اتباع کو 10- قرآن کے احکام کی

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- ہمارا نبی اکرم ﷺ پر ایمان کن حیثیتوں سے ہے؟

جواب: ہمارا نبی کریم ﷺ پر ایمان تین حیثیتوں سے ہے:

1- آپ ﷺ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ 2- آپ ﷺ کی ہدایت نہایت مکمل ہے۔ 3- آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔

2- آپ ﷺ کی اطاعت ہر ایک پر فرض کیوں ہے؟

جواب: آپ ﷺ کی اطاعت ہر ایک پر فرض ہے۔ یہ اس لیے کہ آپ ﷺ کی ذات اللہ تعالیٰ کو پہچاننے اور اس کی مرضی معلوم کرنے کا آخری ذریعہ ہے اور آپ ﷺ قیامت تک انسانوں کے لیے اللہ کے واحد پیغمبر ہیں۔

3- آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت کیوں نہیں رہتی؟

جواب: آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت اس لیے باقی نہیں رہتی کیونکہ آپ ﷺ نے جو پیغام (قرآن وسنت کی صورت میں) چھوڑا ہے وہ ایک تو نہایت محفوظ ہے اور دوسرے وہ نہایت مکمل ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے لیے اس میں رہنمائی موجود نہ ہو۔ تیسرے آپ ﷺ کی رسالت قیامت تک آنے والے انسانوں اور قوموں کے لیے ہے۔ چوتھے آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے پیغام کو انسانوں تک پہنچانے کے لیے امتِ مسلمہ کے علما کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔

4- حضرت عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ کو ناطق قرآن کیوں کہا؟

جواب: قرآن حکیم میں دنیا کی تمام مشکلات اور مصائب کا علاج موجود ہے۔ حضور ﷺ نے یہ سارے علاج اپنے عمل سے خوب آزمائے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا ہر عمل اور ہر فعل قرآنی احکام کے تابع ہے۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے اس لیے حضرت عائشہؓ نے قسم کھا کر کہا تھا کہ حضور ﷺ ناطق قرآن ہیں۔

5- وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: **ترجمہ:** ''جو کچھ تمہیں یہ رسول ﷺ دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ''

6- اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کیوں قرار دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور آپ ﷺ کی زندگی کو اہلِ ایمان کے لیے اسوۂ حسنہ بنایا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی زندگی خواہشاتِ نفسانی سے پاک ہے اور آپ ﷺ کا ہر قول، ہر فعل اور ہر عمل اللہ کی اجازت کے ساتھ ہوتا ہے۔

7- مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: **ترجمہ:** ''تمہارا صاحب (یعنی محمد ﷺ) نہ راہِ حق سے بھٹکا اور نہ غلط راستے پر چلا۔ وہ خواہشِ نفسانی سے باتیں نہیں کرتا بلکہ اس کی ہر بات وحی ہوتی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔''

8- آپ ﷺ کی اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیوں ممکن نہیں ہے؟

جواب: اللہ نے آپ ﷺ کو تا قیامت تمام انسانوں کے لیے زندگی کے ہر میدان میں عمدہ نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کی پیروی اور تقلید کو فلاحِ دارین کی خاطر لازم قرار دیا ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ذات ہی پوری انسانیت کے لیے اللہ کی طرف سے ہادی بن کر آئی ہے۔ آپ ﷺ ہی اللہ کی آخری کتاب (قرآن) کی عملی تفسیر ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت آپ ﷺ کی اطاعت کے بغیر ناممکن ہے۔

-9 لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبِعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ: "تم میں کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کی خواہشات اس شریعت کے تابع نہ ہوں جس کو میں لے کر آیا ہوں۔"

-10 اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ کس کی اطاعت امت پر واجب ٹھہرائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول ﷺ کی اطاعت امت پر واجب ٹھہرائی ہے کیونکہ قرآن حکیم کے احکام کی مکمل پیروی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انھیں رسول اکرم ﷺ کی سنت کی روشنی میں سمجھا نہ جائے۔

(3) طہارت و پاکیزگی

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 رسول اکرم ﷺ نے نصف ایمان قرار دیا ہے:
(A) پاکیزگی کو (B) صدق بیانی کو (C) عاجزی و انکساری کو (D) تہجد گزاری کو

-2 طہارت فکر سے مراد ہے:
(A) روحانی پاکیزگی (B) جسمانی پاکیزگی (C) اخلاق حسنہ سے اجتناب (D) گندے افکار سے پاک ہونا

-3 اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو نجس قرار دیا ہے:
(A) جسمانی نجاست کی وجہ سے (B) فکری نجاست کی وجہ سے
(C) فاسد تخیلات کی وجہ سے (D) برے اعمال کرنے کی وجہ سے

-4 جسم کی صفائی سے مسرت حاصل ہوتی ہے:
(A) روح کو (B) جسم کو (C) لوگوں کو (D) فکر کو

-5 اسلام نے نماز کی شرط قرار دیا ہے:
(A) غسل کو (B) وضو کو (C) تیمم کو (D) غسل اور وضو کو

-6 پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو اور غسل کی جگہ ہے:
(A) تیمم (B) زمین پر لیٹنا (C) بالوں کا خلال کرنا (D) زمین پر ہاتھ مارنا

-7 وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کا ترجمہ ہے:
(A) اپنے کپڑے پاک رکھیے (B) اپنے جسم کو پاک رکھیے (C) اپنے اخلاق کو پاک رکھیے (D) اپنی فکر کو پاک رکھیے

-8 اَلنَّظَافَةُ مِنَ الْاِيْمَانِ ہے:
(A) آیت مبارکہ (B) حدیث مبارکہ (C) قول صحابی (D) قول تابعی

-9 آپ ﷺ کے مقدس معمولات میں سے تھا:
(A) سیر کرنا (B) ورزش کرنا (C) مسواک کرنا اور خوشبو لگانا (D) روزانہ غسل کرنا

جوابات: -1 پاکیزگی کو -2 گندے افکار سے پاک ہونا -3 فکری نجاست کی وجہ سے -4 روح کو -5 وضو کو
-6 تیمم -7 اپنے کپڑے پاک رکھیے -8 حدیث مبارکہ -9 مسواک کرنا اور خوشبو لگانا

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 طہارت کے بارے میں حدیث مبارکہ تحریر کریں۔

جواب: نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ ترجمہ "پاکیزگی نصف ایمان ہے۔"

-2 طہارت کی اقسام کون کون سی ہیں؟

جواب: 1- طہارت فکر 2- طہارت اخلاق 3- طہارت جسم 4- طہارت لباس 5- طہارت مکان

-3 طہارت فکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: طہارت فکر سے مراد گندے افکار سے پاک ہونا ہے۔یعنی شرک،کفر،الحاد اور دہریت جیسے گندے افکار سے پاک ہونا۔اللہ تعالیٰ نے اسی فکری نجاست کی وجہ سے مشرکین کو ناپاک قرار دیا ہے۔

-4 اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ یقیناً مشرکین ناپاک ہیں۔

-5 طہارت اخلاق سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اخلاق سیئہ سے اجتناب ہے یعنی ہر اس بری عادت کو چھوڑ دینا جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں،طہارت اخلاق کہلاتا ہے۔جھوٹ،غیبت،حسد،بہتان،چغل خوری،ریاکاری،خود غرضی اور ظلم جیسی غلاظتوں سے پاک ہونا طہارت اخلاق ہے۔

-6 اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر عبادت کے وقت طہارت جسم حاصل کرنے کا حکم کیوں دیا ہے؟

جواب: اللہ کی ذات سب سے پاک ہے اس لیے اس کی عبادت کے وقت ہر قسم کی نجاست سے جسم کا پاک ہونا اشد ضروری ہے اور وضو کو نماز کی شرط بنادیا گیا ہے۔وضو سے جہاں ایک طرف جسم کی ظاہری غلاظت دور ہوتی ہے وہاں روحانی طور پر ایک مسرت حاصل ہوتی ہے۔

-7 پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو اور غسل کی جگہ تیمم کے حکم میں کیا حکمت ہے؟

جواب: پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو اور غسل کی جگہ تیمم رکھا گیا ہے تاکہ پانی کی جگہ مٹی سے ایک گونہ طہارت حاصل کر کے اطمینان حاصل کیا جاسکے اور اپنے آپ کو اس قابل بنایا جاسکے کہ خدائے پاک کی عبادت کی جاسکے۔

-8 طہارت لباس سے کیا مراد ہے؟

جواب: طہارت لباس سے مراد لباس کا ہر قسم کی غلاظت سے پاک ہونا ہے۔

-9 طہارت لباس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا کیا معمول تھا؟

جواب: نبی کریم ﷺ کو صفائی اور پاکیزگی انتہائی پسند تھی۔آپ ﷺ کا لباس اگرچہ سادہ اور پیوند دار ہوتا تھا مگر صاف ستھرا اور پاک ضرور ہوتا تھا۔آپ ﷺ اپنے صحابہؓ کو بھی پاک اور صاف لباس پہننے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

-10 جب ایک مالدار صحابیؓ گندے کپڑے پہن کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے کہ اپنے بندے پر اپنی دی ہوئی نعمت کا اثر دیکھے۔جب اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل کیا ہے تو اچھے کپڑے پہن لیا کرو تاکہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کا اظہار ہو جائے۔

-11 طہارت مکان سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد جگہ کی صفائی ہے۔یہ ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے مثلاً نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا،گھر اور محلہ کا صاف ہونا اسی طرح گاؤں،شہر اور ملک کی صفائی وغیرہ۔

12- إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ "بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور ہر قسم کی طہارت کا اہتمام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

(4) علم کی ترغیب

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- نبی کریم ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں ترغیب دی گئی:
(A) رزق حلال کمانے کی (B) عدل کی (C) علم حاصل کرنے کی (D) اخلاق حسنہ کی

2- پہلی وحی میں آیات نازل ہوئیں:
(A) سورۃ الفاتحہ کی (B) سورۃ الناس کی (C) سورۃ الفلق کی (D) سورۃ العلق کی

3- قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں ہیں:
(A) شہید اور غازی (B) جاہل اور عالم (C) امیر اور غریب (D) باعمل اور بے عمل

4- نبی کریم ﷺ نے عابدوں کی مجلس پر ترجیح دی:
(A) علما کی محفل کو (B) ذاکرین کی محفل کو (C) صائمین کی محفل کو (D) حجاج کی محفل کو

5- علم میں مصروف رہنا تسبیح اور بحث و مباحثہ کرنا ہے:
(A) جہاد (B) صدقہ (C) عبادت (D) نیکی

6- حدیث شریف میں ہے کہ علم سکھانا ہے:
(A) صدقہ (B) عبادت (C) نیکی (D) جہاد

7- علم میں غور و خوض کرنا برابر ہے:
(A) نماز کے (B) روزے کے (C) حج کے (D) جہاد کے

8- علم میں مشغول رہنا برابر ہے:
(A) تلاوت کے (B) نوافل کی ادائیگی کے (C) جہاد کے (D) حج کے

9- نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق علم حقیقت میں ہیں:
(A) دو (B) تین (C) چار (D) پانچ

10- حضرت ادریس علیہ السلام کا پیشہ تھا:
(A) بزازی (B) خیاطی (C) نجاری (D) تجارت

11- حضرت نوحؑ کا پیشہ تھا:
(A) کھیتی باڑی (B) بزازی (C) تجارت (D) نجاری

12- اہل یورپ اپنی جہالت دور کرنے کے لیے رخ کرتے تھے:
(A) اندلس کا (B) مصر کا (C) عراق کا (D) [illegible] کا

جوابات: 1- علم حاصل کرنے کی 2- سورۃ العلق کی 3- جاہل اور عالم 4- علما کی محفل کو 5- جہاد 6- صدقہ

7- روزے کے 8- تلاوت کے 9- دو 10- خیالی 11- تجارتی 12- اندلس کا

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے؟

جواب: انسان باقی مخلوقات سے اس لیے افضل و اشرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل سے نوازا ہے اور سب سے زیادہ علم دیا ہے۔ اس علم کی بنا پر ہی فرشتوں کو حضرت آدمؑ کے آگے جھکنا پڑا اور اسی کے ذریعے ساری کائنات انسان کے لیے مطیع و مسخر ہو کر رہ گئی۔

2- نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی کون سی نازل ہوئی؟

جواب: نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی علم کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑا احسان یہی جتایا ہے کہ اس نے انسان کو قلم کے ذریعے بہت سارے علوم و فنون کی تعلیم دی۔

3- اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ O کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: **ترجمہ:** "اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔"

4- يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۔ کا ترجمہ کریں۔

جواب: **ترجمہ:** "اللہ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔"

5- علم میں اضافے کی دعا عربی متن کے ساتھ تحریر کریں۔

جواب: ارشادِ ربانی ہے۔ قُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا ۔ کہو اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

6- ایک مسلمان کو کن علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے؟

جواب: ایک مسلمان کو تین قسم کے علوم حاصل کرنا ضروری ہیں۔

1- دین کا علم 2- طب کا علم 3- معیشت کا علم

7- اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ ، عِلْمُ الْاَدْيَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: **ترجمہ:** یعنی علم حقیقت میں دو ہیں، دین کا علم اور طب کا علم۔

8- علم طب سے کیا مراد ہے؟

جواب: علم طب سے مراد یہ ہے کہ صحت کے اصول اور قواعد سے واقفیت ہو۔

9- علم معیشت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ علم ہے جس پر معاش کا دارومدار ہے اور اس علم سے ہماری مراد عام ہے خواہ وہ علم متعارف یا کوئی پیشہ یا ہنر ہو کیونکہ دنیا میں جس قدر پیشے یا ہنر ہیں وہ سب علم ہی ہیں۔

10- علم کے حصول کے سلسلے میں اسلام اپنے ماننے والوں کو کیا حکم دیتا ہے؟

جواب: اسلام اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ علم کی تلاش میں نکلو اور حکمت کے موتی جہاں کہیں بھی ملیں انھیں حاصل کرو۔

11- جب اہلِ یونان علمی میدان میں فائق تھے ان کی کیا حالت تھی؟

جواب: جب اہلِ یونان علمی میدان میں فائق تھے تو ان کا سکندر مشرق و مغرب میں اپنی عظمت کا جھنڈا گاڑ رہا تھا اور دنیا کی کوئی قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

-12 ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ کس طرح حاصل کر سکتے ہیں؟

جواب: اگر ہمیں اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنا ہے تو علمی اور عملی میدان میں آگے بڑھنا ہوگا ورنہ ترقی یافتہ اقوام کی غلامی اور سامراج سے نجات پانا مشکل ہے۔ اللہ بھی ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

(5) عدل

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 عدل کی ضد ہے:

(A) ظلم (B) تکبر (C) فخر (D) مساوات

-2 افراد معاشرہ کی باہمی کشمکش کو ختم کیا جا سکتا ہے:

(A) طاقت کے ذریعے (B) عدل کے ذریعے (C) سزاؤں کے ذریعے (D) قوانین کے ذریعے

-3 مقدمات کے صحیح فیصلے نہیں ہو سکتے:

(A) سچی شہادت کے بغیر (B) عدالتوں کے بغیر (C) وکلا کے بغیر (D) قاضیوں کے بغیر

-4 عدالتوں میں بے انصافی یا گواہی میں غلط بیانی کرنے کے اسباب ہیں:

(A) دو (B) تین (C) چار (D) پانچ

-5 عدالتی نظام کی کامیابی کا انحصار ہے:

(A) عادل قاضی اور سچے گواہوں پر (B) وکلا کی بحث پر (C) عدم سیاسی دباؤ پر (D) قاضی کی اچھی تنخواہ پر

-6 جس مقدمے میں آپ ﷺ نے انصاری مسلمان کے خلاف فیصلہ دیا اس میں اس کا جھگڑا ہوا

(A) یہودی کے ساتھ (B) عیسائی کے ساتھ (C) مجوسی کے ساتھ (D) کافر کے ساتھ

-7 قریشی خاتون کی سفارش کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا گیا:

(A) حضرت اسامہ بن زیدؓ کو (B) حضرت زید بن حارثؓ کو
(C) حضرت زید بن ثابتؓ کو۔ (D) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو

-8 ایک دفعہ حضرت علی قاضی کی عدالت میں پیش ہوئے تو انھوں نے آپؓ کو پکارا:

(A) رئیس المسلمین کہہ کر (B) خلیفۃ المسلمین کہہ کر (C) امیر المسلمین کہہ کر (D) ابوتراب کہہ کر

-9 اپنے بیٹے کو شرعی سزا دے کر عدل و انصاف کا بول بالا کیا:

(A) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے (B) حضرت عمرؓ نے (C) حضرت عثمانؓ نے (D) حضرت علیؓ نے

-10 نبی کریم ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ قاضی فریقین کے درمیان فیصلہ نہ کرے

(A) ناپاکی کی حالت میں (B) پریشانی کی حالت میں (C) خوشی کی حالت میں (D) غصہ کی حالت میں

-11 ثبوت مدعی کے ذمے ہے۔ بصورت عدم شہادت قسم لی جائے گی:

(A) مدعی سے (B) مدعی علیہ سے (C) مدعی کے والد سے (D) مدعی علیہ کے والد سے

جوابات: -1 ظلم -2 عدل کے ذریعے -3 سچی شہادت کے بغیر -4 دو

5- عادل قاضی اور سچے گواہوں پر 6- یہودی کے ساتھ 7- حضرت اسامہ بن زیدؓ کو 8- ابو تراب کہہ کر
9- حضرت عمرؓ نے 10- غصہ کی حالت میں 11- مدعی علیہ سے

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- عدل کا مفہوم تحریر کریں۔

جواب: عدل کا معنی مساوی بدلہ، افراط اور تفریط کے درمیان راستہ اور حق وانصاف ہے۔ عدل کی ضد ظلم ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے مناسب مقام میں نہ رکھنا یا بدلہ دینے میں کمی بیشی کرنا۔ گویا ہر اچھے اور برے کام کا پورا پورا بدلہ دینا عدل کہلاتا ہے اور اس میں کمی بیشی کرنا ظلم ہے۔

2- عدل کی اہمیت تحریر کریں۔

جواب: عدل وانصاف کے بغیر مثالی معاشرہ قائم نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں ظلم، فساد اور بے چینی پیدا کرتا ہے وہاں عدل امن، اطمینان اور ترقی کا ضامن ہے۔ عدل ہی پر دنیا کی ترقی اور خوشحالی کا دارومدار ہے اور دنیا کی کوئی قوم اس کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں کرسکتی۔

3- اسلامی تعلیمات میں عدل کو نمایاں مقام کیوں حاصل ہے؟

جواب: اسلامی تعلیمات میں عدل کو نمایاں مقام حاصل ہے کیونکہ عدل وانصاف کے ذریعے انسان اس زندگی میں جنت کی جھلک دیکھ سکتا ہے اور مثالی معاشرہ قائم ہوسکتا ہے جو اسلام کے اولین مقاصد میں سے ہے۔ اسلامی تعلیمات میں عدل کو اس لیے بھی بلند مقام حاصل ہے کہ یہ امن کے قیام کا ضامن ہے۔

4- اسلام نے سچی شہادت پر زور کیوں دیا ہے؟

جواب: چونکہ مقدمات کے صحیح فیصلے سچی شہادت کے بغیر نہیں ہو سکتے اس لیے اسلام جہاں عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے وہاں سچی شہادت دینے کو بھی لازم قرار دیتا ہے۔

5- عدالتوں میں بے انصافی یا گواہی میں غلط بیانی کے کون سے اسباب ہوتے ہیں؟

جواب: عدالتوں میں بے انصافی یا گواہی میں غلط بیانی کے دو اسباب ہوتے ہیں:

1- ہم کسی رشتہ داری کی بنا پر سچی گواہی دینے اور حق کا فیصلہ کرنے کی ہمت نہیں کرتے۔
2- کسی کی عداوت ہمیں غلط بیانی، ظلم یا ناانصافی پر مجبور کرتی ہے۔

6- فیصلہ کرتے وقت کس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے؟

جواب: فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہیے کہ بڑی سے بڑی محبت اور شدید سے شدید عداوت اس کے دونوں پلڑوں میں سے کسی کو جھکا نہ سکے۔

7- حضرت اسامہ بن زیدؓ نے جب نبی اکرم ﷺ سے قریشی عورت کی سزا معاف کرنے کی بات کی تو آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟

جواب: حضرت اسامہ بن زیدؓ نے جب نبی اکرم ﷺ سے قریشی عورت کی سزا معاف کرنے کی بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا "پہلی قومیں اسی طرح تباہ ہوئیں کہ جب کوئی غریب جرم کرتا تھا تو اسے قانون کے مطابق سزا دی جاتی تھی اور جب کوئی بااثر آدمی جرم کا ارتکاب کرتا تو اس کی خاطر قانون کی تاویلیں کر کے اسے بچایا جاتا تھا۔

8- قانون کی پابندی کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا کیا رویہ تھا؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے اپنے آپ کو کبھی بھی قانون سے بالاتر نہیں سمجھا۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو بھی قصاص کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ ﷺ کا دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آیا تو صحابہؓ کو پکار کر کہا کہ جس

کسی نے مجھ سے بدلہ لینا ہے لے لے میں حاضر ہوں۔

9- أُمِرْتُ أَنْ أَحْكُمَ بِالظَّاهِرِ، وَاللّٰهُ يَتَوَلَّى السَّرَآئِرَ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ظاہر کے مطابق فیصلہ کروں اور اللہ دلوں کے بھیدوں کا مالک ہے۔

10- عدالتی کارروائی کے دوران نگاہ اور کلام میں مساوات رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ عدالتی کارروائی کے کسی مرحلے پر بھی قاضی کو کسی ایک فریق کی طرف جھکاؤ کی قطعاً اجازت نہیں۔ قاضی کو چاہیے کہ دیکھنے اور بات کرنے میں بھی فریقین کے درمیان مکمل مساوات برتے۔

11- سَوِّبَيْنَ الْخَصْمَيْنِ فِي لَحْظِكَ وَلَفْظِكَ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ: نگاہ اور کلام میں بھی فریقین کے مابین مساوات قائم رکھیے۔

12- غصہ کی حالت میں قاضی کو فیصلہ کرنے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟

جواب: فیصلہ کے وقت قاضی کو ہر قسم کے ذہنی کھچاؤ یا غیظ و غضب سے آزاد ہونا چاہیے بصورت دیگر قاضی ذاتی جذبات سے مغلوب ہو کر مجرم کو اس کے جرم سے بڑھ کر سزا دے بیٹھے گا اور انصاف نہ کر سکے گا۔

13- اگر جرم کے خلاف شہادتیں کمزور ہوں تو قاضی کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: مجرم کو ثبوت جرم پر سزا دی جائے۔ اگر اس کے خلاف شہادتیں کمزور ہوں جس سے اس کا جرم مشتبہ ہو جائے تو اسے شک کا فائدہ دیا جائے۔

14- اگر مقدمے کا حل قرآن و سنت میں موجود نہ ہو تو قاضی کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اگر مقدمے کا حل قرآن و سنت میں موجود نہ ہو تو اس کے مشابہ فیصلے سامنے رکھ کر قیاس کر لیا جائے۔ ایسی صورت میں جب کہ کسی مقدمے کا صریح فیصلہ قرآن و حدیث میں نہ ملتا ہو تو قاضی کو قیاس کر کے اپنی رائے پر انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کی اجازت ہے۔

(6) جہاد

ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- جہاد لفظ ہے:

(A) عربی زبان کا (B) فارسی زبان کا (C) اردو زبان کا (D) لاطینی زبان کا

2- جہاد کی صورتیں ہیں:

(A) دو (B) تین (C) چار (D) پانچ

3- اسلام کے بنیادی ارکان کی روح ہے:

(A) جہاد (B) کلمہ (C) نماز (D) زکوۃ

4- عربی زبان میں رکن کہتے ہیں:

(A) چھت کو (B) ستون کو (C) عمارت کو (D) فرش کو

5- نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نہ کبھی جہاد میں شرکت کی اور نہ اس کے دل میں جہاد کا شوق پیدا ہوا اور وہ اسی حالت میں مر گیا تو وہ مرا:

(A) نفاق کی موت (B) کفر کی موت (C) یہودیت کی موت (D) عیسائیت کی موت

6- آپ ﷺ نے فرمایا جہاد میں تمہاری شرکت افضل ہے اپنے اہل و عیال میں رہ کر عبادت کرنے سے

(A) چالیس سال (B) پچاس سال (C) ساٹھ سال (D) ستر سال

7- جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارے گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ یہ ہے

(A) قرآنی آیت (B) حدیث مبارکہ (C) قولِ صحابی (D) قولِ تابعی

8- جہاد کی قسمیں ہیں:

(A) دو (B) تین (C) چار (D) پانچ

9- جان سے جہاد کرنے والوں کو حالات پیش آتے ہیں:

(A) دو قسم کے (B) تین قسم کے (C) چار قسم کے (D) پانچ قسم کے

10- اللہ تعالیٰ نے جنگ سے قبل دشمن کے مقابلے میں افرادی قوت اور گھوڑے تیار رکھنے کا حکم دیا ہے:

(A) سورہ انفال میں (B) سورہ توبہ میں (C) سورہ محمد میں (D) سورہ بقرہ میں

11- دورانِ جنگ مسلمانوں کی کامرانی کے لیے رہنما اصول بیان ہوئے ہیں سورہ انفال کی آیات:

(A) 45 تا 47 میں (B) 49 تا 51 میں (C) 53 تا 55 میں (D) 57 تا 60 میں

12- سورہ انفال کی آیات 45 تا 47 میں جہاد کے رہنما اصول بیان کیے گئے ہیں:

(A) چار (B) پانچ (C) چھے (D) سات

جوابات: 1- عربی زبان کا 2- تین 3- جہاد 4- ستون کو 5- نفاق کی موت 6- ساٹھ سال
7- قرآنی آیت 8- دو 9- دو قسم کے 10- سورہ انفال میں 11- 45 تا 47 میں 12- چھے

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- جہاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں۔

جواب: جہاد عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے کسی کام کے لیے کوشش کرنا۔ اصطلاحِ شریعت میں اللہ کے دین کا بول بالا کرنے اور دشمنانِ دین کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے اور جان و مال کی قربانی دینے کا نام جہاد ہے۔

2- جہاد کی مختلف صورتیں تحریر کریں۔

جواب: جہاد کی تین صورتیں ہیں۔

1- دشمنانِ دین کے مقابلے میں جہاد 2- شیطانی خیالات کے مقابلے میں جہاد 3- نفس کی غلط خواہشات کو روکنے میں جہاد

3- جہاد کی آخری منزل کون سی ہے؟

جواب: اللہ کی راہ میں کفار اور مشرکین سے جنگ کرنا اور جان کی بازی لگا کر اسلام کی سربلندی کے لیے کوشش کرنا جہاد کی آخری منزل ہے۔ قرآن حکیم میں جہاد کی اس قسم کو قتال فی سبیل اللہ کہا گیا ہے۔

4- اللہ کے ہاں شہید کا کیا مقام ہے؟

جواب: اللہ کے ہاں شہید کا مقام بہت بلند ہے۔ اسے مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی عارضی زندگی کے بدلے میں دائمی زندگی سے نوازتا ہے۔

5- اسلام میں جہاد کو کیا اہمیت حاصل ہے؟

جواب: جہاد بظاہر اسلام کے بنیادی ارکان میں شامل نہیں ہے لیکن حقیقتاً ان سب کی روح جہاد ہے۔ کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اسلام کے

ارکان ہیں جن پر اسلامی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ جہاد اس عمارت کی چھت اور اس کی حفاظت کے لیے ڈھال ہے۔ اگر جہاد نہ ہو تو نہ دین باقی رہتا ہے اور نہ دین کے ارکان۔

6- جہاد کی فضیلت پر دو احادیث لکھیں۔

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کبھی جہاد میں شرکت نہ کی اور نہ اس کے دل میں جہاد کا شوق پیدا ہوا اور وہ اسی حالت میں مر گیا تو وہ نفاق کی موت مرا۔ آپ ﷺ نے ایک اور مقام پر فرمایا۔'' جہاد میں تمہاری شرکت اپنے اہل و عیال میں رہ کر ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔''

7- شہید کی فضیلت میں قرآن پاک کی آیت کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ارشادِ ربانی ہے۔''جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارے گئے انھیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں مگر تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے''۔

8- جہاد بالنفس سے کیا مراد ہے؟

جواب: جہاد بالنفس سے مراد جان سے جہاد کرنا ہے۔ جب دشمن اہلِ اسلام کو مقابلے کے لیے للکارے اور اہل اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کرے، تو ایسی صورت میں جان کی بازی لگا کر دین اور اپنی حفاظت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

9- جہاد بالمال سے کیا مراد ہے؟

جواب: جہاد بالمال سے مراد دین اسلام کی سربلندی کے لیے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ دنیا کا کوئی کام پیسے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اسلام جس کا مشن پوری دنیا میں اللہ کا نام بلند کرنا اور امن قائم کرنا ہے تو یہ جانی اور مالی قربانی کے بغیر کیسے چل سکتا ہے۔

10- قتال فی سبیل اللہ کی اجازت کی دو صورتیں تحریر کریں۔

جواب: 1- دشمن اسلامی ملک پر حملہ آور ہو۔ 2- دشمن مسلمانوں کو بے گناہ قتل کرے۔

11- جنگ میں شریک ہونا کب واجب ہے؟

جواب: جب اعلانِ جنگ ہو جائے تو ہر مسلمان مرد، عاقل بالغ پر جو محتاج اور بیمار نہ ہو جنگ میں شریک ہونا واجب ہو جاتا ہے۔

12- جنگ کے سلسلے میں اسلام نے مسلمانوں کو کیا لائحہ عمل دیا ہے؟

جواب: اسلام نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جنگ سے پہلے ہی اپنے آپ کو دشمن سے مقابلے کے لیے تیار رکھیں اور حتی المقدور سامان جنگ جمع کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

13- سورۂ انفال کی آیت نمبر 45 تا 47 میں مجاہدین کو کیا دستور العمل دیا گیا ہے؟

جواب: مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے:

1- ثابت قدمی اختیار کریں۔ 2- کثرت سے اللہ کا ذکر کریں 3- اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں
4- نزاع اور اختلاف سے اجتناب کریں۔ 5- صبر کریں 6- تکبر، غرور اور ریاکاری سے اجتناب کریں

(7) اکلِ حلال

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جانور حرام ٹھہرائے ہیں:

(A) خنزیر، کتا، گدھا (B) بھیڑ، بھینس، چڑیا (C) بکری، مرغی، بٹیر (D) مینڈھا، خرگوش اور تیتر

-2 انسان کے لیے روزی کمانے کا جائز ذریعہ ہے:

(A) شکار (B) گداگری (C) رشوت (D) سمگلنگ

-3 عشر نکالا جاتا ہے:

(A) مال تجارت میں سے (B) نقدی میں سے (C) زرعی پیداوار میں سے (D) سونے چاندی میں سے

-4 بعثت سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے روزگار کا ذریعہ بنایا:

(A) ملازمت کو (B) تجارت کو (C) زراعت کو (D) صنعت وحرفت کو

-5 روزی کمانے کا ناجائز ذریعہ ہے:

(A) تجارت (B) ملازمت (C) صنعت وحرفت (D) سود

-6 سود روزی کمانے کا جائز ذریعہ ہے:

(A) سرمایہ دارانہ نظام میں (B) اشتراکیت میں (C) فاشزم میں (D) اسلام میں

-7 دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے یہ ہے:

(A) آیت مبارکہ (B) حدیث مبارکہ (C) قول صحابی (D) قول تابعی

-8 روزی کمانے کا ناجائز ذریعہ ہے:

(A) سمگلنگ (B) تجارت (C) زراعت (D) صنعت وحرفت

-9 حرام اشیا کی تجارت سے کمائی ہوئی دولت کو اسلام قرار دیتا ہے:

(A) جائز (B) مکروہ (C) مباح (D) ناجائز

جوابات: -1 خنزیر، کتا، گدھا -2 شکار -3 زرعی پیداوار میں سے -4 تجارت کو -5 سود
-6 سرمایہ دارانہ نظام میں -7 حدیث مبارکہ -8 سمگلنگ -9 ناجائز

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ O کا ترجمہ کریں۔

جواب: ترجمہ: ''اور بے شک ہم نے تمھیں زمین میں بسایا اور اس میں تمہارے لیے روزی کا سامان پیدا کیا تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو''۔

-2 اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو انسان کے لیے حرام کیوں ٹھہرایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو انسان کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی نشوونما کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر حرام قرار دیا۔ اس سلسلے میں خنزیر، کتا، گدھا، شکار کرنے والے پرندے اور درندے وغیرہ انسان کے لیے حرام ٹھہرائے۔

-3 اکل حلال کی اہمیت پر حدیث مبارکہ لکھیں۔

جواب: طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ O

ترجمہ: ''حلال روزی کی تلاش عبادت کے بعد دوسرا فرض ہے''۔

-4 بعض حلال چیزیں بھی انسان کے لیے حرام کس طرح بن جاتی ہیں؟

جواب: حلال چیزیں اگر ناجائز ذرائع سے حاصل کی جائیں تو انسان کے لیے حرام بن جاتی ہیں اس لیے انسان کو چاہیے کہ روزی کمانے کا وہ ذریعہ اختیار کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے۔

-5 روزی کمانے کے جائز ذرائع کون سے ہیں؟

جواب: شکار، زراعت، صنعت و حرفت، تجارت اور ملازمت روزی کمانے کے جائز ذرائع ہیں۔

-6 شکار کو روزی کمانے کا جائز ذریعہ کیوں قرار دیا گیا؟

جواب: شکار کے ذریعے انسان جو جانور یا پرندے اپنے قبضے میں لاتا ہے اس میں اس کی محنت کو دخل ہوتا ہے۔ اس لیے جب کوئی شخص ایسی چیز جو نوع انسانی کی خاطر بنائی گئی ہو، اپنی ذاتی محنت اور کوشش سے اپنے قبضے میں لاتا ہے تو وہ چیز اس شخص کی ملکیت بن جاتی ہے اور اس کا استعمال اس کے لیے جائز ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کے عمل سے معاشرے کو نقصان نہ پہنچے۔

-7 کوئی بھی پیشہ اختیار کرتے وقت کس بات کو مد نظر رکھنا چاہیے؟

جواب: پیشہ اختیار کرتے وقت یہ دیکھ لیا جائے کہ وہ شریعت میں جائز ہو۔ بعض پیشے معاشرے کی بھلائی کی خاطر ناجائز قرار دیے گئے ہیں۔ اس لیے کوئی بھی پیشہ اختیار کرتے وقت اسلامی تعلیمات کو پیش نظر رکھا جائے۔

-8 نبی اکرم ﷺ نے امانت دار تاجر کی کیا فضیلت بیان کی ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّاجِرُ الْاَمِيْنُ الصَّدُوْقُ الْمُسْلِمُ مَعَ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط

ترجمہ: ایک سچا، امانت دار مسلمان تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔

-9 روزی کمانے کے ناجائز ذرائع کون کون سے ہیں؟

جواب: سود، جوا، رشوت، گداگری، سمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ، ذخیرہ اندوزی اور حرام اشیا کی تجارت روزی کمانے کے ناجائز ذرائع ہیں۔

-10 جوئے کی حرمت کی حکمت تحریر کریں۔

جواب: اسلام میں جوئے کو اس لیے حرام قرار دیا گیا ہے کہ اس کا دار و مدار محنت کی جگہ محض اتفاق پر ہے۔ اس کے علاوہ اس سے ایک دوسرے کے خلاف بغض، نفرت اور دشمنی کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ جوئے میں جو ہارتا ہے وہ جیتنے والے کے خلاف برے جذبات رکھتا ہے اور جو جیتتا ہے وہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ رقم میری نہیں ہے شاید کل کسی اور کے حصے میں چلی جائے گی۔ اس طرح وہ پوری زندگی پریشان رہتا ہے۔

-11 رشوت سے کیا مراد ہے؟

جواب: رشوت سے مراد وہ رقم یا چیز ہے جو آپ کسی سے اس کا جائز کام کرنے کے صلے میں یا ناجائز کام کرنے کے بدلے میں حاصل کرتے ہیں۔

-12 اسلام رشوت لینے اور دینے کو حرام کیوں قرار دیتا ہے؟

جواب: جائز کام کرنا واجب ہے، اس پر صلہ لینا حرام ہے اور ناجائز کام کرنا بھی حرام ہے۔ اس پر معاوضہ لینا اور بھی حرام ہے۔ اس لیے اسلام رشوت دینے یا لینے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا اور اس ذریعے سے کمائی ہوئی روزی کو حرام قرار دیتا ہے۔

-13 سمگلنگ کیوں حرام ہے؟

جواب: تجارت کے سلسلے میں بعض صورتیں جن میں مکر و فریب، حق تلفی اور ناجائز منافع خوری شامل ہو، اسلام میں حرام ہیں۔ ان میں سے ایک سمگلنگ بھی ہے۔ سمگلنگ میں انسان اپنے ملک کا مال جس کی اہل وطن کو ضرورت ہوتی ہے، خفیہ ذرائع سے ناجائز دولت کے حصول کی خاطر اپنی روزی کا ذریعہ بنا لیتا ہے۔ سمگلر ایک غدار وطن ہے اور ایسی روزی جس میں وطن کے ساتھ غداری ہو اسلام میں کیسے حلال ہو سکتی ہے؟

(8) عفت وحیا

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 اسلامی اخلاق کی فہرست میں روحِ رواں اور جان کی حیثیت حاصل ہے:

(A) سچ کو (B) عدل کو (C) عفت وحیا کو (D) ایفائے عہد کو

-2 نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ہر دین کے لیے کچھ اخلاق ہیں اور اسلام کا اخلاق ہے":

(A) حیا (B) انصاف (C) سچ بولنا (D) ایفائے عہد

-3 بلا جھجک حقیر چیزوں میں پڑ جانا اور صغیرہ گناہوں کی پروا نہ کرنا عام طور پر ہوتا ہے:

(A) مال ودولت کی کمی سے (B) حیا کے فقدان سے (C) رذائلِ اخلاق سے (D) احساسِ ذمہ داری کی کمی سے

-4 انسان جب اپنی حیا گم کردیتا ہے تو وہ ہو جاتا ہے:

(A) پاگل انسان کی مانند (B) وحشی درندے کی مانند (C) پاگل کتے کی مانند (D) بھوکے شیر کی مانند

-5 بعض حکماء نے حیا کے مراتب لکھے ہیں:

(A) دو (B) تین (C) چار (D) پانچ

-6 ہر عمل میں عنصر شامل ہوتا ہے:

(A) خلوص کا (B) حیا کا (C) احسان کا (D) عدل کا

-7 نبی کریم ﷺ نے فرمایا فحش جس چیز کے ساتھ لگتا ہے اسے

(A) ختم کردیتا ہے (B) عیب دار کردیتا ہے (C) آلودہ کردیتا ہے (D) برباد کردیتا ہے

-8 حدیث شریف میں آتا ہے جن سے سیکھو ان کے ساتھ پیش آؤ:

(A) تواضع سے (B) سختی سے (C) ادب سے (D) جھک کر

-9 "اللہ سے پوری پوری حیا رکھو"۔ یہ بات ارشاد فرمائی:

(A) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے (B) حضرت ابو ہریرہؓ نے (C) حضرت عمرؓ نے (D) حضرت محمد ﷺ نے

جوابات: -1 عفت وحیا کو -2 حیا -3 حیا کے فقدان سے -4 وحشی درندے کی مانند -5 تین
-6 حیا کا -7 عیب دار کردیتا ہے -8 تواضع سے -9 حضرت محمد ﷺ نے

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 عفت والا کسے کہتے ہیں؟

جواب: جب کوئی انسان نفسانی خواہشات کو عقل ودین کے ماتحت رکھ کر قابو میں لاتا ہے اور روحانیت کو حیوانیت پر غالب رکھتا ہے تو اسے عفت والا کہتے ہیں۔

-2 حیادار سے کیا مراد ہے؟

جواب: جب کوئی شخص ناشائستہ کاموں سے خوفِ خدا کے جذبے کے تحت گریز کرتا ہے تو اسے حیادار کہتے ہیں۔

-3 اسلامی اخلاق میں حیا کو کیا اہمیت حاصل ہے؟

جواب: عفت وحیا اسلامی اخلاق کی فہرست میں روحِ رواں اور جان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ نے مسلمانوں کو عفت وحیا کی تعلیم دی ہے

اوراس خلق عظیم کوتمام اسلامی فضائل میں بڑا قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"ہر دین کے لیے کچھ اخلاق ہیں اور اسلام کا اخلاق حیا ہے"۔

حیا ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے انسان بڑے سے بڑے رذائل سے بچ جاتا ہے۔

4- إِذَا فَاتَكَ الْحَيَاءُ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ: یعنی جب تو حیا کو کھو دے تو جو مرضی میں آئے کر۔

5- جب انسان اپنی حیا کو گم کر دیتا ہے تو اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

جواب: جب انسان اپنی حیا کو گم کر دیتا ہے تو وہ ایک وحشی درندے کی مانند ہو جاتا ہے۔ اپنی خواہشات کے پیچھے دوڑتا ہے اور اس راہ میں اچھے سے اچھے جذبات کو روندتا ہے۔ وہ غریبوں کا مال غصب کرتا ہے اور اپنے دل میں رحم نہیں پاتا۔ مخلوق خدا کو مصائب میں دیکھتا ہے تو اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

6- حیا کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: حیا کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے منہ کو فحش باتوں سے پاک رکھے۔ بے حیائی کی بات زبان پر نہ لائے اور بری باتوں کے اظہار سے شرمائے۔

7- حیا کے مراتب تحریر کریں۔

جواب: بعض حکما نے حیا کے تین مراتب تحریر کیے ہیں۔

1- احکام و اوامر الٰہی کی پابندی، اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنا، نفسانی خواہشوں پر قابو رکھنا اور موت کو یاد کر کے بری خواہشات سے اجتناب کرنا۔

2- لوگوں کی ایذا اور رسانی سے باز رہنا۔

3- خود انسان کا تنہائی میں اپنے آپ سے حیا کرنا اور ہر حالت میں اللہ کو حاضر سمجھ کر تمام گناہوں سے بچنا۔

8- نبی کریم ﷺ نے فحش اور حیا میں فرق کس طرح بیان کیا؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "فحش جس چیز کے ساتھ لگتا ہے اسے عیب دار کر دیتا ہے اور حیا جس چیز کے ساتھ لگتی ہے اسے زینت دے دیتی ہے۔"

9- اللہ سے حیا کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اللہ سے کما حقہٗ حیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سر کی حفاظت کرو اور جو کچھ اس میں محفوظ رکھا ہے۔ پیٹ کی حفاظت کرو اور جو کچھ اس میں محفوظ رکھا ہے اور موت اور بڑھاپے کا خیال رکھو۔ دیکھو جس کا مطمح نظر آخرت ہوگی، وہ حیات دنیوی کی زینت کو چھوڑ دے گا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دے گا، تو جس نے ایسا کیا اس نے اللہ سے پوری پوری حیا رکھی۔

(9) سماجی انصاف

☐ ہر سوال کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- سماجی انصاف کا معنی ہے:

(A) انسانی معاشرے میں انصاف (B) اولاد میں انصاف (C) اہل محلہ میں انصاف (D) خاندان میں انصاف

2- فرمان الٰہی ہے اللہ کے ہاں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو

(A) خوبصورت ہے (B) مالدار ہے (C) غریب ہے (D) متقی ہے

-3 قانون کی بالادستی اور اللہ کے قانون کے سامنے افراد معاشرہ کی مساوات کا قائل ہے:

(A) اسلام (B) یہودیت (C) عیسائیت (D) بدھ مت

-4 اسلام کسی بے روزگار اور معذور کے لیے بنیادی ضرورتوں کا فراہم کرنا فرض سمجھتا ہے:

(A) حکومت اور سوسائٹی کا (B) اہل محلہ کا (C) والدین کا (D) اولاد کا

-5 کائنات کی ہر چیز حقیقی ملکیت ہے:

(A) اللہ تعالیٰ کی (B) فرشتوں کی (C) جنات کی (D) انسانوں کی

-6 اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو مسخر کیا ہے:

(A) حیوانات و نباتات کی خاطر (B) فرشتوں کی خاطر (C) جنات کی خاطر (D) بنی نوع انسان کی خاطر

-7 "ان کے مال میں ضرورت مند سائل اور محروم کا حق ہے" یہ ہے:

(A) آیت مبارکہ (B) حدیث مبارکہ (C) قول صحابی (D) قول تابعی

-8 جب جائز ذرائع سے کمائی ہوئی دولت ایک حد سے بڑھ جائے تو اسلام اس پر عائد کرتا ہے:

(A) زکوٰۃ (B) صدقہ (C) عشر (D) خمس

-9 وہ اشیا جن سے مفاد عامہ وابستہ ہو وہ ملکیت ہوتی ہیں:

(A) حکومت کی (B) غلاموں کی (C) یتیموں کی (D) بیواؤں کی

-10 ہر شخص کی بنیادی ضرورتیں پوری کرنا اور اس کی صلاحیت کے مطابق ذریعہ معاش مہیا کرنا فرض ہے:

(A) حکومت کا (B) جاگیرداروں کا (C) معاشرے کا (D) سرمایہ داروں کا

-11 اسلام ارتکاز دولت کی جگہ زور دیتا ہے:

(A) تقسیم دولت پر (B) محنت پر (C) بچت پر (D) میانہ روی پر

جوابات: -1 انسانی معاشرے میں انصاف -2 متقی ہے -3 اسلام -4 حکومت اور سوسائٹی کا
-5 اللہ تعالیٰ کی -6 بنی نوع انسان کی خاطر -7 آیت مبارکہ -8 زکوٰۃ -9 حکومت کی
-10 حکومت کا -11 تقسیم دولت پر

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 سماجی انصاف سے کیا مراد ہے؟

جواب: سماجی انصاف کے معنی ہیں انسانی معاشرے میں انصاف یعنی افراد معاشرہ میں بحیثیت انسان مساوات ہو اور ہر ایک کو اپنے حقوق حاصل ہوں۔

-2 کسی ملک میں سماجی انصاف کا جائزہ لینے کے لیے کن امور کا دیکھنا ضروری ہے؟

جواب: کسی ملک میں سماجی انصاف کا جائزہ لینے کے لیے درج ذیل امور کا دیکھنا ضروری ہے:

-1 کیا وہاں کے معاشرے میں تمام افراد بحیثیت انسان برابر ہیں؟

-2 کیا وہاں کے معاشرے میں قانونی مساوات ہے؟

-3 کیا وہاں کے معاشرے میں معاشی اور اقتصادی مساوات موجود ہے؟

-3 معاشی مساوات سے کیا مراد ہے؟

جواب: معاشی مساوات سے مراد یہ ہے کہ معاشرے کے تمام افراد کی بنیادی ضروریات پوری ہو رہی ہوں۔ ہر شخص کو اس کی صلاحیت کے مطابق کام اور معاوضہ ملے۔

-4 انسانی مساوات سے کیا مراد ہے؟

جواب: انسانی مساوات سے مراد یہ ہے کہ معاشرے کے تمام افراد برابر حیثیت رکھتے ہیں۔ کسی کو طبقے، خاندان، قوم یا علاقے کی بنیاد پر کسی دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔

-5 نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی مساوات کو کس طرح پیش کیا؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔ تم میں سے اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر، اور کسی کالے کو گورے پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت حاصل نہیں۔"

-6 اسلام نے قانونی مساوات کا کیا تصور دیا ہے؟

جواب: اسلام قانون کی بالادستی اور اللہ کے قانون کے سامنے افراد معاشرہ کی مساوات کا قائل ہے۔ قانون میں جو رعایت یا سزا کسی ایک کے لیے مقرر ہے، اس میں امیر و غریب، افسر و ماتحت اور چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں۔

-7 نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری وقت میں قانونی مساوات کا نمونہ کس طرح پیش کیا؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے اپنے آپ کو کبھی بھی قانون سے بالا نہیں سمجھا بلکہ تمام احکام کی پوری پابندی کی۔ آپ ﷺ نے اپنے آخری وقت میں اعلان فرمایا کہ اگر کسی نے مجھ سے بدلہ لینا ہو یا کسی کا میں نے کچھ دینا ہو تو حاضر ہوں۔

-8 معاشی مساوات سے کیا مراد ہے؟

جواب: معاشی مساوات کے معنی یہ ہیں کہ معاشرے میں ہر فرد کی بنیادی ضرورتیں پوری ہوں اور ہر ایک کو یکساں وسائل معاش اور روزی کمانے کے مواقع حاصل ہوں۔ کوئی شخص بنیادی ضرورتوں سے محروم نہ ہو اور ہر ایک کو کام اور اس کا معقول معاوضہ مل رہا ہو۔

-9 رزق کی تنگی اور فراخی میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رزق کی تنگی اور فراخی مصلحت کے تحت اور انسان کی آزمائش کی خاطر اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔

-10 زکوٰۃ اور عشر میں کیا فرق ہے؟

جواب: زکوٰۃ نقدی، مال تجارت، سونا چاندی اور مویشیوں پر عائد ہوتی ہے اور عشر وغیرہ زمین کی فصل اور غلے پر عائد ہوتا ہے۔

-11 کون سی اشیاء حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں؟

جواب: وہ اشیا جن سے مفاد عامہ وابستہ ہو کسی فرد واحد کی ملکیت نہیں بلکہ حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں مثلاً سمندر، دریا، پہاڑ اور جنگلات وغیرہ۔

-12 ارتکاز دولت کو ختم کرنے کے لیے اسلام نے کیا اہتمام کیا ہے؟

جواب: ارتکاز دولت کو ختم کرنے کے لیے اسلام نے صاحب حیثیت لوگوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔ اس کے علاوہ ضرورت سے زائد مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ قرآن حکیم کا ایک مستقل عنوان ہے۔

(10) فرض شناسی

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 ہر انسان پر فرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:
(A) دو قسم کی (B) تین قسم کی (C) چار قسم کی (D) پانچ قسم کی

-2 اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے:
(A) اپنی عبادت کے لیے (B) سخاوت کے لیے (C) خلافت کے لیے (D) کھانے پینے کے لیے

-3 اپنی رعیت کے لیے حلال و حرام کی حدود مقرر کرنا منصب ہے:
(A) اللہ کا (B) رسولوں کا (C) حکمرانوں کا (D) علما کا

-4 شریعت اسلامی میں خودکشی کرنے والا قرار دیا جاتا ہے:
(A) مقتول (B) قاتل (C) پاگل (D) مظلوم

-5 دنیا سے مایوس فرار اختیار کرنے والا تصور ہوتا ہے:
(A) راہب (B) کم عقل (C) جاہل (D) دوراندیش

-6 وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ یہ ہے:
(A) آیت مبارکہ (B) حدیث مبارکہ (C) قول صحابی (D) قول تابعی

-7 مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں یہ فرمان ہے:
(A) نبی کریم ﷺ کا (B) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا (C) حضرت عمرؓ کا (D) حضرت عثمانؓ کا

-8 بچوں کی جسمانی پرورش مقدور بھر کھانا، کپڑے اور مکان مہیا کرنا لازم ہے:
(A) باپ پر (B) ماں پر (C) دادا پر (D) نانا پر

-9 اسلام نے دوسرے فرائض پر ترجیح دی ہے:
(A) حقوق النفس کو (B) حقوق العباد کو (C) حقوق اللہ کو (D) حقوق الحیوانات کو

جوابات: -1 تین قسم کی -2 اپنی عبادت کے لیے -3 اللہ کا -4 قاتل -5 راہب
-6 حدیث مبارکہ -7 نبی کریم ﷺ کا -8 باپ پر -9 حقوق العباد کو

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 فرض شناسی سے کیا مراد ہے؟

جواب: فرض کا پورا پورا احساس رکھنا فرض شناسی کہلاتا ہے۔

-2 ہر انسان پر کتنی قسم کے فرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟

جواب: ہر انسان پر تین قسم کے فرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

-1 حقوق اللہ -2 حقوق النفس -3 حقوق العباد

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

-3 اللہ تعالیٰ کے کون کون سے حقوق ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ بندے اس کو حاکم اعلیٰ مانیں، اسی کے آگے اعتراف بندگی میں سر جھکائیں۔ اسی کی طرف اپنی حاجتوں میں رجوع کریں۔ اُسی کو مدد کے لیے پکاریں۔ اُسی پر بھروسا کریں۔ اُسی سے امیدیں وابستہ کریں اور اسی سے ظاہر و باطن میں ڈریں۔ اسی کو امر و نہی کا مختار سمجھیں۔

-4 حقوق النفس سے کیا مراد ہے؟

جواب: حقوق النفس سے مراد انسان کی جان کا اس پر حق ہے۔ ہر انسان پر یہ فرض ہے کہ وہ زندگی کو نعمت خداوندی سمجھے اور خدا داد جسمانی، ذہنی، روحانی اور نفسیاتی قوتوں کو تباہی سے بچانے کی کوشش کرے۔ اس لیے شریعت میں خودکشی کرنے والے کو قاتل قرار دیا جاتا ہے اور دنیا سے راہِ فرار اختیار کرنے والا راہب تصور ہوتا ہے اور رہبانیت اسلام کے منافی ہے۔

-5 انسان کے ذمے اپنے نفس کا اہم حق کیا ہے؟

جواب: انسان کے ذمے اپنے نفس کا اہم حق یہ ہے کہ وہ اس کی عزت اور وقار کا خیال رکھے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے عزت نفس مجروح ہو۔ انسان کو چاہیے مناسب خوراک کھائے، مناسب کپڑے پہنے، مناسب گھر میں رہے اور بیمار ہونے کی صورت میں فوراً علاج کروائے۔

-6 ایک مسلمان شہری ہونے کی حیثیت سے اس پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب: ایک مسلمان شہری کی حیثیت سے اس پر فرض ہے کہ وہ اپنے دوسرے ابنائے وطن اور مسلمان بھائیوں کے مالوں، جانوں اور آبروؤں کا محافظ بن کر زندگی گزارے۔ وہ دوسروں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے کسی قسم کی اذیت نہ دے۔ جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے پسند کرے۔

-7 حقوق العباد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے دو ارشادات تحریر کریں۔

جواب: حقوق العباد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے دو ارشادات درج ذیل ہیں:

-i مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

-ii تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

-8 ایک معلم یا متعلم پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب: ایک معلم یا متعلم کی حیثیت سے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم کا پیاسا، با اخلاق اور باعمل ہو اور نہایت ایمانداری کے ساتھ اپنے شاگردوں کو پڑھائے۔ وہ یہ محسوس کرے کہ وہ وارث انبیا کی حیثیت سے یہ خدمت انجام دے رہا ہے۔ ایک طالب علم کی حیثیت سے اسے چاہیے کہ وہ حاضر باش، فرمانبردار، استادوں کا احترام کرنے والا اور نیک سیرت ہو۔

-9 ایک باپ کی حیثیت سے اس پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب: ایک باپ کی حیثیت سے اس پر بچوں کی جسمانی پرورش مقدور بھر کھانا، کپڑے اور مکان مہیا کرنا لازم ہے۔ مگر اسے یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ صرف جسمانی پرورش سے عہدہ برآ ہو کر فرض منصبی پورا نہیں ہوتا بلکہ اولاد کی روحانی اور اخلاقی تربیت کا پورا پورا انتظام کرنا اس کے ذمے ہے۔

-10 ایک شوہر کی حیثیت سے اس پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب: ایک شوہر کی حیثیت سے اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کی خوراک، لباس، مکان اور دوسری

ضروریات زندگی کا پورا پورا خیال رکھے۔

-11 ایک بیوی کی حیثیت سے اس پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب: ایک بیوی کی حیثیت سے عورت کا فرض ہے کہ اپنے شوہر کا حکم مانے اور اس کی غیر موجودگی میں گھر کی حفاظت کرے۔ شوہر جس آدمی کو ناپسند کرتا ہو اس کو گھر آنے کی اجازت نہ دے۔ بچوں کی پرورش کرے اور ان کو ممتا سے محروم نہ رکھے۔

-12 ایک پڑوسی، مجاہد اور حاکم کی حیثیت سے ان پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب: ایک پڑوسی کی حیثیت سے اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے پڑوسی کی مقدور بھر مدد کرے۔ ایک مجاہد کی حیثیت سے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ دین اسلام کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرے۔ حاکم کی ذمہ داری ہے اپنی رعیت کا خیال رکھے اور اپنے آپ کو مالک و آقا نہیں بلکہ خادم سمجھ کر عدل وانصاف کرے۔

-13 ایک دکاندار کی حیثیت سے اس پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب: ایک دکاندار کی حیثیت سے اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ناپ تول اور لین دین میں عدل وانصاف سے کام لے اور ذخیرہ اندوزی، چور بازاری اور ناجائز ذریعوں سے دوسروں کا مال نہ کھائے۔

-14 ایک ڈاکٹر یا انجینئر کی حیثیت سے اُن پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب: ایک ڈاکٹر یا انجینئر کی حیثیت سے اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنا فرض منصبی ایمانداری کے ساتھ ادا کرے اور چند پیسوں کی خاطر ملک و قوم کو تباہ نہ کرے اور یہ سمجھے کہ ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ مال آخرت میں اس کے لیے عذاب کا باعث بنے گا۔

(11) اسلامی عبادات کی امتیازی خصوصیات

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 انسانیت کا کمال ممکن نہیں ہے:

(A) مال و دولت کے بغیر (B) روحانیت کے بغیر (C) جہاد کے بغیر (D) خدمت خلق کے بغیر

-2 روحانیت کا ارتقا ممکن ہے:

(A) عبادت سے (B) حسن اخلاق سے (C) انفاق فی سبیل اللہ سے (D) جہاد سے

-3 عبد کا معنی ہے:

(A) بندہ (B) غلام (C) آقا (D) مالک

-4 بہت سے مذاہب ایسے ہیں جو اس امر کی بشارت دیتے ہیں کہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے:

(A) کسی عقیدے کا معتقد ہونا (B) نیک عمل (C) نیک ارادہ (D) حسن اخلاق

-5 نماز سے ان اعمال کی تربیت مقصود ہوتی ہے جن کا تعلق ہوتا ہے:

(A) باپ اور بیٹے کے درمیان (B) آجر اور اجیر کے درمیان (C) آقا اور غلام کے درمیان (D) بندے اور خدا کے درمیان

-6 اللہ کی راہ میں جسمانی اور روحانی قربانی دینے اور نفس کو مادی خواہشات سے پاک رکھنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے:

(A) نماز سے (B) زکوۃ سے (C) روزے سے (D) حج سے

-7 اسلام نے عبادات کے لیے کوئی ایسی خارجی شرط نہیں لگائی جس کا کوئی تعلق نہ ہو:

(A) عابد کے ساتھ (B) معبود کے ساتھ (C) اصل عبادت کے ساتھ (D) مسجد کے ساتھ

-8 اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ کس میں مٹا دیا گیا:

(A) اسلام میں (B) یہودیت میں (C) عیسائیت میں (D) ہندوازم میں

-9 اسلام سے پہلے لوگوں نے عبادت کے ایسے طریقے ایجاد کیے تھے جو خلاف تھے:

(A) معاشرت کے (B) عائلی قوانین کے (C) منشاالٰہی کے (D) نفس کشی کے

-10 نروان حاصل کرنے کے لیے عبادت کی ایسی مثال پیش کی جس کی پیروی عام آدمی کے بس کی بات نہیں:

(A) مہاتمابدھ نے (B) گوتم بدھ نے (C) زرتشت نے (D) یوحنا نے

-11 اسلامی عبادات ایسی چیزیں نہیں ہیں جو انسان کا رابطہ اللہ سے کرا کے اسے منقطع کردیں:

(A) مال و دولت سے (B) بنی نوع انسان سے (C) دنیا سے (D) والدین سے

-12 نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ایسی عبادتیں ہیں جو انسان کو ایسی زندگی کی طرف لے جاتی ہیں جو آراستہ ہو:

(A) فضائل اور اخلاق حسنہ سے (B) روحانیت سے (C) نفسانی خواہشات سے (D) رشتہ اخوت سے

جوابات: -1 روحانیت کے بغیر -2 عبادت سے -3 بندہ -4 کسی عقیدے کا معتقد ہونا
-5 بندے اور خدا کے درمیان -6 زکوٰۃ سے -7 اصل عبادت کے ساتھ -8 اسلام میں
-9 منشاالٰہی کے -10 مہاتمابدھ نے -11 بنی نوع انسان سے -12 فضائل اور اخلاق حسنہ سے

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ترجمہ: "میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت (اطاعت) کریں۔"

-2 روحانیت کا ارتقا عبادتوں سے کس طرح ممکن ہے؟

جواب: روحانیت کا ارتقا عبادتوں سے ہی ممکن ہے کیونکہ روحِ انسانی کی غذا عبادت ہے۔ جس طرح انسان مادی اشیاء سے پرورش پاتا ہے اسی طرح روح کو عبادتوں سے تربیت اور تقویت حاصل ہوتی ہے۔

-3 عبادت سے کیا مراد ہے؟

جواب: عبادت دراصل بندگی کو کہتے ہیں۔ عبد کے معنی ہیں بندہ۔ بندہ اور عابد اپنے آقا اور معبود کی اطاعت میں جو کچھ کرتا ہے وہ عبادت ہے۔

-4 عابد اور معبود میں کیا فرق ہے؟

جواب: عابد بندگی کرنے والے کو کہتے ہیں اور معبود وہ ہستی ہے جس کی بندگی کی جائے۔

-5 عبادت کا دائرہ کار تحریر کریں۔

جواب: ایک انسان اپنے معبود کی اطاعت میں جو کچھ کرتا ہے۔ وہ بندگی ہے اس لیے ایک انسان اپنی نشست و برخاست، لین دین اور آپس کے تعلقات میں جو اچھا کام بھی اللہ کی اطاعت کے جذبے سے کرے یا اس جذبے کے تحت کسی برے کام کو چھوڑ دے تو یہ اس کی عبادت شمار کی جائے گی۔ ایک مسلمان کی تمام تر زندگی عبادت ہے بشرطیکہ وہ اللہ کی اطاعت میں گزاری جائے اور اہل و عیال کے لیے جائز طریقے سے رزق کمانا بھی عبادت ہے۔

-6 نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے ذریعے کن اعمال کی تربیت مقصود ہے؟

جواب: نماز سے ان اعمال کی تربیت مقصود ہے جن کا تعلق تنہا بندے اور اللہ کے درمیان ہوتا ہے۔ زکوٰۃ سے ان اعمال کی مشق ہوتی ہے جن

کا تعلق انسانوں کے فائدے اور آرام سے ہے۔ روزے سے اللہ کی راہ میں جسمانی اور جانی قربانی دینے اور نفس کو مادی خواہشات سے پاک رکھنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔ حج کے ذریعے جہاں دنیائے اسلام کا آپس میں اخوت کا رشتہ قائم کرنا مقصود ہے وہاں نفس کی اصلاح بھی مطلوب ہے۔

7- اسلامی عبادات کی اہم خصوصیت کیا ہے؟

جواب: اسلامی عبادات کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ خالص ایک اللہ کے ساتھ مخصوص رہتی ہیں۔ ان میں اللہ کے سوا کسی کی پرستش کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ اسی لیے اسلام میں بادشاہ، والدین اور دوسرے بزرگوں کے سامنے جھکنا، رکوع کرنا، ان کے نام پر قربانی دینا اور دیگر وہ تمام رسمی آداب ممنوع ہیں جن سے غیر اللہ کی پرستش کی بو آتی ہے۔

8- کیا اسلامی عبادات کی ادائیگی کے لیے اللہ اور بندوں کے درمیان واسطے کی ضرورت ہے؟

جواب: نہیں اسلامی عبادات کی ادائیگی کے لیے اللہ اور بندوں کے درمیان کسی واسطے کی ضرورت نہیں۔ اسلام میں دوسرے مذاہب کی طرح مذہبی پیشواؤں کو خدا اور بندوں کے درمیان واسطہ نہیں بنایا گیا۔ ہر شخص براہ راست اپنے اللہ کی عبادت میں مصروف ہو سکتا ہے۔

9- اسلامی عبادات میں کس حد تک میانہ روی پائی جاتی ہے؟

جواب: اسلامی عبادات میں افراط و تفریط کا شائبہ تک نہیں ہے۔ ان میں اعتدال و میانہ روی کی جھلک نظر آتی ہے۔ ان میں نہ تو بدھ مت اور عیسائیت کی طرح نفس کشی، ترک دنیا اور سخت قسم کی ریاضتیں ہوتی ہیں اور نہ مشرکانہ طرز پر عبادت میں لہو ولعب کی اجازت ہے۔

10- اسلام سے پہلے لوگ عبادت کے سلسلے میں کس حد تک افراط و تفریط کا شکار ہوتے؟

جواب: اسلام سے پہلے بعض عبادت گزاروں نے آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے اور اپنے آپ پر اس حد تک جبر کیا کہ بازو کھڑے کھڑے سوکھ گئے اور پرندوں نے ان پر گھونسلے بنا لیے۔ بعض نے سجدے کو اتنا طول دیا کہ جسم اسی حالت میں اکڑ گیا۔ بعض نے رکوع میں وہ غلو کیا کہ زندگی بھر اسی حالت میں کھڑے رہے۔ روزے رکھنے پر آئے تو جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔

11- عقیدے اور عمل صالح کا کیا باہمی تعلق ہے؟

جواب: درست عقیدے کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ عقیدہ اچھے کاموں کا محور اور ادائے حقوق کا مرکز اور بھلائی کا رہبر ہو۔ صرف عقیدے سے کام نہیں بنتا بلکہ عمل صالح کامرانی اور نجات کے لیے ضروری ہے۔

12- اسلامی عبادات کا کمال کیا ہے؟

جواب: اسلامی عبادات کا یہ کمال ہے کہ وہ انسانوں کو حیوانیت سے نکال کر زیور انسانیت سے آراستہ کرتی ہیں اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتی ہیں۔ اگر انسان اسلامی عبادات کو اسلام کی ہدایت کی روشنی میں ادا کرے تو جہاں وہ ایک مومن کامل بنتا ہے وہاں ایک مثالی انسان بھی بن کر نکلتا ہے جس پر معاشرہ فخر کر سکتا ہے۔

عربی زبان کی گرامر

سوال 1: کلمہ کی تعریف کیجیے اور اس کی اقسام بیان کیجیے۔

جواب: کلمہ کی تعریف

کلمہ "اُس اکیلے لفظ کو کہتے ہیں جو ایک ہی معنی کے لیے بولا جائے" جیسے **كِتَابٌ** (کتاب)۔ **زَهْرَةٌ** (پھول)۔ **جَاءَ** (وہ آیا)۔ **ذَهَبَ** (وہ گیا)۔ **عَلٰی** (پر)۔ **مِنْ** (سے)۔

کلمہ کی اقسام: کلمہ کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں۔

(i) اسم (ii) فعل (iii) حرف

(i) اسم: "وہ کلمہ جو کسی انسان، جانور، جگہ یا چیز کا نام ہو" اسے اسم کہتے ہیں جیسے **طَارِقٌ** (طارق)۔ **اَسَدٌ** (شیر)۔ **زَهْرَةٌ** (پھول)۔ **لَاهُوْرُ** (لاہور)۔

(ii) فعل: "وہ کلمہ جس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا کسی نہ کسی زمانے میں پایا جائے" اسے فعل کہتے ہیں جیسے **ذَهَبَ** (وہ گیا) **يَدْخُلُ** (وہ داخل ہوتا ہے) **سَاَذْهَبُ** (میں جاؤں گا)۔

(iii) حرف: "وہ کلمہ جو نہ تو کسی شخص یا چیز کا نام ہو اور نہ اس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا ظاہر ہو" اسے حرف کہتے ہیں۔ یہ تنہا اپنا معنی اور مفہوم ادا نہیں کر سکتا، بلکہ کسی اسم یا فعل کے ساتھ مل کر آتا ہے۔ جیسے **مِنْ** (سے)۔ **اِلٰی** (تک)۔ **عَلٰی** (پر)۔ **هَلْ** (کیا)۔

سوال 2: اسم نکرہ اور اسم معرفہ کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: اسم نکرہ: "وہ اسم جو کسی عام شخص، چیز یا جگہ کے لیے بولا جائے" اسے اسم نکرہ کہتے ہیں جیسے **كِتَابٌ** (کوئی کتاب)۔ **رَجُلٌ** (کوئی مرد)۔ **جَمَلٌ** (کوئی اونٹ)۔

اسم معرفہ: وہ اسم جو کسی خاص شخص، چیز یا جگہ کے لیے بولا جائے اسے اسم معرفہ کہتے ہیں جیسے **قُرْآنٌ** (خاص کتاب)۔ **عَبْدُ اللّٰهِ** (اللہ کا بندہ)۔ **لَاهُوْرُ** (خاص شہر)۔ **زَمْزَمُ** (خاص پانی)۔

اسم نکرہ کے شروع میں الف لام (ال) لگانے سے معرفہ بن جاتا ہے۔ مثلاً **تِلْمِيْذٌ** (کوئی شاگرد) سے **اَلتِّلْمِيْذُ** (خاص شاگرد)۔ **بَيْتٌ** (کوئی گھر) سے **اَلْبَيْتُ** (خاص گھر)۔

سوال 3: مذکر و مؤنث سے کیا مراد ہے؟ مثالیں دے کر بیان کریں۔

جواب: مذکر: "وہ اسم جو انسان، حیوان یا کسی اور چیز کے نر ہونے کو ظاہر کرے" اسے مذکر کہتے ہیں۔ جیسے **اَبٌ** (باپ)۔ **رَجُلٌ** (مرد)۔ **اَسَدٌ** (شیر)۔ **جَبَلٌ** (پہاڑ)۔

فائدہ: جن اسماء میں نر اور مادہ نہیں ہوتے وہاں اسم مذکر وہ ہوگا جس میں مؤنث کی کوئی علامت نہ پائی جائے۔ جیسے **قَلَمٌ** (قلم)۔ **كِتَابٌ** (کتاب)۔ **كُرْسِيٌّ** (کرسی)۔

مؤنث: وہ اسم جو انسان، حیوان یا کسی اور چیز کی مادہ کو ظاہر کرے اسے مؤنث کہتے ہیں۔ جیسے **اُمٌّ** (ماں)۔ **اُخْتٌ** (بہن)۔ **دَجَاجَةٌ** (مرغی)۔ **طَاوِلَةٌ** (میز)۔

سوال4: مؤنث لفظی اور مؤنث معنوی کا فرق واضح کریں۔

علامتِ تانیث کے ہونے اور نہ ہونے کے لحاظ سے مؤنث کی دو اقسام ہیں۔

(1) مؤنث لفظی (2) مؤنث معنوی

(1) مؤنث لفظی: وہ اسم جس کے آخر میں کوئی علامتِ تانیث ہو اسے مؤنث لفظی کہتے ہیں اور علاماتِ تانیث مندرجہ ذیل ہیں:

(ا) تائے مربوطہ زائدہ۔ جیسے **دَجَاجَةٌ** (مرغی)۔ **نَافِذَةٌ** (کھڑکی)۔ **دَرَّاجَةٌ** (سائیکل)

(ب) الف مقصورہ زائدہ۔ جیسے **صُغْرٰی** (چھوٹی)۔ **کُبْرٰی** (بڑی)۔ **عَطْشٰی** (پیاسی)۔

(ج) الف ممدودہ زائدہ۔ جیسے **حَمْرَآءُ** (سرخ)۔ **سَوْدَآءُ** (سیاہ)۔ **صَفْرَآءُ** (زرد)۔

(2) مؤنث معنوی: وہ اسم جس میں علاماتِ مؤنث میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے اور وہ مؤنث کے لیے استعمال ہو۔ جیسے **اُمٌّ** (ماں)' **اُخْتٌ** (بہن)' **هِنْدٌ** (ہند)۔ **زَيْنَبُ** (زینب)۔

نوٹ: (i) تمام قبیلوں اور ممالک کے نام مؤنث معنوی ہیں جیسے **مُلْتَانُ۔ بَاكِسْتَانُ۔ قُرَيْشٌ۔**

(ii) جسم کے وہ اعضا جو دو دو ہیں۔ ان میں سے اکثر مؤنث معنوی ہیں۔ جیسے **يَدٌ** (ہاتھ)۔ **عَيْنٌ** (آنکھ)۔ **رِجْلٌ** (پاؤں)۔

سوال5: مفرد، تثنیہ اور جمع کی تعریف کیجیے اور مثالیں دیجیے۔

جواب: مفرد: وہ اسم ہے جو کسی ایک چیز کو ظاہر کرے جیسے **قَلَمٌ** (ایک قلم)۔ **بِنْتٌ** (ایک لڑکی)۔ **اَسَدٌ** (ایک شیر)۔ **مِصْبَاحٌ** (ایک چراغ)۔

تثنیہ: وہ اسم ہے جو دو چیزوں کو ظاہر کرے۔ جیسے **قَلَمَانِ** (دو قلم)۔ **تِلْمِيْذَانِ**۔ (دو شاگرد)۔ **مِرْوَحَتَانِ** (دو پنکھے)۔

نوٹ: تثنیہ بناتے وقت مفرد کے آخر میں الف و نون مکسورہ (ان) لگا دیا جاتا ہے۔ جب اسم تثنیہ پر پیش کی جگہ زبر یا زیر پڑھنی ہو تو الف یائے ساکنہ سے بدل جاتا ہے۔ جیسے **قَلَمَيْنِ۔ تِلْمِيْذَيْنِ۔ مِصْبَاحَيْنِ۔ مِرْوَحَتَيْنِ۔**

جمع: وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ چیزوں کو ظاہر کرے۔ جیسے **اَقْلَامٌ** (بہت سے قلم)۔ **بَنَاتٌ** (لڑکیاں) **مَصَابِيْحُ** (بہت سے چراغ)۔ **مُسْلِمُوْنَ** (بہت سے مسلمان)۔ **عَابِدَاتٌ** (بہت سی عبادت گزار)۔

سوال6: جمع کی اقسام تحریر کریں۔

جواب: جمع کی دو اقسام ہیں۔ (1) جمع مکسر (2) جمع سالم

1- **جمع مکسر:** وہ جمع جس کو بنانے کے لیے اس کے مفرد میں تبدیلی کرنی پڑے۔ جیسے **قَلَمٌ** سے **اَقْلَامٌ**۔ **رِجْلٌ** (پاؤں) سے **اَرْجُلٌ**۔ **كِتَابٌ** سے **كُتُبٌ**۔

2- **جمع سالم:** وہ جمع جس کے بناتے وقت مفرد میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو۔ جیسے **مُسْلِمٌ** سے **مُسْلِمُوْنَ**۔ **صَادِقٌ** سے **صَادِقُوْنَ**۔ **مُؤْمِنَةٌ** سے **مُؤْمِنَاتٌ**۔ **عَابِدَةٌ** سے **عَابِدَاتٌ**۔

سوال7: جمع سالم کی اقسام تحریر کریں۔

جواب: جمع سالم کی اقسام

جمع سالم کی دو اقسام ہیں۔ (i) جمع مذکر سالم (ii) جمع مؤنث سالم

(i) **جمع مذکر سالم:** یہ وہ جمع ہے جس میں مفرد مذکر کے آخر میں علامتِ جمع واو ساکنہ و نون مفتوحہ (وْنَ) لگائی جائے۔ جیسے **مُسْلِمٌ** سے

مُسْلِمُوْنَ۔ قَانِتٌ سے قَانِتُوْنَ۔ مَنْصُوْرٌ سے مَنْصُوْرُوْنَ۔

نوٹ: جمع مذکر سالم پر اگر پیش کی جگہ زبر یا زیر پڑھی ہو تو دونوں صورتوں میں واؤ ساکنہ کو یائے ساکنہ (یْنَ) سے بدل دیتے ہیں۔ جیسے مُسْلِمٌ سے مُسْلِمِیْنَ۔ مَنْصُوْرٌ سے مَنْصُوْرِیْنَ۔

(ii) **جمع مؤنث سالم:** یہ وہ جمع ہے جس میں مفرد مؤنث کے آخر میں علامتِ جمع الف و تاء (ات) لگائی جائے۔ جیسے مُؤْمِنَةٌ سے مُؤْمِنَاتٌ۔ سَاجِدَةٌ سے سَاجِدَاتٌ۔

نوٹ: (i) جمع مؤنث سالم پر اگر پیش کی جگہ زبر یا زیر پڑھی ہو تو دونوں صورتوں میں زیر ہی پڑھی جاتی ہے زبر نہیں پڑھی جاتی۔ جیسے مُسْلِمَاتٍ، عَابِدَاتٍ۔

(ii) مفرد میں اگر علامتِ تانیث تائے مربوطہ (ۃ) ہو تو جمع کے وقت گرادی جاتی ہے۔

سوال 8: اسم ضمیر کی تعریف کیجیے اور اس کی اقسام مثالوں سے واضح کریں۔

جواب: **اسم ضمیر:** وہ اسم معرفہ جو غائب، مخاطب یا متکلم پر دلالت کرے اور جو کسی نام یا چیز کے نام کی بجائے استعمال کیا جائے۔ جیسے هُوَ (وہ مرد) هِيَ (وہ عورت) أَنْتَ (تو ایک مرد)۔ أَنَا (میں)۔

اسم ضمیر کی اقسام: اسم ضمیر کی دو اقسام ہیں۔

(1) **اسم ضمیر متصل:** ضمیر متصل وہ ہے جو کسی فعل، اسم یا حرف کے ساتھ مل کر استعمال ہو۔ جیسے قَرَأْتُ (میں نے پڑھا)۔ خَرَجْنَا (ہم نکلے)۔ سَاعَتُكَ (تیری گھڑی) عَلَيْنَا (ہم پر) وغیرہ۔

(2) **اسم ضمیر منفصل:** ضمیر منفصل وہ ہے جو کسی فعل، اسم یا حرف سے الگ استعمال ہو۔ جیسے هُوَ (وہ)۔ إِيَّاكَ (تجھے)۔ نَحْنُ (ہم)۔

سوال 9: اسم ضمیر متصل کی اقسام تحریر کریں۔

جواب: اسم ضمیر متصل کی اقسام

اسم ضمیر متصل کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

(i) اسم ضمیر متصل مرفوع (ii) اسم ضمیر متصل منصوب (iii) اسم ضمیر متصل مجرور

(i) **اسم ضمیر متصل مرفوع:** وہ ضمیر ہے جو کسی فعل کے ساتھ مل کر بطور فاعل استعمال ہو۔ جیسے سَمِعْنَا (ہم نے سنا) أَكَلَتْ (اس عورت نے کھایا) شَرِبْتُمْ (تم نے پیا)۔ كَتَبْنَ (ان سب عورتوں نے لکھا)

(ii) **اسم ضمیر متصل منصوب:** وہ ضمیر ہے جو کسی فعل کے ساتھ مل کر بطور مفعول یا کسی حرف کے ساتھ مل کر بطور مفعول استعمال ہو جیسے عَلَّمَنِيْ (اس نے مجھے سکھایا)۔ اِرْحَمْنَا (ہم پر رحم فرما)۔ إِنَّهٗ (بیشک وہ)۔

(iii) **اسم ضمیر متصل مجرور:** وہ ضمیر ہے جو کسی اسم کے ساتھ مضاف الیہ کی حیثیت سے آئے۔ جیسے كِتَابِيْ (میری کتاب)۔ أَخُوْكَ (تیرا بھائی)۔ لَهَا (اس کے لیے)۔ عَلَيْكُمْ (تم پر)۔

سوال 10: اسم ضمیر منفصل کی اقسام تحریر کریں۔

جواب: اسم ضمیر منفصل کی اقسام

اسم ضمیر منفصل کی دو اقسام ہیں۔ (i) اسم ضمیر منفصل مرفوع (ii) اسم ضمیر منفصل منصوب

(i) اسم ضمیر منفصل مرفوع وہ ضمیر ہے جو بطور مبتدا اور مسند الیہ استعمال ہو۔ جیسے **هُوَ صَادِقٌ** (وہ سچا ہے)۔ **اَنَا طَالِبٌ** (میں طالب علم ہوں)۔ **هِيَ اُمِّيْ** (وہ میری ماں ہے)۔ **هُمْ رِجَالٌ** (وہ سب مرد ہیں)۔ عربی میں اس کے چودہ صیغے استعمال ہوتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

گردان ضمیر منفصل مرفوع

	مذکر غائب	مؤنث غائب	مذکر حاضر	مؤنث حاضر
واحد	هُوَ	هِيَ	اَنْتَ	اَنْتِ
تثنیہ	هُمَا	هُمَا	اَنْتُمَا	اَنْتُمَا
جمع	هُمْ	هُنَّ	اَنْتُمْ	اَنْتُنَّ

	متکلم مذکر و مؤنث
واحد	اَنَا
تثنیہ و جمع	نَحْنُ

(ii) اسم ضمیر منفصل منصوب: وہ ضمیر ہے جو بطور مفعول الگ استعمال ہو۔ جیسے **اِيَّاكَ نَعْبُدُ** (ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں)۔ عربی میں اس کے لیے چودہ صیغے (ضمیریں) استعمال ہوتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

گردان ضمیر منفصل منصوب

	مذکر غائب	مؤنث غائب	مذکر حاضر	مؤنث حاضر	متکلم
واحد	اِيَّاهُ	اِيَّاهَا	اِيَّاكَ	اِيَّاكِ	اِيَّايَ
تثنیہ	اِيَّاهُمَا	اِيَّاهُمَا	اِيَّاكُمَا	اِيَّاكُمَا	اِيَّانَا
جمع	اِيَّاهُمْ	اِيَّاهُنَّ	اِيَّاكُمْ	اِيَّاكُنَّ	اِيَّانَا

سوال 11: فعل کی اقسام کون سی ہیں؟ نیز فعل ماضی کی تعریف اور گردان لکھیں۔

جواب: فعل کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں۔

(1) فعل ماضی (2) فعل مضارع (3) فعل امر

فعل ماضی: وہ فعل جس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا گزرے ہوئے زمانے میں پایا جائے۔ جیسے **دَخَلَ** (وہ داخل ہوا)۔ **اَكَلَ** (اس نے کھایا)۔ **ذَهَبَ** (وہ گیا)۔

نوٹ: فعل ماضی جب اسم ضمیر ہو تو اس کے لیے عربی میں چودہ صیغے استعمال ہوتے ہیں جن کی گردان درج ذیل ہے۔

فعل ماضی مطلق کی گردان

گردان	معنی	صیغہ
كَتَبَ	اس ایک مرد نے لکھا	واحد مذکر غائب
كَتَبَا	ان دو مردوں نے لکھا	تثنیہ مذکر غائب
كَتَبُوْا	ان سب مردوں نے لکھا	جمع مذکر غائب

گردان	معنی	صیغہ
كَتَبَتْ	اس ایک عورت نے لکھا	واحد مؤنث غائب
كَتَبَتَا	ان دو عورتوں نے لکھا	تثنیہ مؤنث غائب
كَتَبْنَ	ان سب عورتوں نے لکھا	جمع مؤنث غائب
كَتَبْتَ	تو ایک مرد نے لکھا	واحد مذکر مخاطب
كَتَبْتُمَا	تم دو مردوں نے لکھا	تثنیہ مذکر مخاطب
كَتَبْتُمْ	تم سب مردوں نے لکھا	جمع مذکر مخاطب
كَتَبْتِ	تو ایک عورت نے لکھا	واحد مؤنث مخاطب
كَتَبْتُمَا	تم دو عورتوں نے لکھا	تثنیہ مؤنث مخاطب
كَتَبْتُنَّ	تم سب عورتوں نے لکھا	جمع مؤنث مخاطب
كَتَبْتُ	میں ایک مرد یا عورت نے لکھا	واحد متکلم مذکر و مؤنث
كَتَبْنَا	ہم دو یا سب مردوں یا عورتوں نے لکھا	تثنیہ جمع متکلم مذکر و مؤنث

سوال 12: **فعل مضارع کی تعریف اور گردان لکھیں۔**

جواب: **فعل مضارع:** وہ فعل جس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا موجودہ یا آئندہ زمانے میں پایا جائے۔ جیسے يَقْرَأُ (وہ پڑھتا ہے یا پڑھے گا)۔ يَدْخُلُ (وہ داخل ہوتا ہے یا ہوگا)۔ يَأْكُلُ (وہ کھاتا ہے یا کھائے گا)۔

نوٹ: فعل مضارع جب اسم ضمیر ہو تو اس کے لیے عربی زبان میں چودہ صیغے استعمال ہوتے ہیں جن کی گردان مندرجہ ذیل ہے۔

فعل مضارع کی گردان

گردان	معنی	صیغہ
يَكْتُبُ	وہ ایک مرد لکھتا ہے یا لکھے گا	واحد مذکر غائب
يَكْتُبَان	وہ دو مرد لکھتے ہیں یا لکھیں گے	تثنیہ مذکر غائب
يَكْتُبُوْنَ	وہ سب مرد لکھتے ہیں یا لکھیں گے	جمع مذکر غائب
تَكْتُبُ	وہ ایک عورت لکھتی ہے یا لکھے گی	واحد مؤنث غائب
تَكْتُبَان	وہ دو عورتیں لکھتی ہیں یا لکھیں گی	تثنیہ مؤنث غائب
يَكْتُبْنَ	وہ سب عورتیں لکھتی ہیں یا لکھیں گی	جمع مؤنث غائب
تَكْتُبُ	تو ایک مرد لکھتا ہے یا لکھے گا	واحد مذکر مخاطب
تَكْتُبَان	تم دو مرد لکھتے ہو یا لکھو گے	تثنیہ مذکر مخاطب
تَكْتُبُوْنَ	تم سب مرد لکھتے ہو یا لکھو گے	جمع مذکر مخاطب

گردان	معنی	صیغہ
تَكْتُبِيْنَ	تو ایک عورت لکھتی ہے یا لکھوگی	واحد مؤنث مخاطب
تَكْتُبَانِ	تم دو عورتیں لکھتی ہو یا لکھوگی	تثنیہ مؤنث مخاطب
تَكْتُبْنَ	تم سب عورتیں لکھتی ہو یا لکھوگی	جمع مؤنث مخاطب
أَكْتُبُ	میں ایک مرد یا عورت لکھتا ہوں یا لکھوں گا	واحد متکلم مذکر و مؤنث
نَكْتُبُ	ہم دو مرد یا عورتیں یا سب مرد یا عورتیں لکھیں گے	تثنیہ و جمع متکلم مذکر و مؤنث

سوال13: فعل امر کی تعریف اور گردان لکھیں۔

جواب: فعل امر: وہ فعل جس میں کسی کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جائے۔ جیسے **اُكْتُبْ** (تو لکھ) **اِقْرَأْ** (تو پڑھ)۔ **اِضْرِبْ** (تو پی)۔

نوٹ: عربی زبان میں فعل امر کے لیے عموماً چھ صیغے استعمال ہوتے ہیں' مثال کے لیے مندرجہ ذیل گردان دیکھیے۔

گردان	معنی	صیغہ
اُكْتُبْ	تو ایک مرد لکھ	واحد مذکر مخاطب
اُكْتُبَا	تم دو مرد لکھو	تثنیہ مذکر مخاطب
اُكْتُبُوْا	تم سب مرد لکھو	جمع مذکر مخاطب
اُكْتُبِیْ	تو ایک عورت لکھ	واحد مؤنث مخاطب
اُكْتُبَا	تم دو عورتیں لکھو	تثنیہ مؤنث مخاطب
اُكْتُبْنَ	تم سب عورتیں لکھو	جمع مؤنث مخاطب

سوال14: مرکب کسے کہتے ہیں' اس کی اقسام بیان کیجیے۔

جواب: مرکب: مرکب وہ ہے جو کم از کم دو کلموں سے مل کر بنے۔ جیسے **عَبْدُ اللّٰهِ** (اللہ کا بندہ) **وَلَدٌ نَظِيْفٌ** (صاف ستھرا لڑکا)۔ **اَللّٰهُ خَالِقٌ** (اللہ پیدا کرنے والا ہے)۔ **ذَهَبَ خَالِدٌ** (خالد گیا)۔

مرکب کی اقسام

مرکب کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں۔ (1) مرکب ناقص (2) مرکب تام

(1) مرکب ناقص: وہ کلام جس سے سننے والے کو پورا مطلب حاصل نہ ہو یا بات پوری طرح سمجھ میں نہ آئے۔ اسے مرکب تام کہتے ہیں۔ جیسے **كِتَابُ الْوَلَدِ** (لڑکے کی کتاب)۔ **بُسْتَانٌ جَمِيْلٌ** (خوبصورت باغ)۔ مذکورہ مثالوں میں سے ہر مثال دو لفظوں سے مرکب ہے' لیکن کسی بھی مرکب سے بات پوری طرح سمجھ نہیں آ رہی۔

(2) مرکب تام: وہ کلام جس سے سننے والے کو پوری بات سمجھ میں آجائے یا جس سے سننے والے کو پورا مطلب حاصل ہو جائے مرکب تام کہلاتا ہے۔ جیسے **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** (محمد اللہ کے رسول ہیں)۔ **اَللّٰهُ رَحِيْمٌ** (اللہ مہربانی کرنے والا ہے)۔ **جَاءَ طَارِقٌ** (طارق آیا)۔ دی گئی مثالوں میں سے ہر مثال میں پورا پورا مفہوم پایا جا رہا ہے۔

نوٹ: مرکب تام کو جملہ بھی کہتے ہیں۔

سوال 15: مرکب ناقص کی اقسام مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: مرکب ناقص کی کئی اقسام ہیں جن میں سے دو یہ ہیں: (1) مرکب اضافی (2) مرکب توصیفی

(1) مرکب اضافی: وہ مرکب جو مضاف اور مضاف الیہ سے مل کر بنے۔ جیسے **عَبْدُ اللّٰہِ** (اللہ کا بندہ)۔ **قَلَمُ الْبِنْتِ** (لڑکی کا قلم)۔ **اِبْنُ خَالِدٍ** (خالد کا بیٹا)۔ **کِتَابُ الْوَلَدِ** (لڑکے کی کتاب)۔

نوٹ: (i) عربی میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آتا ہے۔ (ii) مضاف ہمیشہ نکرہ اور مضاف الیہ ہمیشہ معرفہ ہوتا ہے۔
(iii) مضاف الیہ کے نیچے زیر پڑھی جاتی ہے۔

(2) مرکب توصیفی: وہ مرکب جو صفت اور موصوف سے مل کر بنے۔ جیسے **وَلَدٌ نَظِیْفٌ** (صاف ستھرا لڑکا) **رِجَالٌ صَادِقُوْنَ** (سچے مرد) **کِتَابٌ جَیِّدٌ** (عمدہ کتاب)۔ **اَلْبَیْتُ الْوَاسِعُ** (کھلا مکان)۔ **نِسَاءٌ عَابِدَاتٌ** (عبادت گزار عورتیں)

نوٹ: (i) عربی زبان میں موصوف پہلے اور صفت بعد میں آتی ہے۔
(ii) صفت اپنے موصوف کے ساتھ تذکیر و تانیث، تعریف و تنکیر، واحد، تثنیہ اور جمع ہونے میں پوری مطابقت رکھتی ہے۔

سوال 16: مرکب تام کی اقسام مثالوں سے واضح کریں۔

جواب: مرکب تام کی اقسام

مرکب تام کی دو اقسام ہیں۔ (1) جملہ اسمیہ (2) جملہ فعلیہ

(1) جملہ اسمیہ: وہ جملہ جس کا پہلا جزو اسم ہو یا وہ جملہ جس میں مسند اور مسند الیہ دونوں اسم ہوں۔ جیسے **اَللّٰہُ غَفُوْرٌ** (اللہ بخشنے والا ہے)۔ **اَلْقُرْاٰنُ کِتَابٌ** (قرآن کتاب ہے)۔ **اَلْاِمْرَاَۃُ جَالِسَۃٌ** (عورت بیٹھی ہوئی ہے۔) **زَیْنَبُ عَابِدَۃٌ** (زینب عبادت گزار ہے)۔

نوٹ: (i) جملہ اسمیہ کے پہلے جزو کو مسند الیہ اور مبتدا اور دوسرے کو مسند اور خبر کہتے ہیں۔
(ii) مبتدا ہمیشہ معرفہ اور خبر نکرہ ہوتی ہے۔
(iii) خبر مبتدا کے ساتھ تذکیر و تانیث اور واحد، جمع ہونے میں مطابقت رکھتی ہے۔
(iv) مبتدا اور خبر دونوں پر پیش پڑھا جاتا ہے۔

(2) جملہ فعلیہ: وہ جملہ جس کا پہلا جزو فعل ہو یا وہ جملہ جس میں مسند الیہ فاعل اور مسند فعل ہو۔ جیسے **ذَھَبَ زَیْدٌ** (زید گیا)۔ **جَاءَ الْحَقُّ** (حق آ گیا)۔ **اَکَلَ خَالِدٌ طَعَامًا** (خالد نے کھانا کھایا)۔ **شَرِبَ زَیْدٌ مَاءً** (زید نے پانی پیا)۔

نوٹ: (i) جملہ فعلیہ میں پہلے جزو کو مسند اور فعل کہتے ہیں اور دوسرے جزو کو مسند الیہ اور فاعل۔
(ii) جملہ فعلیہ میں بعض اوقات مفعول بھی آ جاتا ہے، جبکہ فعل متعدی استعمال ہو۔
(iii) فاعل پر ہمیشہ پیش اور مفعول پر زبر پڑھی جاتی ہے۔
(iv) فاعل ہمیشہ معرفہ اور مفعول بہ کبھی معرفہ اور کبھی نکرہ ہوتا ہے۔

سوال 17: فعل لازم اور فعل متعدی کی تعریفیں لکھیں اور مثالیں دیں۔

جواب: فعل لازم: وہ فعل جو صرف فاعل کے ملنے پر پوری بات ظاہر کرے اور اسے مفعول کی ضرورت نہ ہو۔ جیسے **جَاءَ طَارِقٌ** (طارق آیا)۔ **نَزَلَ الْمَطَرُ** (بارش برسی)۔ **طَلَعَ الشَّمْسُ** (سورج نکلا)۔ مذکورہ مثالوں میں ہر فعل کے ساتھ صرف فاعل کا ذکر کیا گیا ہے اور فعل ہو

فاعل کے ذکر سے بات مکمل ہو گئی ہے۔ اس جیسے فعل کو "فعل لازم" کہتے ہیں۔

فعل متعدی: وہ فعل جسے فاعل کے علاوہ مفعول کی بھی ضرورت ہو۔ جیسے **ضَرِبَ خَالِدٌ مَاءً** (خالد نے پانی پیا)۔ **قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ** (داؤد نے جالوت کو قتل کیا)۔ **حَفِظَ التِّلْمِيْذُ الدَّرْسَ** (شاگرد نے سبق یاد کیا)۔ مذکورہ مثالوں میں ہر فعل کے ساتھ فاعل اور پھر فاعل کے بعد مفعول کا ذکر کیا گیا ہے تب پوری بات سمجھ میں آتی ہے۔ ایسے فعل کو "فعل متعدی" کہتے ہیں۔

سوال 18: فعل معروف اور فعل مجہول کی تعریفیں مثالوں سے واضح کریں۔

جواب: فعل معروف: وہ فعل جس کا فاعل معلوم ہو۔ جیسے **خَرَجَ زَيْدٌ** (زید نکلا) **كَتَبْتُ** (میں نے لکھا)۔ **اَنْزَلَ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ** (اللہ نے قرآن نازل کیا)۔ مذکورہ مثالوں میں ہر فعل کے ساتھ اس کا فاعل ذکر ہے جس سے پتہ چل جاتا ہے کہ فعل کس نے کیا۔ اس جیسے فعل کو "فعل معروف" کہتے ہیں۔

فعل مجہول: وہ فعل جس کا فاعل معلوم نہ ہو۔ جیسے **رُزِقْنَا** (ہمیں رزق دیا گیا)۔ **يُقْتَلُوْنَ** (وہ قتل کیے جاتے ہیں)۔ **شُرِبَ مَاءٌ** (پانی پیا گیا)۔ مذکورہ مثالوں میں کسی فعل کے ساتھ فاعل کا ذکر نہیں اور یہ پتہ نہیں چل رہا کہ فعل کس نے کیا یا کس سے سرزد ہوا ہے۔ اس جیسے فعل کو "فعل مجہول" کہتے ہیں۔

سوال 19: حروف کی اقسام بیان کیجیے اور مثالیں دیجیے۔

جواب: حروف کی مختلف اقسام ہیں، جن میں سے مشہور مندرجہ ذیل ہیں۔

1- **واؤ:** یہ کئی معنوں میں استعمال ہوتی ہے لیکن اس کا زیادہ استعمال دو معنوں میں ہوتا ہے۔ (ا) قسم (ب) عطف

(ا) **قسم:** جب واؤ قسم کے لیے استعمال ہو تو یہ اسم کو زیر دیتی ہے۔ جیسے **وَاللّٰهِ** (اللہ کی قسم)۔ **وَالْقُرْاٰنِ** (قرآن مجید کی قسم)۔ **وَرَبِّ الْكَعْبَةِ** (رب کعبہ کی قسم)۔

(ب) **عطف:** دو یا دو سے زائد اسموں کو ایک فعل کے تحت لانے کو عطف کہتے ہیں۔ حروف عطف بہت سے ہیں جن میں سے ایک "واؤ" بھی ہے۔ جب عطف "واؤ" سے ہو تو ترتیب شرط نہیں۔ جیسے **اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ** (میں اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا)۔ **جَآءَ زَيْدٌ وَبَكْرٌ وَّخَالِدٌ** (زید، بکر اور خالد آئے)۔

2- **فَا:** حرف عطف ہے لیکن اس میں فوری ترتیب شرط ہے۔ جیسے **جَآءَ جَمِيْلٌ فَالْاَمِيْرُ** (پہلے جمیل اور پھر امیر آیا)۔ **سَلَّمْتُ عَلٰى اَبِيْ فَاُمِّيْ** (پہلے میں نے اپنے باپ کو سلام کیا پھر ماں کو)۔

3- **ثُمَّ:** حرف عطف ہے لیکن اس کی ترتیب میں کچھ فاصلہ شرط ہے۔ جیسے **ذَهَبْتُ اِلَى الْمَدْرَسَةِ ثُمَّ الْبُسْتَانِ** (میں مدرسے گیا پھر کچھ وقفہ کے بعد باغ میں گیا)۔ **رَاَيْتُ الْاَسَدَ ثُمَّ الْقِرْدَ** (میں نے شیر دیکھا اور کچھ وقت کے بعد بندر دیکھا)

4- **بَا:** اس کے معنی ہیں "ساتھ"۔ یہ اسم کو زیر دیتا ہے۔ جیسے **بِسْمِ اللّٰهِ** (اللہ کے نام کے ساتھ) **كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ** (میں نے قلم کے ساتھ لکھا)۔

5- **لِ:** کا معنی "کے لیے" ہے۔ **لِلّٰهِ** (اللہ کے لیے)۔ **لِلرَّسُوْلِ** (رسول کے لیے)۔

6- **مِنْ:** اس کے معنی ہیں "کی طرف سے"۔ یہ حرف بھی اپنے مابعد اسم کو زیر دیتا ہے۔ جیسے **اَلْقُرْاٰنُ مِنَ اللّٰهِ** (قرآن اللہ کی طرف سے ہے)۔ **مِنَ الْمَدِيْنَةِ** (مدینہ سے)۔ **قَطَفْتُ الْوَرْدَةَ مِنَ الْحَدِيْقَةِ** (میں نے باغیچہ سے گلاب کا پھول چنا)۔

7- إِلٰى: اس کے معنی ہیں "تک" یا "کی طرف"۔ یہ حرف اپنے مابعد اسم کو زیر دیتا ہے۔ **مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى** (مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک)۔ **سِرْتُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى مَكَّةَ** (میں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک چلا)۔ **إِلَى الْمَدْرَسَةِ** (مدرسہ کو یا مدرسہ کی طرف)۔

8- فِيْ: اردو میں اس کے معنی ہیں "میں" یا "اندر"۔ یہ اسم کو زیر دیتا ہے۔ جیسے **فِي الْقُرْآنِ** (قرآن میں)۔ **فِي الْمَدْرَسَةِ مُعَلِّمٌ** (مدرسہ میں استاد ہے)۔ **فِي الْكِتَابِ عِلْمٌ** (کتاب میں علم ہے)۔ **فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ** (ان منافقوں کے دلوں میں مرض ہے)۔

9- عَلٰى: اس کا معنی "پر" یا "اوپر" ہے۔ جیسے **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ** (بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا ہے)۔ **تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ** (اللہ پر بھروسا رکھو)۔ **أَنْزَلَ اللّٰهُ الْقُرْآنَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ** (اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر قرآن نازل کیا)۔

سوال 20: حروف استفہام کتنے ہیں نیز ان کا استعمال مثالوں سے بتائیں۔

جواب: حروف استفہام یہ ہیں: **أَ** (ہمزہ استفہام)۔ **هَلْ**، **مَا**، **مَنْ**۔ ان کے ذریعے سوال کیا جاتا ہے۔ لیکن ان کا استعمال مختلف ہے۔

ہمزۂ استفہام (أَ) کیا: اس کے معنی ہیں "کیا"۔ یہ ہمزہ جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں قسم کے جملوں پر داخل ہوتا ہے۔ خواہ وہ جملہ مثبت ہو یا منفی اور اس کا جواب "ہاں" یعنی **نَعَمْ** یا "نہیں" یعنی **لَا** سے دیا جاتا ہے۔ جیسے **أَجَاءَ زَيْدٌ؟** (کیا زید آیا؟)۔ **أَأَنْتَ خَالِدٌ** (کیا تو خالد ہے؟)۔ **أَصَلَّيْتَ** (کیا تو نے نماز پڑھی ہے؟)۔ **أَلَا تَذْهَبُ إِلَى الْمَدْرَسَةِ؟** (کیا تو مدرسہ نہیں جائے گا؟)۔

هَلْ (کیا): یہ مثبت جملے پر داخل ہوتا ہے۔ خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ۔ اس کا جواب بھی "ہاں" یعنی **نَعَمْ** یا "نہیں" **لَا** سے دیا جاتا ہے۔ جیسے **هَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ؟** (کیا تم مسلمان ہو؟) **هَلْ جَاءَ الْمُعَلِّمُ؟** (کیا استاد آیا ہے؟) **هَلْ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ؟** (کیا تو اللہ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں پر ایمان رکھتا ہے؟)

مَنْ (کون/کس): یہ وہ اسم استفہام ہے جو ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے **مَنْ أَنْتَ؟** (تو کون ہے؟) **مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ؟** (یہ مرد کون ہے؟)۔ **مَنْ مُعَلِّمُكُمْ؟** (تمہارا استاد کون ہے؟) **مَنْ رَبُّكُمْ؟** (تمہارا رب کون ہے؟) **مَنْ نَبِيُّكُمْ؟** (تمہارا نبی کون ہے؟) **مَنْ ضَرَبَكَ؟** (تجھے کس نے مارا؟)

مَنْ: "جو" اور "جس" کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اس وقت اس کو "**مَنْ موصولہ**" کہتے ہیں۔ جیسے **مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ** (جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا) **لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ** (وہ جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو)۔

مَا (کیا): یہ وہ اسم استفہام ہے جو غیر ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے **مَا هٰذَا؟** (یہ کیا ہے؟) **مَا فِيْ يَدِكَ؟** (تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟) **مَا قِبْلَتُكُمْ؟** (تمہارا قبلہ کیا ہے؟)۔ مَا نفی (نہیں) کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے تو اس وقت اس کو **مَا** نافیہ کہتے ہیں اور اس وقت وہ اسم نہیں بلکہ حرف ہوتا ہے۔ جیسے **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ** (محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں)۔ **مَا آمَنَ بِيْ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَجَارُهٗ جَائِعٌ**۔ (الحدیث) (اس کا مجھ پر ایمان نہیں جو خود سیر ہو کر سو گیا اور اس کا پڑوسی بھوکا رہا)۔

اہم نکات

کلمہ: کلمہ اُس اکیلے لفظ کو کہتے ہیں جو ایک ہی معنی کے لیے بولا جائے جیسے **کِتَابٌ** (کتاب)۔

اسم: وہ کلمہ ہے جو کسی انسان، جانور، جگہ یا چیز کا نام ہو جیسے **طَارِقٌ** (طارق)۔

فعل: وہ کلمہ ہے جس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا کسی نہ کسی زمانے میں پایا جائے جیسے **ذَهَبَ** (وہ گیا)۔

حرف: وہ کلمہ ہے جو نہ تو کسی شخص یا چیز کا نام ہو اور نہ اس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا ظاہر ہو یہ تنہا اپنا معنی اور مفہوم ادا نہیں کر سکتا، بلکہ کسی اسم یا فعل کے ساتھ مل کر آتا ہے۔ جیسے **مِنْ** (سے)۔

اسم نکرہ: وہ اسم ہے جو کسی عام شخص، چیز یا جگہ کے لیے بولا جائے جیسے **کِتَابٌ** (کوئی کتاب)۔

اسم معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی خاص شخص، چیز یا جگہ کے لیے بولا جائے جیسے **قُرْآنٌ** (خاص کتاب)۔

مذکر: وہ اسم ہے جو انسان، حیوان یا کسی اور چیز کے نر ہونے کو ظاہر کرے۔ جیسے **اَبٌ** (باپ)۔

مؤنث: وہ اسم ہے جو انسان، حیوان یا کسی اور چیز کی مادہ کو ظاہر کرے جیسے **اُمٌّ** (ماں)۔

مفرد: وہ اسم ہے جو کسی ایک چیز کو ظاہر کرے جیسے **قَلَمٌ** (ایک قلم)۔

تثنیہ: وہ اسم ہے جو دو چیزوں کو ظاہر کرے۔ جیسے **قَلَمَانِ** (دو قلم)۔

جمع: وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ چیزوں کو ظاہر کرے۔ جیسے **اَقْلَامٌ** (بہت سے قلم)۔

جمع مکسر: وہ جمع جس کو بنانے کے لیے اس کے مفرد میں تبدیلی کرنی پڑے۔ جیسے **قَلَمٌ** سے **اَقْلَامٌ**۔

جمع سالم: وہ جمع جس کے بناتے وقت مفرد میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو۔ جیسے **مُسْلِمٌ** سے **مُسْلِمُوْنَ**۔

اسم ضمیر: وہ اسم معرفہ جو غائب، مخاطب یا متکلم پر دلالت کرے اور جو کسی نام یا چیز کے نام کی بجائے استعمال کیا جائے۔ جیسے **هُوَ** (وہ مرد)۔

اسم ضمیر منفصل: ضمیر منفصل وہ ہے جو کسی فعل، اسم یا حرف سے الگ استعمال ہو۔ جیسے **هُوَ** (وہ)۔

فعل ماضی: وہ فعل جس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا گزرے ہوئے زمانے میں پایا جائے۔ جیسے **دَخَلَ** (وہ داخل ہوا)۔

فعل مضارع: وہ فعل جس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا موجودہ یا آئندہ زمانے میں پایا جائے۔ جیسے **يَقْرَأُ** (وہ پڑھتا ہے یا پڑھے گا)۔

فعل امر: وہ فعل جس میں کسی کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جائے۔ جیسے **اُكْتُبْ** (تو لکھ)

مرکب: مرکب وہ ہے جو کم از کم دو کلموں سے مل کر بنے۔ جیسے **عَبْدُ اللّٰهِ** (اللہ کا بندہ)

مرکب ناقص: وہ کلام جس سے سننے والے کو پورا مطلب حاصل نہ ہو یا بات پوری طرح سمجھ میں نہ آئے۔ اسے مرکب ناقص کہتے ہیں۔ جیسے **كِتَابُ الْوَلَدِ** (لڑکے کی کتاب)۔

مرکب تام: وہ کلام جس سے سننے والے کو پوری بات سمجھ میں آ جائے، یا جس سے سننے والے کو پورا مطلب حاصل ہو جائے مرکب تام کہلاتا ہے۔ جیسے **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** (محمد اللہ کے رسول ہیں)۔

مرکب توصیفی: وہ مرکب جو صفت اور موصوف سے مل کر بنے۔ جیسے **وَلَدٌ نَظِيْفٌ** (صاف ستھرا لڑکا)

فعل لازم: وہ فعل جو صرف فاعل کے ملنے پر پوری بات ظاہر کرے اور اسے مفعول کی ضرورت نہ ہو۔ جیسے **جَآءَ طَارِقٌ** (طارق آیا)۔

فعل معروف: وہ فعل جس کا فاعل معلوم ہو۔ جیسے **خَرَجَ زَيْدٌ** (زید نکلا)

فعل مجہول: وہ فعل جس کا فاعل معلوم نہ ہو۔ جیسے **رُزِقْنَا** (ہمیں رزق دیا گیا)۔

حل مشقی سوالات

(1) کلمہ، حرف، اسم نکرہ اور اسم معرفہ کی تعریف کیجیے اور مثالوں سے اپنے جواب کی وضاحت کیجیے۔

جواب: دیکھیے سوال 1، 2

(2) اسم ضمیر کی اقسام بیان کیجیے اور مثالیں دیجیے۔

جواب: دیکھیے سوال 8

(3) مرکب ناقص اور مرکب تام کی قسمیں بیان کریں۔

جواب: دیکھیے سوال 15، 16

(4) هَلْ، مَا، مَنْ کا استعمال مع امثلہ وضاحت سے لکھیں۔

جواب: دیکھیے سوال 20

(5) فعل کی اقسام بیان کیجیے نیز "یَکْتُبُ" سے فعل مضارع کی گردان لکھیں۔

جواب: دیکھیے سوال 11، 12

معروضی سوالات

کلمہ اور اُس کی اقسام

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 اکیلے بامعنی لفظ کو کہتے ہیں:

(ا) کلمہ (ب) فعل (ج) اسم (د) حرف

-2 کلمہ کی اقسام ہیں:

(ا) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

-3 وہ کلمہ جو کسی انسان، حیوان یا چیز کا نام ہو کہلاتا ہے:

(ا) حرف (ب) فعل (ج) اسم (د) مصدر

-4 اَسَدٌ گرامر کی رُو سے ہے:

(ا) حرف (ب) فاعل (ج) اسم ضمیر (د) اسم

-5 وہ کلمہ جو اسم یا فعل کے ساتھ ملے بغیر استعمال نہ ہوتا ہو کہلاتا ہے:

(ا) اسم موصول (ب) فعل (ج) حرف (د) مصدر

-6 مِنْ گرامر کی رُو سے ہے:

(ا) اسم معرفہ (ب) حرف (ج) اسم نکرہ (د) فعل

جوابات: -1 کلمہ -2 تین -3 اسم -4 اسم -5 حرف -6 حرف

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- کلمہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اکیلے بامعنی لفظ کو کلمہ کہتے ہیں۔ جیسے۔ قُرْآنٌ، کِتَابٌ، جَاءَ، اِلٰی وغیرہ۔

2- کلمہ کی کون کون سی اقسام ہیں؟

جواب: کلمہ کی تین اقسام ہیں: i- اسم ii- فعل iii- حرف

3- اسم کی تعریف کریں اور دو مثالیں دیں۔

جواب: اسم وہ کلمہ ہے جو کسی انسان، حیوان یا چیز کا نام ہو۔ مثلاً طَارِقٌ، اَسَدٌ، قَلَمٌ وغیرہ۔

4- فعل کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: فعل وہ کلمہ ہے جس میں کسی کام کا ہونا یا کرنا کسی نہ کسی زمانے میں پایا جائے۔ مثال کے طور پر جَاءَ، اَکَلَ، یَدْخُلُ وغیرہ۔

5- حرف کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ کلمہ جو اسم یا فعل کے ساتھ ملے بغیر استعمال نہ ہوتا ہو فعل کہلاتا ہے۔ مثلاً مِنْ (سے) اِلٰی (تک) عَلٰی (پر)، هَلْ (کیا) وغیرہ۔

اسم نکرہ و معرفہ

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- عام چیز، جگہ یا شخص کے نام کو کہتے ہیں:
(ا) اسم نکرہ (ب) اسم معرفہ (ج) اسم ضمیر (د) اسم موصول

2- خاص چیز، جگہ یا شخص کے نام کو کہتے ہیں:
(ا) اسم موصول (ب) اسم نکرہ (ج) اسم معرفہ (د) اسم ضمیر

3- اسم نکرہ کی مثال ہے:
(ا) عَلِی (ب) اَکَلَ (ج) قُرْآنٌ (د) کِتَابٌ

4- اسم معرفہ کی مثال ہے:
(ا) اَسَدٌ (ب) قَلَمٌ (ج) مُحَمَّدٌ (د) اِلٰی

5- اسم نکرہ پر اگر الف لام (ال) لگا دیا جائے تو وہ بن جاتا ہے:
(ا) اسم معرفہ (ب) اسم موصول (ج) مصدر (د) جمع

جوابات: 1- اسم نکرہ 2- اسم معرفہ 3- کِتَابٌ 4- مُحَمَّدٌ 5- اسم معرفہ

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- اسم نکرہ کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ اسم جو کسی خاص چیز، جگہ یا شخص کا نام نہ ہو، اسم نکرہ کہلاتا ہے، مثلاً کِتَابٌ، رَجُلٌ (آدمی) جَمَلٌ (اونٹ) وغیرہ۔

2- اسم معرفہ کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: کسی خاص چیز، جگہ یا شخص کے نام کو اسم معرفہ کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر قُرْآنٌ، مُحَمَّدٌ، عَائِشَةُ وغیرہ۔

-3 اسم نکرہ کو کس طرح اسم معرفہ بنایا جاتا ہے؟

جواب: اسم نکرہ پر الف لام (ال) لگا دیا جائے تو وہ اسم معرفہ بن جاتا ہے۔ الف لام (ال) جب داخل ہو تو اسم نکرہ کی تنوین بھی گر جاتی ہے جیسے تِلْمِيْذٌ سے اَلتِّلْمِيْذُ ، بَيْتٌ سے اَلْبَيْتُ وغیرہ۔

مذکر و مؤنث

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 وہ اسم جو انسان، حیوان یا کسی چیز کے نر کو ظاہر کرے اسے کہتے ہیں:

(ا) مؤنث (ب) مذکر (ج) جمع (د) تثنیہ

-2 وہ اسم جو انسان، حیوان یا کسی چیز کی مادہ کو ظاہر کرے اسے کہتے ہیں:

(ا) اسم ضمیر (ب) اسم نکرہ (ج) اسم معرفہ (د) مونث

-3 اَبٌ مثال ہے:

(ا) جمع کی (ب) مؤنث کی (ج) مذکر کی (د) تثنیہ کی

-4 جس کے آخر میں علامات مؤنث میں سے کوئی علامت موجود ہو اسے کہتے ہیں:

(ا) مؤنث لفظی (ب) مؤنث معنوی (ج) جمع تکسیر (د) جمع سالم

-5 مؤنث کی اقسام ہیں:

(ا) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

-6 علامات مونث ہیں:

(ا) تین (ب) چار (ج) پانچ (د) سات

جوابات: -1 مذکر -2 مؤنث -3 مذکر کی -4 مؤنث لفظی -5 دو -6 تین

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 مذکر کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: مذکر وہ اسم ہے جو انسان، حیوان یا کسی اور چیز کے نر کو ظاہر کرے، جیسے اَبٌ (باپ)، رَجُلٌ (مرد)، اَسَدٌ (شیر) وغیرہ۔

-2 مؤنث کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: مؤنث وہ اسم ہے جو انسان، حیوان یا کسی اور چیز کی مادہ کو ظاہر کرے مثلاً اُمٌّ (ماں)، اُخْتٌ (بہن)، دَجَاجَةٌ (مرغی) وغیرہ۔

-3 مؤنث کی کون کون سی اقسام ہیں؟

جواب: مؤنث کی دو اقسام ہیں: -1 مؤنث لفظی -2 مؤنث معنوی

-4 علامات مؤنث کون کون سی ہیں؟

جواب: علامات مؤنث مندرجہ ذیل تین ہیں:

-1 تائے مربوطہ زائدہ -2 الف مقصورہ زائدہ -3 الف ممدودہ زائدہ

-5 عربی زبان میں قبیلوں اور ملکوں کے نام مذکر ہوتے ہیں یا مؤنث؟

جواب: عربی زبان میں قبیلوں اور ملکوں کے نام مؤنث معنوی ہوتے ہیں مثلاً مُلْتَانُ ' بَاكِسْتَانُ وغیرہ۔

مفرد، تثنیہ، جمع

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- وہ اسم جو ایک چیز کو ظاہر کرے کہلاتا ہے:
(ا) مرکب (ب) مفرد (ج) جمع (د) فعل

2- وہ اسم جو دو چیزوں کو ظاہر کرے کہلاتا ہے:
(ا) تثنیہ (ب) واحد (ج) جمع (د) مرکب

3- "قَلَمَانِ" گرامر کی رُو سے ہے:
(ا) واحد (ب) فاعل (ج) مضاف (د) تثنیہ

4- وہ اسم جو دو سے زیادہ چیزوں کو ظاہر کرے کہلاتا ہے:
(ا) واحد (ب) تثنیہ (ج) جمع (د) واحد

جوابات: 1- مفرد 2- تثنیہ 3- تثنیہ 4- جمع

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- مفرد کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: مفرد وہ اسم ہے جو ایک چیز کو ظاہر کرے مثلاً قَلَمٌ (ایک قلم)، بِنْتٌ (ایک لڑکی)، اَسَدٌ (ایک شیر) وغیرہ۔

2- تثنیہ سے کیا مراد ہے؟ مثالیں بھی دیں۔

جواب: وہ اسم جو دو چیزوں کو ظاہر کرے وہ تثنیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً قَلَمَانِ (دو قلم)، تِلْمِیْذَانِ (دو طالب علم)، مِصْبَاحَانِ (دو لیمپ) وغیرہ۔

3- جمع سے کیا مراد ہے؟ مثالیں دیں۔

جواب: جمع وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ چیزوں کو ظاہر کرے مثلاً اَقْلَامٌ (قلمیں)، بَنَاتٌ (لڑکیاں)، مُسْلِمُوْنَ (بہت سارے مسلمان)

جمع کی اقسام

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- جمع کی اقسام ہیں:
(ا) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

2- وہ جمع جو مفرد میں کچھ تبدیلی کر کے بنائی جائے اسے کہتے ہیں:
(ا) جمع سالم (ب) تثنیہ (ج) فعل لازم (د) جمع مکسر

3- کُتُبٌ گرامر کی رُو سے ہے:
(ا) جمع مکسر (ب) جمع سالم (ج) واحد (د) تثنیہ

4- جس کے بناتے وقت مفرد میں تبدیلی واقع نہ ہو اسے کہتے ہیں:
(ا) جمع مکسر (ب) جمع سالم (ج) اسم ضمیر (د) فعل امر

-5 جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم اقسام ہیں:

(ا) جمع مکسر کی (ب) جمع سالم کی (ج) اسم ضمیر کی (د) مؤنث کی

-6 قَانِتُوْنَ مثال ہے:

(ا) تثنیہ کی (ب) فعل مضارع کی (ج) فعل امر کی (د) جمع مذکر سالم کی

جوابات: 1- دو 2- جمع مکسر 3- جمع مکسر 4- جمع سالم 5- جمع سالم کی 6- جمع مذکر سالم کی

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 جمع کی اقسام تحریر کریں۔

جواب: جمع کی دو اقسام ہیں: (1) جمع مکسر (2) جمع سالم

-2 جمع مکسر سے کیا مراد ہے؟

جواب: وہ جمع ہے جو مفرد میں کچھ تبدیلی کر کے بنائی جائے مثلاً قَلَمٌ سے اَقْلَامٌ، رَجُلٌ سے رِجَالٌ وغیرہ۔

-3 جمع سالم سے کیا مراد ہے؟

جواب: جمع سالم وہ ہے جس کو بناتے وقت مفرد میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو مثلاً صَادِقٌ سے صَادِقُوْنَ، مُؤْمِنَةٌ سے مُؤْمِنَاتٌ وغیرہ۔

ضمائر

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 وہ اسم معرفہ جو غائب، مخاطب یا متکلم پر دلالت کرے اسے کہتے ہیں:

(ا) اسم ضمیر (ب) مرکب توصیفی (ج) مرکب اضافی (د) جملہ فعلیہ

-2 اسم ضمیر کی اقسام ہیں:

(ا) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

-3 "خَرَجْنَا" مثال ہے:

(ا) مذکر کی (ب) مؤنث کی (ج) اسم ضمیر متصل کی (د) جمع سالم کی

-4 ضمیر منفصل وہ ہے جو استعمال ہو:

(ا) فعل کے ساتھ (ب) الگ (ج) اسم کے ساتھ (د) حرف کے ساتھ

-5 اسم ضمیر متصل کی اقسام ہیں:

(ا) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

جوابات: 1- اسم ضمیر 2- دو 3- اسم ضمیر متصل کی 4- الگ 5- تین

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 اسم ضمیر کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: اسم ضمیر وہ اسم معرفہ ہے جو غائب، مخاطب یا متکلم کو ظاہر کرے مثلاً هُوَ (وہ مرد) هِيَ (وہ عورت) اَنْتَ (تو ایک مرد) وغیرہ۔

-2 اسم ضمیر کی کون کون سی اقسام ہیں؟

جواب: 1- اسم ضمیر متصل 2- اسم ضمیر منفصل

-3 اسم ضمیر متصل کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ اسم ضمیر جو کسی فعل، اسم یا حرف کے ساتھ مل کر استعمال ہوا سے اسم ضمیر متصل کہتے ہیں۔

مثلاً خَرَجْتُ (میں نکلا) سَاعَتُكَ (تیری گھڑی)، عَلَيْنَا (ہم پر)

ان مثالوں میں تُ، کَ اور نَا اسم ضمیر متصل ہیں۔

-4 اسم ضمیر متصل کی کون کون سی اقسام ہیں؟

جواب: اسم ضمیر متصل کی تین اقسام ہیں: 1- مرفوع 2- منصوب 3- مجرور

-5 اسم ضمیر منفصل کی کون کون سی اقسام ہیں؟

جواب: اسم ضمیر منفصل کی دو اقسام ہیں: 1- اسم ضمیر منفصل مرفوع 2- اسم ضمیر منفصل منصوب

فعل کی اقسام

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 وہ فعل جس میں کسی کام کا گزرے ہوئے زمانے میں واقع ہونا سمجھا جائے کہلاتا ہے:
(ا) فعل امر (ب) فعل ماضی (ج) فعل مضارع (د) فعل نہی

-2 فعل ماضی کی مثال ہے:
(ا) يَشْرِبُ (ب) اِضْرِبْ (ج) آكَلَ (د) كُتِبَ

-3 وہ فعل جس میں کسی کام کا زمانہ حال یا مستقبل میں واقع ہونا سمجھا جائے کہلاتا ہے:
(ا) فعل نہی (ب) فعل امر (ج) فعل ماضی (د) فعل مضارع

-4 فعل مضارع کی مثال ہے:
(ا) خَرَجَ (ب) يَدْخُلُ (ج) قُتِلَ (د) كُلْ

-5 فعل ماضی اور فعل مضارع میں جب فاعل اسم ضمیر ہو تو ہر فعل کے عربی میں صیغے استعمال ہوتے ہیں:
(ا) چودہ (ب) پندرہ (ج) چھے (د) آٹھ

-6 فعل ماضی اور مضارع میں غائب اور حاضر کے صیغے ہوتے ہیں:
(ا) دو، دو (ب) تین، تین (ج) چار، چار (د) چھے، چھے

-7 وہ فعل جس میں کسی کام کا حکم دیا جائے اسے کہتے ہیں:
(ا) فعل نہی (ب) فعل امر (ج) فعل ماضی (د) فعل مضارع

جوابات: 1- فعل ماضی 2- آكَلَ 3- فعل مضارع 4- يَدْخُلُ 5- چودہ 6- چھے، چھے 7- فعل امر

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 فعل ماضی سے کیا مراد ہے؟ مثالیں دیں۔

جواب: وہ فعل جس میں کسی کام کا گزرے ہوئے زمانے میں واقع ہونا سمجھا جائے اس کو فعل ماضی کہتے ہیں۔ مثلاً دَخَلَ (وہ داخل ہوا)،

خَرَجَ (وہ نکلا) اَکَلَ (اس نے کھایا) وغیرہ۔

-2 عربی زبان میں ہر فعل کے کتنے صیغے ہوتے ہیں؟

جواب: عربی زبان میں ہر فعل کے چودہ صیغے ہوتے ہیں۔

-3 فعل امر کے کتنے صیغے ہوتے ہیں؟

جواب: فعل امر کے چھے صیغے ہوتے ہیں۔

-4 فعل مضارع کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ فعل جس میں کسی کام کا کرنا، ہونا زمانہ حال یا زمانہ مستقبل میں پایا جائے اسے فعل مضارع کہتے ہیں۔ مثلاً یَقْرَأُ (وہ پڑھتا ہے یا پڑھے گا)، یَدْخُلُ (وہ داخل ہوتا ہے یا داخل ہوگا)، یَسْمَعُ (وہ سنتا ہے یا سنے گا) وغیرہ۔

-5 فعل امر کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: وہ فعل جس میں کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جائے یا کسی سے التجا کی جائے اسے فعل امر کہتے ہیں۔ مثلاً اُکْتُبْ (تو لکھ) اِسْمَعْ (تو سن)، اِرْحَمْ (تو رحم فرما) وغیرہ۔

مرکب

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 جو کم از کم دو کلموں سے مل کر بنے اُسے کہتے ہیں:

(ا) مرکب (ب) فعل امر (ج) فعل نہی (د) فعل مضارع

-2 مرکب کی اقسام ہیں:

(ا) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

-3 مرکب ناقص کی مثال ہے:

(ا) جَاءَ طَارِقٌ (ب) تَكْتُبُ (ج) اِضْرِبْ (د) كِتَابُ الْوَلَدِ

-4 مرکب تام کی مثال ہے:

(ا) اَللّٰهُ رَحِيْمٌ (ب) كِتَابُ الْوَلَدِ (ج) اُخْرُجْ (د) ذَهَبَ

-5 مرکب ناقص کی اقسام ہیں:

(ا) چار (ب) پانچ (ج) دو (د) چھے

-6 مرکب اضافی کے اجزا ہیں:

(ا) فعل اور فاعل (ب) مبتدا اور خبر (ج) صفت اور موصوف (د) مضاف اور مضاف الیہ

-7 مرکب اضافی کی مثال ہے:

(ا) وَلَدٌ نَظِيْفٌ (ب) قَلَمُ الْبِنْتِ (ج) اَللّٰهُ غَفُوْرٌ (د) ثَلَاثَةُ اَقْلَامٍ

-8 مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آتا ہے:

(ا) فارسی میں (ب) اردو میں (ج) پنجابی میں (د) عربی میں

جوابات: 1- مرکب 2- دو 3- كِتَابُ الْوَلَدِ 4- اَللّٰهُ رَحِيْمٌ 5- دو
6- مضاف اور مضاف الیہ 7- قَلَمُ الْبِنْتِ 8- عربی میں

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- مرکب کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: مرکب کی دو اقسام ہیں: 1- مرکب ناقص 2- مرکب تام

2- مرکب ناقص کی تعریف مع امثلہ کریں۔

جواب: ایسا مرکب جس سے مکمل بات سمجھ میں نہ آئے اسے مرکب ناقص کہتے ہیں۔ مثلاً كِتَابُ الْوَلَدِ (بچے کی کتاب) بُسْتَانٌ جَمِيْلٌ (خوبصورت باغ) وغیرہ۔

3- مرکب تام کی تعریف مع امثلہ کریں۔

جواب: ایسا مرکب جس سے مکمل بات سمجھ میں آجائے اسے مرکب تام یا جملہ کہتے ہیں۔
مثلاً جَاءَ طَارِقٌ (طارق آیا) اَللّٰهُ رَحِيْمٌ (اللہ رحم کرنے والا ہے) وغیرہ۔

4- مرکب ناقص کی اقسام تحریر کریں۔

جواب: مرکب ناقص کی دو اقسام ہیں: 1- مرکب اضافی 2- مرکب توصیفی

5- مرکب اضافی سے کیا مراد ہے؟ مثالیں دیں۔

جواب: وہ مرکب ناقص جو مضاف اور مضاف الیہ سے مل کر بنے مرکب اضافی کہلاتا ہے۔ مثلاً عَبْدُ اللّٰهِ (اللہ کا بندہ)۔ قَلَمُ الْبِنْتِ (لڑکی کا قلم)، كِتَابُ الْوَلَدِ (لڑکے کی کتاب) وغیرہ۔

6- مرکب اضافی کی شرائط تحریر کریں۔

جواب: 1- عربی میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آتا ہے۔ 2- مضاف ہمیشہ نکرہ اور مضاف الیہ ہمیشہ معرفہ ہوتا ہے۔
3- مضاف الیہ کے نیچے ہمیشہ زیر پڑھی جاتی ہے۔

7- مرکب توصیفی کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: ایسا مرکب ناقص جو صفت اور موصوف سے مل کر بنے مرکب توصیفی کہلاتا ہے۔ مثلاً وَلَدٌ نَظِيْفٌ (صاف ستھرا بچہ) رِجَالٌ صَادِقُوْنَ (سچے مرد) وغیرہ۔

8- مرکب توصیفی کی شرائط بیان کریں۔

جواب: 1- عربی زبان میں موصوف پہلے اور صفت بعد میں آتی ہے۔
2- صفت اپنے موصوف کے ساتھ تذکیر و تانیث، تعریف و تنکیر اور واحد جمع ہونے میں پوری مطابقت رکھتی ہے۔

9- مرکب تام کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: مرکب تام کی دو اقسام ہیں: 1- جملہ اسمیہ 2- جملہ فعلیہ

10- جملہ اسمیہ کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔

جواب: ایسا جملہ جس کا پہلا جزو اسم ہو جملہ اسمیہ کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر اَللّٰهُ غَفُوْرٌ (اللہ بخشنے والا ہے)
زَيْنَبُ عَابِدَةٌ (زینب عبادت گزار ہے) وغیرہ۔

فعل (لازم، متعدی، معروف و مجہول)

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 وہ فعل جس کو مفعول بہ کی ضرورت نہ ہو اور فاعل پر بات ختم ہو جائے کہلاتا ہے:
(ا) فعل لازم (ب) فعل متعدی (ج) فعل معروف (د) فعل مجہول

-2 وہ فعل جسے فاعل کے علاوہ مفعول بہ کی ضرورت ہو کہلاتا ہے:
(ا) فعل لازم (ب) فعل متعدی (ج) فعل مجہول (د) فعل معروف

-3 فعل معروف وہ فعل ہے جس کا معلوم ہو:
(ا) مفعول (ب) اسم (ج) فاعل (د) فعل

-4 وہ فعل جس کا فاعل معلوم نہ ہو کہلاتا ہے:
(ا) فعل معروف (ب) فعل مجہول (ج) فعل متعدی (د) فعل لازم

جوابات: -1 فعل لازم -2 فعل متعدی -3 فاعل -4 فعل مجہول

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 فعل لازم کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔
جواب: ایسا فعل جس کو مفعول بہ کی ضرورت نہ ہو اور فاعل پر بات ختم ہو جائے اسے فعل لازم کہتے ہیں۔ مثلاً جَاءَ طَارِقٌ (طارق آیا)۔
ذَهَبَ خَالِدٌ (خالد چلا گیا) وغیرہ۔

-2 فعل متعدی کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔
جواب: ایسا فعل جس کو فاعل کے علاوہ مفعول بہ کی بھی ضرورت ہو اور مفعول بہ کا ذکر کیے بغیر بات مکمل نہ ہو اسے فعل متعدی کہتے ہیں۔ مثلاً
شَرِبَ خَالِدٌ مَاءً (خالد نے پانی پیا) قَرَءَ عَلِیٌّ كِتَابًا (علی نے کتاب کو پڑھا) وغیرہ۔

-3 فعل معروف کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔
جواب: ایسا فعل جس کا فاعل معلوم ہو فعل معروف کہلاتا ہے۔
مثلاً خَرَجَ خَالِدٌ (خالد نکلا) كَتَبْتُ (میں نے لکھا) وغیرہ۔

-4 فعل مجہول کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔
جواب: ایسا فعل جس کا فاعل معلوم نہ ہو اسے فعل مجہول کہتے ہیں۔
مثلاً رُزِقْنَا (ہمیں رزق دیا گیا)۔ يُقْتَلُوْنَ (وہ قتل کیے جاتے ہیں)۔ شُرِبَ مَاءٌ (پانی پیا گیا)۔

حروف

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 عربی زبان میں واؤ کا استعمال زیادہ تر ہوتا ہے:
(ا) دو معنوں میں (ب) تین معنوں میں (ج) چار معنوں میں (د) پانچ معنوں میں

-2 واؤ کا استعمال ہوتا ہے:
(ا) قسم اور عطف میں (ب) جملہ اسمیہ میں (ج) جملہ فعلیہ میں (د) اسمِ استفہام میں

-3 واؤ، فا اور ثُمَّ ہیں:
(ا) حروفِ استفہام (ب) حروفِ جار (ج) حروفِ شرط (د) حروفِ عطف

-4 لِ، مِنْ، اِلٰی، فِیْ، عَلٰی ہیں:
(ا) حروفِ جار (ب) حروفِ عطف (ج) حروفِ استفہام (د) حروفِ شرط

-5 هَلْ، مَا اور مَنْ حروف ہیں:
(ا) حروفِ جار (ب) حروفِ عطف (ج) حروفِ علت (د) حروفِ استفہام

-6 مِنْ کا معنی ہے:
(ا) سے (ب) کو (ج) میں (د) پر

-7 عَلٰی کا معنی ہے:
(ا) میں (ب) تک (ج) اوپر (د) کے لیے

جوابات: -1 دو معنوں میں -2 قسم اور عطف میں -3 حروفِ عطف -4 حروفِ جار
-5 حروفِ استفہام -6 سے -7 اوپر

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 واؤ کا استعمال زیادہ تر کن معنوں میں ہوتا ہے؟

جواب: واؤ کا استعمال زیادہ تر دو معنوں میں ہوتا ہے۔ -1 قسم -2 عطف

-2 واؤ جب قسم کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے تو کیا کرتا ہے؟

جواب: واؤ جب قسم کے معنوں میں استعمال ہو تو یہ اسم کو زیر دے گی۔ مثلاً وَاللّٰہِ (اللہ کی قسم) وَالْقُرْاٰنِ (قرآن مجید کی قسم) وغیرہ۔

-3 حروفِ عطف کسے کہتے ہیں؟ مثالیں دیں۔

جواب: دو یا دو سے زائد اسموں کو ایک فعل کے تحت لانے کو عطف کہتے ہیں۔ چند حروف عطف یہ ہیں۔ واؤ، فَا، ثُمَّ وغیرہ۔

-4 حروفِ جار اسم پر کیا عمل کرتے ہیں؟

جواب: حروفِ جار اسم کو زیر دیتے ہیں۔

-5 حروفِ استفہام سے کیا مراد ہے؟

جواب: حروفِ استفہام وہ حروف ہیں جن کے ذریعے سوال کیا جاتا ہے۔

-6 حروفِ استفہام معنی کے ساتھ لکھیں۔

جواب: i- هَلْ (کیا) ii- مَا (کیا) iii- مَنْ (کون، کس)

-7 کونسا اسم استفہام ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے؟

جواب: مَنْ وہ اسم استفہام ہے جو ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
مثلاً "مَنْ اَنْتَ ؟ (تو کون ہے؟) مَنْ نَبِیُّکُمْ؟ (تمہارا نبی کون ہے؟)

افضل الرسل ﷺ

سوال 1: آنحضرت ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں۔ وضاحت کیجیے۔

جواب: انسانیت کی اصلاح کا عام طریقہ تو وعظ و نصیحت ہے مگر ترقی یافتہ طریقہ یہ ہے کہ اخلاق پر اعلیٰ درجے کی کتابیں لکھی جائیں اور مطالعہ کے لیے ان کو دنیا میں پھیلا دیا جائے یا لوگوں سے اچھے اخلاق پر عمل کرایا جائے اور برے کاموں سے روکا جائے۔ ان تمام طریقوں سے بڑھ کر صحیح، مکمل اور جامع طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص مجسم اخلاق بن کر ہمارے سامنے آجائے جس کے نیک اعمال ہمارے لیے کامل نمونہ ہوں۔ اس کے ظاہر و باطن میں کوئی فرق نہ ہو، جس کی زبان میں اس قدر تاثیر ہو کہ ہر کوئی اس کے اخلاق کا گرویدہ ہو کر اس کی آواز پر لبیک کہے۔ ایسی جامع اور پاکباز ہستیاں اللہ نے انبیا اور رسولوں کی شکل میں دنیا میں بھیجیں جو نوع انسانی کی اصلاح و تربیت کا فرض انجام دے کر رخصت ہوتی رہیں۔

ان ہستیوں میں خاص طور پر حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت لوطؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ قابل ذکر ہیں۔ سب سے آخر میں حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو درج ذیل اوصاف کی بناء پر تمام نبیوں اور رسولوں کا سردار بنا کر بھیجا۔

رسالت محمدی ﷺ کی خصوصیات

(1) جامعیت: تمام انبیاء کرامؑ اپنے اپنے وقت کے حالات اور زمانے کی ضرورت کے مطابق دنیا کی اصلاح و تربیت کے لیے تشریف لاتے رہے۔ ان سب کی تعلیم و تبلیغ اگرچہ اپنے وقت کی ضرورت کے مطابق مکمل اور کامل تھی لیکن ہر نئے دور کے لیے نبی کی ضرورت پیش آتی رہی جو گزشتہ رسولوں کی تعلیم کی تکمیل کے لیے ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت محمد ﷺ ایک کامل راہنما کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائے۔ آپ چونکہ خاتم الانبیاء ہیں اس لیے آپ ﷺ کی نبوت اور آپ کی لائی ہوئی کتاب قیامت تک کے لیے ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی ذات اقدس بھی گزشتہ تمام انبیاء کی جامع ہے۔ آپ ﷺ ہر خوبی اور اچھائی کی معراج اور بلندی پر فائز ہیں۔

2- حفاظت سیرت: آپ ﷺ کی تعلیمات کی سچائی اور شخصیت کا کمال یہ ہے کہ آپ ﷺ کی زبان کا ایک ایک حرف آپ ﷺ کی حرکات و سکنات کی ایک ایک ادا اور آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک خدوخال پوری طرح محفوظ ہے۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ دنیا میں وہ کون سا شخص گزرا ہے جس کی حیات طیبہ اور زندگی کے ہر کارنامے کو حد درجہ احتیاط اور اتنی وسعت و تفصیل سے لکھا گیا کہ اقوال و افعال، وضع و قطع، شکل و شباہت، رفتار و گفتار، مزاج و طبیعت، انداز گفتگو، طرز زندگی، رہنے سہنے، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے اور ہنسنے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ رہ گئی ہو تو اس سوال کا جواب صرف اور صرف یہی ہو سکتا ہے کہ "حضرت محمد ﷺ"۔

3- عالمگیر رسالت: نبی کریم ﷺ کے تمام رسولوں اور نبیوں کے سردار ہونے کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ باقی تمام انبیا علیہم السلام کا اپنے اپنے دور میں دائرہ تبلیغ محدود تھا مگر اس کے برعکس رسول کریم ﷺ پوری انسانیت کے لیے تا قیامت ہادی بن کر تشریف لائے۔ نبی کریم ﷺ

نے خود بحکم الٰہی اپنی عالمگیر دعوت کا اعلان یوں کیا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف:158)

ترجمہ کہہ دو۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔

اسی بناء پر آپ ﷺ کی تعلیمات انسانیت کی رہنمائی کے لیے کتاب وسنت کی شکل میں موجود ہیں اور مسلم وغیر مسلم راہ حق پانے اور اس پر گامزن رہنے کے لیے ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

4۔ حفاظت قرآن: نبی کریم ﷺ سے پہلے رسولوں پر جو کتابیں نازل ہوئیں ان میں سے کسی کتاب کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا۔ جب کہ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:9)

ترجمہ بے شک ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

5۔ ختم نبوت: حضرت محمد ﷺ کی ایک امتیازی خصوصیت ختم نبوت ہے۔ آپ ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیا تشریف لائے ہر ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آ جاتا تھا مگر حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے۔

رسالت، مفہوم، منصب اور اس کی عظمت

سوال 2: منصب رسالت اور اس کی عظمت پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

جواب: رسالت کا مفہوم: رسالت کا مادہ "ر س ل" ہے۔ عربی قواعد کے لحاظ سے یہ مصدر ہے جس کا لغوی معنی بھیجنا اور خط وکتابت کرنا ہے۔ اسلامی شریعت کے مطابق کسی برگزیدہ بندے کو انسانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجنا رسالت کہلاتا ہے۔ پیغام پہنچانے والے کو رسول کہتے ہیں۔ رسالت کا ہم معنی لفظ "پیغمبر" ہے۔

منصب رسالت کی عظمت: توحید کے بعد قرآن مجید نے جس عقیدے کی درستگی پر زور دیا ہے وہ رسالت ہے۔ ارکان اسلام میں توحید اور رسالت کو ایک ہی رکن شمار کیا گیا ہے۔

کسی تعلیم کی اچھائی اور برائی میں معلم (تعلیم دینے والے) کے ذاتی کردار کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ اچھی تعلیم کا معلم بدعمل انسان ہو یا بری تعلیم کا معلم نیکوکار ہو۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے ساتھ ہم کلام نہیں ہوتا بلکہ وہ کسی خاص انسان کو ہم کلامی کے لیے چن لیتا ہے جو اللہ کی جانب سے انسانوں کی ہدایت کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ بشری کمالات سے متصف یہ انسان نہ خدا ہوتا ہے اور نہ خدا کا بیٹا۔ خدا سے ہم کلام ہونے کے باوجود وہ انسان ہی رہتا ہے مگر اللہ کے ہاں اسے جو مقام حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے انسانوں کو حاصل نہیں ہوتا۔ یہ شخص اپنے منصب اور عقل وفکر کے لحاظ سے تمام انسانوں سے بہت بلند ہوتا ہے اور علم وعمل میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

رسالت اور نبوت کا رتبہ سعی ومحنت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ "عطیہ الٰہی" ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، نبوت کا منصب عطا کرتا ہے۔ "غور کیجیے کہ نوع انسان کو انسان اور فرشتوں کو فرشتہ کس نے بنایا؟ کیا ایسا بننے کے لیے انہوں نے کوئی محنت یا کوشش کی؟ نہیں بالکل نہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل وکرم سے جسے چاہے رسالت اور نبوت سے سرفراز فرما دیتا ہے اور جنہیں نبوت اور رسالت سے سرفراز کیا جاتا ہے وہ اپنے وقت کے تمام انسانوں سے افضل ہوتے ہیں۔

جب ہدایت انسانی کے لیے اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مخصوص فرما دیتا ہے اور رسالت ونبوت سے اُسے سرفراز فرما دیتا ہے تو یہ تسلیم کر لینا

چاہیے کہ انسان نے جب سے اس کائنات میں قدم رکھا ہے اُسی وقت سے رُشد و ہدایت کا یہ سلسلہ جاری ہے اور کوئی گروہ یا جماعت ایسی نہیں جس میں اللہ کا کوئی پیغمبر ان کی اصلاح و ہدایت کے لیے نہ بھیجا گیا ہو اور کوئی ہادی یا راہ نما ان میں نہ آیا ہو۔ اس بات پر ایمان رکھنا بھی ضروری ہے کہ جب اللہ ایک ہے اور اُس کی تعلیم بھی ایک ہے تو بلاشبہ تمام پیغمبروں کی بنیادی تعلیم بھی ایک ہی رہی ہے۔ اس لیے اگر اللہ کے کسی ایک برحق نبی اور رسول کا انکار کر دیا گیا تو گویا قرآن عزیز نے جو کچھ کہا اس کا بھی انکار کر دیا گیا۔

سوال 3: رسالت کے اوصاف تحریر کریں۔

جواب: رسول اور پیغمبر اپنے جن اوصاف سے پہچانے جاتے ہیں وہی اوصاف رسالت اور نبوت کی عظمت ہوتے ہیں۔ رسالت کے اوصاف مندرجہ ذیل ہیں۔

1-بشریت: رسول اور نبی انسان ہوتا ہے لیکن اپنے منصب اور عقل و فکر کے لحاظ سے تمام انسانوں سے بلند ہوتا ہے اور علم و عمل میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ بشری کمالات سے متصف یہ انسان نہ اللہ ہوتا ہے اور نہ اللہ کا بیٹا۔ بہت سے معجزات عطا ہونے کے باوجود وہ بشر اور انسان ہی رہتا ہے۔

2-الہامی تعلیم: رسولوں کے علم و ہدایت کا سرچشمہ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ کا علم براہِ راست اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کے علم و ہدایت کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم:4)

ترجمہ: یہ (محمد) خواہشاتِ نفسانی سے بیان نہیں کرتا بلکہ یہ وحی ہی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

3-معصومیت: انبیاءؑ اور رسل معصوم ہوتے ہیں۔ ان کا کردار بے داغ ہوتا ہے۔ ان سے نبوت ملنے سے پہلے یا بعد میں کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی پیغمبر کی قوم نے اس کے ذاتی اخلاق و کردار کو تنقید کا نشانہ نہیں بنایا۔

4-عطیۂ الٰہی: رسالت اور نبوت کا رتبہ سعی و محنت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل و کرم سے جسے چاہے رسالت اور نبوت سے سرفراز فرما دیتا ہے اور جنھیں نبوت اور رسالت سے سرفراز کیا جاتا ہے وہ اپنے وقت کے تمام انسانوں سے افضل ہوتے ہیں۔

5-خدائی ضابطۂ حیات: انبیاء اور رسولوں کو انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ضابطۂ حیات عطا کیا جاتا ہے جس سے وہ لوگوں کو حق و باطل میں تمیز کرنا سکھاتے ہیں۔ اس ضابطۂ حیات میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں رہنمائی ہوتی ہے۔

6-معجزات: انبیاءؑ اور رسلؑ کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ انھیں اپنے منصب کی دلیل کے لیے چند ایسے معجزات عطا کیے جاتے ہیں جو اس بات کی دلیل اور علامت ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ اشخاص ہیں ان معجزات پر ایمان لانا ضروری ہے۔

7-اطاعت کی فرضیت: انبیاءؑ کی تعلیمات سے لوگ نیکوکار اور صالح بنتے ہیں اور اسی میں ان کی بھلائی ہوتی ہے اس لیے ہر قوم کے لیے اپنے رسول کی اطاعت فرض اور رسول کی اطاعت سے انکار کفر ہے۔

8-صراطِ مستقیم: انبیاءؑ اور رُسل کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور وحی الٰہی کے ذریعے مخلوق کی خیر خواہی کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔ انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی رہنمائی کی روشنی میں لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں۔

رسالت کی ضرورت اور اس کی اہمیت

سوال 4: رسالت کی ضرورت اور اس کی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔

جواب: رسالت کی ضرورت اور اس کی اہمیت

1۔ انسانوں کی اصلاح: رسول اور نبی کا کام انسانوں کی اصلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل، ارادہ، سوچنے اور سمجھنے کی جو قوت عطا کر رکھی ہے اس کی بدولت وہ اپنے اعمال میں آزاد ہے۔ لیکن اگر انسان اپنے ارادے کی آزادی سے کام لے کر اپنی من مانیاں کرنے لگے تو معاشرے میں بگاڑ کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا ارادے کی اصلاح کے لیے دل کی اصلاح ضروری ہے۔ یہی وہ کام ہے جو نبی اور رسول کرتا ہے۔ معاشرے میں بعض لوگ سعی و محنت اور متواتر جدوجہد سے لوگوں میں سیاسی، تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی انقلاب پیدا کر کے انہیں پستی سے نکال کر اوج ترقی تک پہنچا دیتے ہیں۔ کوتاہ نظر لوگ ایسے مصلحین اور نبی میں کوئی فرق نہیں کر پاتے۔ یاد رکھیں کہ ایک مصلح یا واعظ ظاہری اور مادی زندگی کی اصلاح تو شاید کر سکتا ہے مگر دلوں کی اصلاح نہیں کر سکتا جس کی بدولت لوگوں کے اخلاق و عادات، جذبات، ارادہ و اختیار حتیٰ کہ پورے دل کی قوتوں میں انقلاب برپا ہو سکے۔

2۔ روحانی و قلبی مشکلات کا حل: رسالت کی ضرورت اس لیے ہے کہ جہاں بڑے بڑے فلسفیوں اور حکیموں کی عقل حیران اور مجبور رہ جاتی ہے وہاں ایک رسول اور نبی وحی الٰہی کی رہنمائی میں انسانوں کی روحانی و قلبی عقدہ کشائی کرتا ہے۔ وہ کسی معلم اخلاق، بادشاہ، حکیم، فلسفی اور مصلح کی طرح صرف بازاروں، مجمعوں اور آبادیوں کا امن و اطمینان نہیں چاہتا بلکہ دلوں کے اندر کا اطمینان چاہتا ہے۔ وہ برے اخلاق کی بیخ کنی کرتا ہے اور انسانوں کے اندر اچھے اخلاق کی تخم ریزی کرتا ہے۔ غلط رسم و رواج دور کرتا ہے اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کر کے صرف ایک اللہ کا بندہ بنا دیتا ہے۔

3۔ عدل و انصاف کا قیام: معاشرے میں امن و امان کے قیام کے لیے عدل و انصاف بہت ضروری ہے۔ رسول معاشرے سے ظلم کا خاتمہ کر کے عدل و انصاف قائم کرتا ہے اور ظالموں کا ہاتھ روک دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید، 35:57)

ترجمہ: ہم نے رسولوں کو کھلی ہدایت دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اتاری اور عدل کی ترازو دی تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم رہیں۔

4۔ اصلاح کا انوکھا انداز: نوع انسانی کے تمام مصلح، کارکن اور خادم اپنا فرض جس مقصد اور ارادے سے انجام دیتے ہیں، اس کا دائرہ موجودہ زندگی کی بھلائی اور برائی سے آگے نہیں بڑھتا مگر انبیاء اور رسول انسانوں کی خدمت کے یہ کام اس لحاظ سے کرتے ہیں کہ موجودہ زندگی کی بھلائی اور برائی کا اثر ان کی دائمی زندگی پر کیا پڑے گا۔ وہ جسم کی خدمت صرف جسم کے لیے نہیں بلکہ روح کے لیے کرتے ہیں اور مخلوق کی خدمت بغیر کسی لالچ کے محض اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں۔ انبیاء خالق کی خوشنودی کی خاطر ہی انسانوں سے محبت اور بھائی چارے کا سبق دیتے ہیں۔

5۔ قول و فعل میں ہم آہنگی: نبی یا رسول صرف اچھی اور میٹھی میٹھی باتیں ہی لوگوں کو نہیں سناتے بلکہ خود بہتر سے بہتر عمل کر کے دوسروں کو بھی اس کا عامل بناتے ہیں۔ وہ خود ساختہ باتیں نہیں کرتے بلکہ اللہ کی طرف سے جو وحی ان کی طرف آتی ہے اس کے مطابق بات کرتے ہیں۔ ان کے علم کا منبع، ماخذ یا سرچشمہ تعلیم ربانی اور وحی و الہام ہوتا ہے، تعلیم انسانی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے متعلق فرمایا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم، 53:3-4)

ترجمہ: وہ (محمد ﷺ) خواہش نفس سے کلام نہیں کرتا، بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو اسے کی جاتی ہے۔

6-انبیاؑ کا ذاتی کردار: انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جب سے دُنیا میں قدم رکھتے ہیں اُسی زمانے سے آنے والے وقت اور ملنے والے منصب کے آثار ان سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ وہ حسب نسب اور سیرت وصورت میں سب سے ممتاز ہوتے ہیں۔ شرک وکفر کے ماحول میں ہونے کے باوجود اپنے آپ کو اس کی گندگی سے بچائے رکھتے ہیں۔ اخلاقِ حسنہ سے آراستہ ہوتے ہیں۔ ان کی دیانت، امانت، سچائی اور راست گفتاری مسلم ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ جب وہ نبوت کا اعلان کریں تو لوگوں کے دل پہلے ہی سے اس کی تصدیق کے لیے تیار ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) اور حضرت محمد ﷺ کے اعلانِ نبوت سے قبل کے حالات اس کے گواہ ہیں۔

7-ہدایت و رہنمائی: نبیؑ اور رسولؑ کا فرضِ اولین ہدایت اور راہ نمائی ہے۔ چنانچہ نبیؑ کے لیے قرآن عزیز نے "ہادی" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد 13:7) **ترجمہ:** "ہر قوم کے لیے ایک راہ دکھانے والا آیا۔"

اور اس ضابطۂ حیات کو بھی جو آنحضرت ﷺ کو عطا کیا گیا "ہدایت" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ جیسا کہ قرآن کے آغاز میں ہی فرمایا:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ 2:2)

ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔

ہدایت اور راہ نمائی کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاؑ اور رسول بندگانِ خدا کو باطل کے اندھیرے سے نکال کر حق کی روشنی میں لاتے ہیں۔ اُنھیں شک کی جگہ یقین، جہل کی جگہ علم اور باطل کی جگہ حق عطا کرتے ہیں۔ انبیاؑ اور رسول ﷺ جو مقصد لے کر دُنیا میں آتے ہیں خواہ کس قدر مشکلات پیش آئیں، کتنی ہی رکاوٹیں ہوں، کتنی ہی تکلیفوں اور زحمتوں کا سامنا ہو بالآخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ پیغمبروں کی سیرت اور ان کی دعوت کی تاریخ خود اس پر گواہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی تبلیغی مساعی

تبلیغ کا مفہوم

سوال 5: تبلیغِ دین کا مفہوم اور اہمیت تحریر کریں۔

جواب: تبلیغ کا مفہوم: لفظ "تبلیغ" کا مادہ "ب ل غ" ہے جس کا معنی ہے پہنچانا۔ اسلام میں اس سے مراد اللہ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا اور انہیں اس کے قبول کرنے کی دعوت دینا ہے۔ قرآن مجید میں تبلیغ کے ہم معنی اور الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں جیسے "تذکیر" اس کا معنی ہے یاد دلانا یا نصیحت کرنا۔ ایک لفظ انذار ہے جس کا معنی ڈرانا اور ہوشیار کرنا ہے۔ اسی طرح ایک لفظ "دعوت" بھی ہے جس کا معنی بلانا ہے۔

تبلیغ کی اہمیت: اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے تبلیغ کو اس قدر اہمیت دی۔ قرآن مجید میں اللہ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ (المائدہ 5:67)

ترجمہ: اے رسول ﷺ! پہنچا دیجیے جو کچھ تم پر تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔

حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: "جو تم میں سے حاضر ہیں وہ غائب تک میرے پیغام کو پہنچا دیں۔" اللہ رب العزت

کے حکم کی تعمیل میں آنحضرت ﷺ نے اللہ کے ہر پیغام کو انسانوں تک پہنچانے کا حق ادا کیا اور امت کے لیے عملی نمونہ چھوڑا۔ اگر چہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی بنیادی ذمہ داری عالمگیر تبلیغ کی نہ تھی تاہم جس جس قوم کی طرف انھیں نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اس تک اللہ کا پیغام پہنچانے میں انہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی اور اس سلسلے میں ہر قسم کی مشکلات اور تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام

سوال 6: حضرت نوحؑ کی تبلیغی کوششوں پر نوٹ لکھیں۔

جواب: حالاتِ زندگی: حضرت نوحؑ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر اور برگزیدہ نبی تھے۔ حضرت آدمؑ کے بعد آپؑ کا شمار بزرگ ترین نبیوں میں ہوتا ہے۔ آپؑ کی ولادت حضور ﷺ کی ولادت سے ہزاروں سال پہلے ہوئی۔ آپؑ ایک بلند مرتبہ نبی تھے۔

حضرت نوحؑ کی تبلیغی کوششیں:

قوم کو دعوتِ حق: حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو راہِ حق کی طرف بلایا اور سچے مذہب کی دعوت دی لیکن ان کی قوم نے اُن کی ایک نہ سنی اور ان کی تعلیمات کو نفرت و حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ قوم کے رئیسوں نے ان کی بھرپور مخالفت کی۔ جو غریب لوگ ان پر ایمان لائے تھے اُن سے بدسلوکی کی جاتی۔

قوم کے رئیسوں کا مطالبہ: وہ حضرت نوحؑ سے کہتے کہ تو اپنے پاس سے غرباء کو دور کر دے پھر ہم تیری بات سنیں گے۔ ہمیں ان سے گھن آتی ہے۔ ہم اور یہ ایک ساتھ نہیں بیٹھ سکتے لیکن حضرت نوحؑ نے اللہ کے ان مخلص بندوں کو دور کرنا گوارا نہ کیا اور دولت مندوں کی ہنسی مذاق کو برداشت کرتے رہے۔

قوم کا ردعمل: حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے ہمیشہ کہا کہ ''مجھے نہ تمہارے مال و دولت کی ضرورت ہے اور نہ جاہ و منصب کی۔ میں تبلیغ کے عوض کسی اُجرت کا طلب گار نہیں۔'' حضرت نوحؑ کی انتہائی کوشش کے باوجود ان کی بدبخت قوم راہِ راست پر نہ آئی۔ وہ تبلیغ میں جتنی سرگرمی دکھاتے اُتنا ہی اُنھیں اپنی قوم کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑتا۔ قوم اُنھیں ایذائیں اور تکلیفیں دیتی رہی اور کہتی رہی کہ ''اے نوحؑ! ہم سے بحث مباحثہ نہ کرا اور ہمارے اس انکار پر اللہ کا عذاب لا سکتا ہے تو لے آ۔''

حضرت نوحؑ کی بددعا: حضرت نوحؑ نے عمل پیہم سے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا لیکن قوم ضد بازی اور ہٹ دھرمی پر ڈٹی رہی۔ قوم کو راہِ راست پر لانے کے لیے جب حضرت نوحؑ کو کوئی اُمید پوری ہوتی نظر نہ آئی تو آپؑ سخت مایوس اور رنجیدہ ہوئے۔ شدتِ غم میں آپؑ نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کرتے ہوئے کہا:

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (نوح:26)

ترجمہ: اور نوحؑ نے کہا: اے پروردگار! زمین پر کسی کافر کو باقی نہ چھوڑ۔

طوفانِ نوحؑ: حضرت نوحؑ کی دعا قبول ہوئی اور وہ علاقہ جہاں آپؑ مبعوث ہوئے تھے اور آپ کی قوم آباد تھی، پانی کے شدید طوفان کی لپیٹ میں آ گیا۔ آسمان سے پانی برسنا شروع ہوا اور زمین سے بھی پھوٹ پڑا، یہاں تک کہ پہاڑ اس پانی میں ڈوب گئے۔ تاریخ میں اس طوفان کو ''طوفانِ نوحؑ'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

حضرت نوحؑ کی کشتی: طوفان آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو ایک بہت بڑی کشتی بنانے کا حکم دیا تھا۔ جب آپؑ کشتی بنانے میں مصروف تھے تو قوم کے سردار اور رئیس مذاق اڑاتے تھے کہ یہ بوڑھے میاں خشکی میں کشتی چلائیں گے۔ جب طوفان آیا تو حضرت نوحؑ

اورآپؑ کے پیروکار جو چالیس یا اسّی کی تعداد میں تھے اس کشتی کے ذریعے محفوظ رہے۔آپؑ نے اپنے ساتھ ہر جاندار کا ایک جوڑا بھی لے لیا تھا۔باقی ساری قوم طوفان سے غرق ہوگئی۔طوفان تھمنے کے بعد کشتی جودی پہاڑ پر آ کر ٹھہر گئی۔

حضرت نوحؑ کے صاحبزادے کی ہلاکت: حضرت نوحؑ کا بیٹا کنعان آپؑ کا نافرمان اور کافر تھا۔بار بار دعوت کے باوجود وہ حضرت نوحؑ کو جھٹلاتا رہا۔آخر طوفان میں وہ بھی کافروں کے ہمراہ ڈوبنے لگا۔حضرت نوحؑ نے اللہ کے دربار میں سفارش کی' لیکن حضرت نوحؑ کی بات نہیں مانی گئی اور کنعان ڈوب کر ہلاک ہوگیا۔

آدم ثانی: جب طوفان رکا اور پانی خشک ہوگیا تو کشتی میں سوار لوگوں اور دوسرے جانداروں نے زمین پر دوبارہ قدم رکھا اور پھر انہی سے دوبارہ زمین آباد ہوئی۔اسی بناء پر حضرت نوحؑ کا لقب ''آدم ثانی'' یعنی انسانوں کا دوسرا باپ مشہور ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

سوال 7: حضرت ابراہیمؑ کے مختصر حالات اور تبلیغ و اشاعت دین کا حال بیان کریں۔

جواب: حالاتِ زندگی: حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور عظیم الشان نبی تھے۔آپؑ کا لقب ''خلیل اللہ'' تھا۔قرآن مجید میں آپ کے واقعات کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش عراق کے قصبے ''اُور'' میں ہوئی۔آپؑ کا زمانہ نبوت اندازاً دو ہزار سال قبل مسیح ہے۔حضرت ابراہیمؑ کی قوم بت پرست تھی۔وہ سورج' چاند اور دیگر مظاہرِ فطرت کی پرستش کرتی تھی۔ان میں کفر و شرک عام تھا اور پوری قوم گمراہی میں مبتلا تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کی تبلیغی مساعی:

باپ کو دعوتِ دین: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنی قوم کی ہدایت کے لیے چن لیا۔آپؑ نے دیکھا کہ آپ کا اپنا گھر بت کدہ بنا ہوا ہے اور آپؑ کا باپ بت ساز اور بت فروش ہے۔آپؑ نے دعوت کا کام گھر سے شروع کیا اور اپنے باپ سے مخاطب ہو کر کہا: ''ابا جان! میرے پاس ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں' آپ میرے پیچھے چلیں' میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ابا جان! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں' شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے۔ابا جان! مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمٰن کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے ساتھی بن جائیں۔'' (مریم:43تا45)

آزر پر آپؑ کی دعوت کا کوئی اثر نہ ہوا۔اس نے دعوتِ حق قبول کرنے کی بجائے الٹا آپ کو دھمکی دی: ''اے ابراہیمؑ! اگر تو بتوں کی برائی سے باز نہ آیا' تو میں تجھے سنگسار کردوں گا اور ہمیشہ کے لیے علیحدہ کردوں گا۔'' (مریم:46)

باپ سے علیحدگی: حضرت ابراہیمؑ نے آزر کی دھمکی کا جواب سختی سے نہ دیا اور نہ اس کی تحقیر یا تذلیل کی' بلکہ اخلاق اور نرمی کے ساتھ فرمایا: ''اگر میری بات کا یہی جواب ہے تو آج سے اللہ حافظ! میں اللہ کے سچے دین اور پیغامِ حق کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا نہیں کرسکتا۔میں آج تم سے جدا ہوتا ہوں' لیکن غائبانہ بارگاہِ الٰہی میں تمہارے لیے بخشش طلب کرتا رہوں گا۔''

قوم کو دعوت: گھر کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو دعوت دینے کی ٹھانی اور انہیں پیغامِ حق دیا لیکن قوم نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑنے سے انکار کردیا۔قوم نے ایک بات نہ سنی اور بت پرستی پر قائم رہی اور یوں کہا: ''ہم اس جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتے' ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا یہی کام کرتے چلے آرہے ہیں۔''

بت شکنی: حضرت ابراہیمؑ نے جب دیکھا کہ ہر قسم کی وعظ و نصیحت بےکار ہے تو انہوں نے قوم کو سمجھانے کے لیے ایک اور حکیمانہ طریقہ

اختیار کیا۔ ایک دن ساری قوم مذہبی میلے کے لیے باہر گئی ہوئی تھی۔ آپؑ بتوں کی بڑی عبادت گاہ (ہیکل) میں پہنچ گئے اور اس میں موجود تمام بتوں کو توڑ ڈالا اور سب سے بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا رکھ کر چلے آئے۔

قوم کی دشمنی: قوم کے لوگ جب میلے سے واپس ہوئے تو بتوں کی حالت دیکھ کر سخت برہم ہوئے۔ خود ہی بحث و مباحثہ کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ یہ ابراہیمؑ کا کام ہوگا۔ آپؑ کو بلوا کر پوچھا گیا اب وقت آ گیا تھا کہ آپؑ بتوں کی بے بسی ظاہر کر دیں۔ آپؑ نے فرمایا: "یہ ان میں سے بڑا ہے اگر یہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھو۔" پوری قوم ندامت میں غرق تھی۔ انہیں اقرار کرنا پڑا کہ معبود گونگے اور بہرے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ یہ بات ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ ان کے خدا نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان پھر یہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ حضرت ابراہیمؑ کی نصیحت کے باوجود قوم باز نہ آئی بلکہ زیادہ بے باک ہو گئی اور فیصلہ کر ڈالا کہ آپؑ کو اس حرکت پر آگ میں جلا دیا جائے تاکہ آپؑ جل کر بھسم ہو جائیں اور آئندہ کوئی ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہ کرے۔

نمرود سے مباحثہ: حضرت ابراہیمؑ کی تبلیغ اور بت شکنی کے واقعہ کی اطلاع عراق کے بادشاہ نمرود کو بھی پہنچ گئی۔ نمرود عراق کا بادشاہ اور اپنی رعایا کا "مالک" اور "رب" سمجھا جاتا تھا۔ وہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کی تبلیغ سے اس کے عروج کو زوال آئے۔ اس نے حضرت ابراہیمؑ کو بھرے دربار میں بلوایا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بلا جھجک حق کا اعلان کیا اور فرمایا: "میرا رب تو وہ ہے جو زندگی عطا کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔" نمرود نے کہا: "یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں۔" اس نے ایک پھانسی کے مجرم کو رہا کیا اور ایک بے گناہ کو مروا ڈالا اور کہا کہ دیکھا میں بھی زندگی دے سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ نمرود زندگی اور موت کی حقیقت سے واقف نہیں۔ چنانچہ آپ نے اسے زندگی اور موت کا فلسفہ سمجھانے کی بجائے اسے لاجواب کرنے کے لیے ایک اور دلیل دی کہ "میرا اللہ مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے تو اگر رب ہے تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا۔" نمرود لاجواب ہو کر ہکا بکا رہ گیا۔

آتشِ نمرود: اب بادشاہ سے رعایا تک سبھی لوگ حضرت ابراہیمؑ کے دشمن تھے لیکن وہ بے خوف و خطر لوگوں کو رشد و ہدایت کی طرف بلانے میں مشغول رہے۔ انھیں اپنے اللہ پر پورا بھروسا تھا کہ وہ اپنے جلیل القدر پیغمبر کو بے یار و مددگار نہ چھوڑے گا۔ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو جلتی آگ میں پھینکنے کا عزم کر لیا۔ ایک مخصوص جگہ پر کئی دن تک آگ کا الاؤ روشن کیا گیا۔ جب آگ خوب بھڑک اٹھی تو حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آگ کو ٹھنڈا ہو جانے کا حکم دیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (الانبیاء:69)

ترجمہ: ہم نے کہا "اے آگ! ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔"

چنانچہ وہ آگ آپؑ کے لیے گل و گلزار بن گئی۔ یوں حضرت ابراہیمؑ سلامت و محفوظ رہے۔ آگ میں ڈالے جانے کے اس واقعہ تک صرف چند لوگ آپؑ پر ایمان لائے تھے۔

ہجرت: اپنی قوم سے مایوس ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے ہجرت کا ارادہ کر لیا اور سفر کرتے ہوئے فلسطین پہنچے۔ وہاں سے مصر گئے۔ مصر کے بادشاہ نے آپؑ کی بڑی عزت و توقیر کی۔ آپؑ کی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہؓ اسی شاہی خاندان سے تھیں اور آپؑ کے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ انہی کے بطن سے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش:

بیوی اور بچے کو مکہ چھوڑنا: حضرت اسمٰعیلؑ ابھی بچے ہی تھے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ کی طرف سے حکم ملا کہ بچے اور اس کی والدہ (حضرت

ہاجرہؑ) کو اس بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم سے اپنی بیوی بچوں کو وہاں چھوڑا اور خود واپس چلے آئے۔ پیچھے ماں بیٹے کے پاس کھانے اور پینے کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہؑ پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ شدت پیاس سے تڑپنے اور ایڑیاں رگڑنے لگے۔ اللہ کی قدرت سے نیچے سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ اس دوران ایک قافلہ وہاں سے گزرا اور انہوں نے پانی دیکھا تو وہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس طرح مکہ شہر آباد ہو گیا۔

قربانی کا حکم: حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر مبارک ابھی دس بارہ سال ہی ہوئی تھی کہ حضرت ابراہیمؑ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ آپؑ نے اس خواب کو اللہ کا حکم سمجھا اور اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر پوچھا: "بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں تو بتا تیری کیا رائے ہے؟" حضرت اسمٰعیلؑ نے سعادت مندی سے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

يَٰٓأَبَتِ ٱفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِىٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ (سورۃ الصّٰفّٰت 102:37)

ترجمہ: ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے وہ کر گزریئے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

چنانچہ حکم خداوندی کی تعمیل میں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ کائنات باپ اور بیٹے کے اس حیرت انگیز ایثار اور قربانی پر حیران تھی کہ اللہ کی طرف سے آواز آئی۔

يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ ٱلرُّءْيَآ ۝ (الصّٰفّٰت، 37:104-105)

ترجمہ: "اے ابراہیمؑ تو نے خواب سچ کر دکھایا۔"

اس خواب کا مقصد حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی نہیں تھی بلکہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا امتحان تھا جس میں دونوں باپ بیٹے پورا اترے۔ حضرت اسمٰعیلؑ قربان ہونے سے بچ گئے لیکن ان کی قربانی کا یہ عمل خدا کو اتنا پسند آیا کہ قربانی کی سنت قیامت تک کے لیے جاری کر دی گئی۔ اس قربانی کے صلہ میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے ایسا جلیل القدر نبی بھیجا گیا جو پوری دنیا کے لیے سرچشمۂ نور و ہدایت بنا اور جس میں نبوت و رسالت کی تمام خوبیاں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

پیشوائی اور امامت: ان قربانیوں کا صلہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ساری دنیا کے لوگوں کا پیشوا اور امام بنایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"یاد کرو کہ جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب باتوں پر پورا اترا، تو اس (اللہ) نے کہا کہ میں تجھے لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام

سوال 8: حضرت موسیٰؑ کے مختصر حالات اور دعوت حق کا حال بیان کیجیے۔

جواب: حالات زندگی:

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ قرآن حکیم کی مختلف صورتوں میں حضرت موسیٰؑ کے خاندانی واقعات کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپؑ کا نام موسیٰؑ اور والد کا نام عمران تھا۔ آپؑ کا نسب حضرت یعقوبؑ تک جا پہنچتا ہے۔ آپؑ کا زمانۂ نبوت اندازاً پندرھویں اور سولھویں صدی قبل مسیح کا ہے۔ آپؑ نے 120 سال کی عمر پائی۔

حضرت موسیٰؑ کی پرورش: حضرت موسیٰؑ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب فرعون مصر کے حکم سے بنی اسرائیل کے لڑکے قتل کر دیے جاتے

تھے۔لیکن حکمت خداوندی نے اپنے نبی کی پرورش اور حفاظت کا ایسا انتظام فرمایا کہ ان کی پرورش فرعون کے محل میں اس کی بیوی کی آغوش شفقت میں ہوئی۔ وہ اس طرح کہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے اللہ کے حکم سے آپؑ کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کی لہروں کے سپرد کر دیا اور یہ صندوقچہ فرعون کے محل کے قریب جا پہنچا۔ وہاں سے فرعون کی بیوی آسیہ نے حضرت موسیٰؑ کی اپنی آغوش شفقت میں پرورش کی۔ فرعون کی بیوی کو قرآن مجید میں "مؤمنہ" کہا گیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کی جوانی: حضرت موسیٰؑ نے جب جوانی میں قدم رکھا تو بڑے بارعب اور وجیہ بنے۔ بنی اسرائیل کی غلامی اور ذلت پر ان کا دل کڑھتا اور خون کھول اٹھتا۔ یہ کڑھنا اور پریشان ہونا اس بات کی نشانی تھی کہ اللہ تعالیٰ نبوت و رسالت سے انہیں سرفراز فرمانا چاہتا تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (سورۃ القصص:14)

ترجمہ: "اور جب موسیٰؑ جوانی کو پہنچے اور بھرپور جوان ہو گئے تو ہم نے انہیں علم و حکمت عنایت کیا۔"

حضرت موسیٰؑ کی تبلیغی مساعی

حضرت موسیٰؑ نے جب اعلانِ نبوت فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت و رسالت اور پیغام حق کے نو نشانات (معجزات) عطا فرمائے۔ ان میں سے دو بڑے معجزے عصا اور ید بیضا تھے۔ آپؑ اپنی لاٹھی کو زمین پر پھینکتے تو وہ اژدھا بن جاتی' ہاتھ کو بغل میں دبا کر دوبارہ نکالتے تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگتا تھا۔

فرعون اور آلِ فرعون کو دعوتِ حق: حضرت موسیٰؑ کی دعا کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کو بھی نبی بنا دیا۔ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے اور فرعون کو راہِ راست پر لانے کی ذمہ داری دونوں بھائیوں کو سونپی گئی۔ دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے اور برملا اپنی آمد کا اعلان یوں کیا: "اے فرعون! ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ تو ایمان لے آ اور بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دے تا کہ وہ اللہ کی عبادت میں آزاد ہو جائیں۔"

فرعون اور اُس کی قوم عام طور پر سورج کی پوجا کرتی تھی۔ فرعون اس کا اوتار یا مظہر تھا۔ اس لیے فرعون بھی اپنی قوم کا دیوتا بلکہ "رب" بنا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون اور اُس کی قوم کو "رب العالمین" کی پرستش کی طرف بلایا۔ نہایت نرمی کے ساتھ فرعون کے درباریوں کو راہِ حق دکھائی اور فریضۂ رسالت ادا کرنے میں ہر مشکل کو برداشت کیا۔ وہ فرعون کے رُعب شاہی سے قطعاً مرعوب نہ ہوئے۔

معجزہ کا مطالبہ: فرعون کو حضرت موسیٰؑ کی باتیں ایک آنکھ نہ بھائیں اور اس نے تنگ آ کر کہا: "اگر واقعی تو اپنی باتوں میں سچا ہے تو کوئی نشانی دکھا۔" حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے کہنے پر بھرے دربار میں اپنی لاٹھی (عصا) کو زمین پر ڈالا تو وہ فوراً اژدھا بن گئی۔ پھر اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر لے جا کر باہر نکالا تو وہ چمکتا ہوا باہر آیا۔

جادوگروں سے مقابلہ: فرعون اور اس کے درباریوں نے اسے جادو سمجھا اور ایک مقررہ دن میں حضرت موسیٰؑ کے مقابلے کے لیے اپنے ملک کے ماہر جادوگروں کو طلب کیا لیکن اُن کا جادو حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں مات کھا گیا اور حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدھا بن کر ماہر جادوگروں کے سانپوں کو ہڑپ کر گیا۔

جادوگروں کا ایمان لانا: جب جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کا معجزہ دیکھا تو اسی وقت سجدے میں گر گئے اور اللہ پر ایمان لے آئے۔ اس پر فرعون بڑا غضب ناک ہوا اور اس نے ان مسلمان ہونے والے جادوگروں کو سخت اذیتیں دیں اور انہیں تختۂ دار پر لٹکایا' لیکن وہ آخر دم تک ثابت قدم رہے کیونکہ وہ حق کو پہچان چکے تھے۔

قومِ فرعون پر عذاب: فرعون کا مکر و فریب اور اس کا غیظ و غضب حضرت موسیٰؑ کو شکست نہ دے سکا اور نہ ہی انہیں راہِ حق سے ہٹا سکا۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ تبلیغ کا کام پورے انہماک اور جرأت کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ جب ان پر فرعون کی زیادتیاں حد سے بڑھنے لگیں تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ یہ عذاب پھلوں کے نقصان' قحط سالی' طوفان' ٹڈی' جوں' مینڈک اور خون کی صورت میں تھا' جس کی وجہ سے ان کی زندگی دوبھر ہوگئی۔ عذاب آنے پر یہ قوم ایمان لانے کا وعدہ کرتی لیکن عذاب ٹلنے پر پھر اپنے وعدے سے منحرف ہو جاتی اور اس پر پھر سے عذاب مسلط ہو جاتا۔

بنی اسرائیل کی ہجرت: جب حضرت موسیٰ کی دعوت کا فرعون کی قوم پر کوئی اثر نہ ہوا اور اصلاح کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نکال کر لے جاؤ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ راتوں رات بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر چل پڑے اور صبح فجر سے پہلے بحر قلزم کے کنارے جا پہنچے۔ فرعون کو جب اس بات کا علم ہوا تو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں نکلا اور صبح ہوتے ہی ان کے سر پر جا پہنچا۔ بنی اسرائیل فرعون کی آمد پر گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ سے کہا: "ہم تو پکڑے گئے۔" حضرت موسیٰ نے فرمایا "ہرگز نہیں! میرا پروردگار میرے ساتھ ہے' وہ مجھے (اس مشکل سے پار نکلنے کا) راستہ دکھائے گا۔"

فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی: حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے اپنا عصا (لاٹھی) بحر قلزم پر مارا تو پانی پھٹ گیا اور سمندر کے درمیان میں خشک راستہ بن گیا' جس کے ذریعے بنی اسرائیل صحیح وسالم پار اتر گئے۔ بنی اسرائیل کی دیکھا دیکھی فرعون بھی اپنے لشکر سمیت بحر قلزم میں داخل ہوا تو اللہ کے حکم سے پانی آپس میں مل گیا اور یہ سب لوگ غرق ہو گئے۔

بنی اسرائیل کی اصلاح: فرعون سے نجات پانے کے بعد حضرت موسیٰ نے اپنی پوری زندگی بنی اسرائیل کی اصلاح کرتے ہوئے گزاری اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی تبلیغ کا فریضہ احسن طریقے سے ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے کام کیا۔ ان کی قوم عجیب وغریب عادات کی مالک تھی۔ وہ مختلف مواقع پر اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے اللہ کے عذابوں میں گرفتار رہی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

سوال 9: حضرت عیسیٰ کی رسالت پر مختصر نوٹ لکھیے۔

جواب: ولادت: حضرت عیسیٰ اللہ کے اُولوالعزم' جلیل القدر اور مقدس رسولوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپؑ کے بارے میں بنو اسرائیل کے کئی پیغمبر خوش خبری دیتے چلے آرہے تھے۔ آپؑ قریباً دو ہزار سال پہلے پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی ولادت اللہ کی قدرت کاملہ کا اعجاز تھی۔

شیر خوارگی میں خطاب: قرآن مجید کے مطابق حضرت عیسیٰ کی ولادت باپ کے بغیر ہوئی۔ وہ اللہ کی طرف سے "رحمت" اور اس کا "کلمہ" تھے۔ آپؑ کا لقب "مسیح" ہے۔ آپ نے شیر خوارگی میں ہی لوگوں سے باتیں کیں اور ماں کی پاکیزگی کی گواہی دی اور اللہ کی طرف سے کتاب دیے جانے اور نبوت عطا کیے جانے کا اعلان کیا۔

بنی اسرائیل کی حالت: حضرت عیسیٰ سے قبل بنی اسرائیل عقائد اور اعمال کے لحاظ سے برائیوں میں مبتلا تھے حتیٰ کہ اپنے ہی نبیوں کو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ جھوٹ' مکر و فریب اور بغض وحسد جیسی بداخلاقیوں کو اخلاق سمجھتے اور ان پر فخر کرتے' ان کے مذہبی پیشواؤں نے مالی مفادات اور ذاتی اغراض میں آکر "تورات" کو بدل ڈالا تھا اور حلال وحرام کی تمیز ختم کر دی تھی۔ ان کے اس ردوبدل اور تحریف کو قرآن مجید نے بھی جگہ جگہ بیان کیا ہے۔

معجزات: حضرت عیسیٰ کو "انجیل" عطا کی گئی اور بہت سے معجزات بھی عطا کیے گئے' جن میں سے اہم ترین مندرجہ ذیل ہیں:

(i) اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔

(ii) پیدائشی نابینا اور کوڑھ کے مریض کو ٹھیک کر دیتے تھے۔
(iii) مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو اس میں روح پیدا ہو جاتی اور وہ اڑنے لگ جاتے تھے۔
(iv) آپؑ لوگوں کو بتا دیتے تھے کہ وہ کیا کھا کر آئے ہیں اور انہوں نے گھروں میں کیا ذخیرہ کر رکھا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی تبلیغی کوششیں:

حضرت عیسیٰؑ پیغام ہدایت اور تبلیغ حق کی خدمت انجام دیتے ہوئے اپنی قوم کو بری عادات سے بچنے، مال و دولت کے لالچ سے بچنے اور عیش پسند زندگی سے باز رہنے کا سبق دیتے رہے لیکن قوم کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

قوم کی سرکشی: حضرت عیسیٰؑ نے شدید مخالفتوں کے باوجود اپنا مشن جاری رکھا اور دن رات بنی اسرائیل کو پیغام حق سناتے رہے لیکن بد بخت قوم انبیاءؑ کے خلاف سرکشی اور تعلیم الٰہی سے بغاوت کی وجہ سے حق کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئی۔ ایک چھوٹی سی جماعت کے سوا اکثریت نے مخالفت کی اور حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ حسد و بغض کا مظاہرہ کیا۔ حضرت عیسیٰؑ کی دن رات کوشش کے باوجود صرف چند لوگوں کی ایک چھوٹی سی جماعت آپؑ پر ایمان لائی۔ یہ لوگ انتہائی مخلص اور جانثار تھے۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کو "حواری" اور "انصار اللہ" کہا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے شادی نہیں کی تھی۔ آپ شہر شہر گاؤں گاؤں دعوت حق اور دعوت دین دیتے پھرتے تھے۔ ان کی بابرکت ذات سے مخلوق خدا روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی شفا پاتے تھے اس لیے ہر ایک ان سے محبت کرتا تھا۔

حضرت عیسیٰؑ کے خلاف قوم کی سازش: بنی اسرائیل نے آپ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کو حسد کی نگاہ سے دیکھا اور فیصلہ کیا کہ بادشاہ وقت کو ورغلا کر انہیں سولی پر چڑھا دیا جائے۔

حضرت عیسیٰؑ کا حواریوں سے مشورہ: بنی اسرائیل کے عزائم کے پیش نظر حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو ایک مکان میں جمع کیا اور انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ سب نے جان نثاری کا عہد کیا اور حضرت عیسیٰؑ انتظار کرنے لگے کہ دشمنوں کی سرگرمیاں کیا صورت اختیار کرتی ہیں؟

پھانسی اور آسمان کی طرف اُٹھایا جانا: بادشاہ کے حکم سے حضرت عیسیٰؑ پر ملک سے غداری کا مقدمہ چلایا گیا۔ فلسطین پر اس وقت رومیوں کی حکومت تھی جن کی عدالت نے آپؑ کو پھانسی کی سزا سنائی۔ آپؑ کو پھانسی دینے کی تیاری کر لی گئی لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا اور آپؑ کو زندہ آسمانوں کی طرف اُٹھا لیا گیا۔ بنی اسرائیل کا خیال تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کو واقعی پھانسی دے دی گئی ہے۔ حالانکہ یہ محض ان کی نظر کا دھوکا اور عقل کا فریب تھا۔ ان پر صورت حال مشتبہ کر دی گئی اور حضرت عیسیٰؑ کی جگہ کوئی اور شخص پھانسی پر چڑھ گیا۔ احادیث کے مطابق حضرت عیسیٰؑ قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے تو مسلمان پر ایمان لے آئے گی اور پورے عالم میں اسلام کا غلبہ ہوگا۔

آنحضورﷺ کی تکمیل فریضۂ رسالت

(ا) فریضۂ رسالت کا مکی دور

سوال10: قریش نے نبی اکرمﷺ کی دعوت کی مخالفت کیوں کی؟ وضاحت کریں۔

جواب: آنحضرتﷺ کی تریسٹھ (63) سالہ زندگی میں سے ترپن (53) سالہ زندگی مکی زندگی کہلاتی ہے۔ مکی زندگی کے پھر دو حصے ہیں۔ ایک پیدائش سے لے کر چالیس (40) سال تک کی زندگی، دوسرا بعثت سے لے کر ہجرت تک کی زندگی۔ آپﷺ کی یہ تیرہ (13) سالہ زندگی مکہ کے قرب و جوار میں دعوت دین اور تبلیغی سرگرمیوں پر محیط ہے۔ اس تیرہ سالہ زندگی میں آپﷺ کو دعوت دین کی خاطر بہت

مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

دعوتِ حق کا آغاز: حضور ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال تھی جب ایک دن غارِ حرا میں حضرت جبرائیلؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلی وحی لے کر آئے۔ آپ ﷺ کو دعوتِ دین دینے کا حکم ملا۔ آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور یوں دعوتِ دین و رسالت کا آغاز ہوا۔

قوم کا ردِعمل: حضور ﷺ نے جونہی رسول (ﷺ) کی حیثیت سے دعوتِ حق پیش کی۔ اچانک لوگوں نے بے رخی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ آپ ﷺ کی شرافت، دیانت اور امانت کی قدر و قیمت یکسر ختم ہو گئی۔ کل تک جو آپ ﷺ کو "صادق" اور "امین" کے لقب سے پکارتے تھے اب مخالفت پر اتر آئے۔ کل تک جو قوم کے لیے سرمایۂ افتخار تھا، آج حقارت کا مستحق بن گیا۔ چالیس سالہ بے داغ زندگی قریش والوں کے نزدیک کلمۂ توحید کی وجہ سے داغدار ہو گئی۔ وہ خود غرضی کے بندے بن گئے۔ حق کا ساتھ دینے کی بجائے حق و صداقت کے دشمن بن گئے۔

دعوتِ حق کی مخالفت کے اسباب:

سیاسی و مذہبی اجارہ داری کے خاتمے کا خطرہ: محمد رسول اللہ ﷺ کے کردار میں نہ تو کوئی خامی تھی جو قریش کو آپ ﷺ کی مخالفت پر اکساتی اور نہ آپ نے کوئی ایسی جماعت کھڑی کرنے کی کوشش فرمائی تھی جو مال اور جائیداد سمیٹتی بلکہ مخالفت کی وجہ محض خود غرضی تھی۔ قریش مکہ عرصۂ دراز سے اپنی قوم کے سیاسی اور مذہبی چودھری تھے۔ وہ کعبۃ اللہ کے مجاور اور متولی ہونے کی وجہ سے مذہبی ٹھیکیدار سمجھے جاتے تھے۔ وہ پورے عرب سے نذریں، نیازیں اور چڑھاوے وصول کرتے تھے۔ مذہب جب کاروبار بن جاتا ہے تو اس کی اصل روح فنا ہو جاتی ہے۔ گونا گوں رسموں اور من گھڑت روایتوں کا ایک طلسم قائم ہو جاتا ہے۔ خدا کا دیا ہوا علم اور قانون گم ہو جاتا ہے اور اپنی بنائی ہوئی شریعت آہستہ آہستہ نشو و نما پاتی چلی جاتی ہے۔ حق، نیکی، شرافت اور تقویٰ کا نام و نشان مٹ جاتا ہے اور مذہب فریب کاری کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ قریشِ مکہ کی مذہبی ٹھیکیداری اور مجاوری اسی فریب کاری پر قائم تھی اور انہیں یہ پسند نہیں تھا کہ کوئی ان کی مخالفت کرے اور ان کی یہ مذہبی اور سیاسی اجارہ داری ختم ہو جائے۔

قریش کی معاشرتی برائیاں: قریش مختلف معاشرتی برائیوں میں مبتلا تھے۔ ان کے معاشرے میں شراب، بدکاری، جوا، سود خوری، عورتوں کی تذلیل، بیٹیوں کا زندہ دفن کرنا، غلامی کا رواج، کمزوروں پر ظلم ڈھانا، قتل و غارت گری اور بری عادات پر فخر، غرض سب برائیاں موجود تھیں۔ وہ بری عادتوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ حضور ﷺ کی دعوت ان کی عادات، خواہشات اور معاشرت کی دشمن ہے۔ چنانچہ وہ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اسلام کے خلاف متحدہ محاذ بنا لیا۔

سوال 11: پیغامِ حق کی اشاعت کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کو مکہ میں کیا مشکلات پیش آئیں؟

جواب: خفیہ دعوتِ اسلام: غارِ حرا میں جب آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو آپ ﷺ خوف زدہ تھے۔ اب آپ ﷺ اللہ کی طرف سے دعوتِ حق پر باضابطہ طور پر مامور ہو چکے تھے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے دعوتِ حق کا آغاز کیا تو سب سے پہلے اس دعوتِ حق کو قبول کرنے والوں میں حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زیدؓ تھے۔ دعوتِ حق کا یہ سلسلہ آہستہ آہستہ مگر احتیاط اور تسلسل سے چلنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ کی کوشش سے حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ ایمان لائے۔

ان کے علاوہ حضرت عمارؓ، حضرت خبابؓ، حضرت ارقمؓ، حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت عثمانؓ بن مظعون، حضرت عبیدہؓ اور حضرت صہیب رومیؓ بھی اولین اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ ان اسلام قبول کرنے والوں میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو کسی اعلیٰ مذہبی یا قومی عہدے پر فائز ہو۔ اس لیے قریش نے ان کے ایمان لانے کی کوئی پروا نہ کی اور اپنی سیاسی اور مذہبی قیادت کے نشے میں مخمور رہے۔

دعوتِ عام: تین سال تک خفیہ دعوت کا کام ہونے کے بعد اب وقت آ گیا تھا کہ لوگوں کو اعلانیہ دعوتِ حق دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (الحجر:94) **ترجمہ** "جو کچھ حکم دیا جا رہا ہے اسے واشگاف الفاظ میں کہہ دیجیے۔"

دعوتِ عام کا حکم ملتے ہی آپ ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر قوم کو پکارا۔ انہیں پیغامِ حق سنایا اور انکار کی صورت میں سخت عذاب کی وعید سنائی' لیکن قوم نے آپ ﷺ کے اعلان کی بالکل پروا نہ کی اور آپ ﷺ پر سخت برہم ہو کر چلے گئے۔

ایک دن آپ ﷺ نے دعوتِ عام کے دوسرے مرحلے پر تمام خاندان عبد المطلب کو کھانے پر جمع کیا اور پیغامِ حق سنایا اور پوچھا: ''جس پیغام کو لے کر میں آیا ہوں یہ دین اور دنیا کی بھلائی کا ضامن ہے۔ کون اس مہم میں میرا ساتھ دے گا۔'' یہ سن کر تمام خاندان والے خاموش رہے۔ حضرت علیؓ جو اس وقت تیرہ برس کے تھے' اٹھے اور فرمایا'' اگرچہ میری پنڈلیاں کمزور ہیں' لیکن میں اس مہم میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔'' پورے خاندان نے حضرت علیؓ کی اس بات کو ایک جنون اور مذاق خیال کیا۔

خفیہ نمازیں: مکہ والوں کی مخالفت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی شہر سے باہر وادیوں اور گھاٹیوں میں چھپ کر نمازیں ادا فرماتے تھے۔ ایک دفعہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو نمازیں ادا کرتے ہوئے دیکھ لیا تو حالتِ نماز میں انہیں برا بھلا کہا۔ ایک مشرک نے تلوار نکال کر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو زخمی کر ڈالا۔ اسلام میں یہ پہلا زخم تھا جو خاکِ مکہ پر اللہ کی راہ میں لگا تھا اور اس سے خون بہا تھا۔

قریش کی یلغار: آنحضرت ﷺ کو اعلانیہ دعوت کا حکم مل چکا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے اس حکم کی تعمیل میں ایک دن حرم کعبہ میں توحید کا اعلان کیا۔ قریشِ مکہ نے اسے خانہ کعبہ کی توہین سمجھتے ہوئے تلواریں کھینچ لیں۔ حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ آپ ﷺ کو بچانے کے لیے آگے بڑھے تو تلواروں کی زد میں آ کر شہید ہو گئے۔ اسلام و کفر کی کش مکش میں یہ پہلی جان تھی جو اللہ کی راہ میں قربان ہوئی۔

ہجرتِ حبشہ: جب قریش مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو حضور ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ پہلے گیارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل گروہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی' یہ مسلمان تھوڑا عرصہ حبشہ میں رہے۔ پھر یہ افواہ سن کر کہ قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے مکہ لوٹ آئے' لیکن یہ افواہ غلط تھی۔ قریش کا جبر و تشدد اور شدت اختیار کر گیا اور اب کی بار بیاسی مرد اور سترہ عورتوں نے ہجرت کی۔ قریش نے وہاں بھی ان کا پیچھا کیا لیکن انصاف پسند بادشاہ نجاشی کے سامنے انہیں اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔

اسلام کی قوت میں اضافہ: جب آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ ایمان لے آئے تو ان دونوں کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے تو عین حرم کعبہ میں اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اسلام اب ایک قوت بن کر ابھرے گا۔

بائیکاٹ اور نظر بندی: محرم 7 نبوی کو مکے کے تمام قبائل نے ایک معاہدہ کیا اور طے پایا کہ بنو ہاشم کا معاشرتی اور سماجی بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ بنی ہاشم بے بس ہو کر شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ نظر بندی کا یہ دور تین سال تک رہا۔ اس دوران بنو ہاشم کی بھوک کے مارے یہ حالت ہو گئی کہ وہ درختوں کے پتے اور سوکھے چمڑے ابال کر کھانے لگے۔ بچے بھوک سے بلبلانے لگے۔ آخر قریش کے ہی ایک خدا ترس شخص ہشام بن عمرو کی کوششوں سے یہ ظالمانہ فیصلہ ختم ہوا۔

عام الحزن (سال غم): نبوت کے دسویں سال آپ ﷺ کے مربی اور مشفق حضرت ابو طالب وفات پا گئے۔ وہ دشمن سے بچاؤ کا واحد ظاہری سہارا تھے۔ کچھ ہی دنوں بعد آپ ﷺ کی مونس اور غم خوار بیوی حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان ظاہری دو سہاروں کے چھن جانے سے قریش مکہ اور بھی بے باک ہو گئے اور مخالفت کا طوفان شدت اختیار کر گیا۔ آپ ﷺ نے اس سال کو ''عام الحزن'' یعنی غم کا سال قرار دیا۔

سوال 12: دعوتِ اسلامی کو روکنے کے لیے قریش نے کون کون سے ہتھکنڈے استعمال کیے؟

1- پروپیگنڈہ: قریش مکہ نے آپ ﷺ کی مخالفت میں پروپیگنڈہ اور گالیوں کا سہارا لیا۔ وہ لوگوں سے کہتے: ''اس شخص کی بات نہ سنو یا اپنے آباؤ اجداد کے دین سے پھر گیا ہے۔'' کبھی کہتے: ''اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' اور کبھی کہتے: ''یہ شخص جادوگر اور کاہن ہے۔'' کبھی آپ ﷺ کو شاعر ہونے کا الزام دیتے۔ شعرائے عرب کا ایک گروہ آپ ﷺ کے خلاف ہجویہ اشعار کہتا اور آپ ﷺ کے خلاف لوگوں کو ابھارتا۔ یہ ساری

باتیں اس لیے تھیں کہ لوگ آپ ﷺ کی بات نہ سن سکیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (حٰم السجدہ:26)

ترجمہ (کفار کہتے تھے) قرآن کو سنو ہی نہیں اور خوب شور مچا کر اس میں رخنہ اندازی کرو تاکہ تم غالب آ جاؤ۔

2۔ مذاق اور استہزاء: مشرکین مکہ آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے اور ذرا ذرا بار بار پوچھتے: "اگر تم نبی ہو تو اپنی نبوت کی کوئی واضح نشانی دکھاؤ؟" کبھی کہتے: "قرآن تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہو رہا ہے۔ پوری کتاب ایک ہی وقت میں آسمان سے کیوں نہیں اترتی؟" کبھی مطالبہ کرتے: "فرشتوں کے جھنڈ ہمارے سامنے زمین پر انسانوں کی طرح اتریں اور خدا خود ہمارے سامنے ظاہر ہو جائے۔" کبھی بطور تعجب اور استہزاء کہتے: "تم تو ہماری طرح کے آدمی ہو، بازاروں میں چلتے پھرتے ہو، کھاتے پیتے ہو، تم نبی کیسے ہو سکتے ہو؟" آپ ﷺ پر پھبتیاں کسی جاتی تھیں اور جدھر سے آپ ﷺ کا گزر ہوتا لوگ انگلیاں اٹھا اٹھا کر کہتے:

اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا (الفرقان 41:25)

ترجمہ ذرا دیکھنا: "یہ ہیں وہ صاحب جنہیں اللہ نے رسول مقرر کیا ہے۔"

آنحضرت ﷺ کے پیروکاروں کو دیکھ کر یہ فقرے کہتے تھے:

اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا (الانعام 53:6)

ترجمہ "کیا یہ ہیں وہ ممتاز ہستیاں جن پر اللہ تعالیٰ نے ہم سب سے الگ اپنا فضل فرمایا ہے؟"

مشرکین مذاق کے طور پر کہتے: "اے محمد! جس عذاب کی تم دھمکیاں دیتے ہو اسے لے کیوں نہیں آتے یا فرمانوں پر آسمان کا کوئی ٹکڑا کیوں نہیں توڑ گراتے؟ قیامت کب آنے والی ہے اور ہمارا کب خاتمہ ہونے والا ہے؟ مذاق و تمسخر کے اس طوفان سے حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ پوری ثابت قدمی کے ساتھ گزرتے رہے اور دعوت حق کا فریضہ ادا کرتے رہے لیکن قریش کی مخالفت روز بروز بڑھتی رہی۔

3۔ غنڈہ گردی: قریش مکہ نے مخالفت کی انتہا کرتے ہوئے غنڈہ گردی شروع کر دی۔ وہ آپ ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھاتے، نماز پڑھتے وقت شور مچاتے، عین نماز کی حالت میں آپ ﷺ پر غلاظت اور گندگی ڈالتے۔ محلے کے آوارہ اور اوباش لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیتے جو آپ ﷺ کو اذیت پہنچاتے۔ اس معاملے میں ابولہب اور اس کی بیوی پیش پیش تھی لیکن حضور ﷺ ان تمام باتوں کو خاطر میں نہ لاتے اور دعوت حق برابر دیتے رہے۔

4۔ جناب ابوطالب پر دباؤ: قریش مکہ نے سوچا کہ کسی طرح آپ ﷺ کو حامیوں سے محروم کر دیا جائے۔ چنانچہ قریش کے اکابرین کا ایک وفد ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے بھتیجے کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔ چچا نے آپ ﷺ کو سمجھانا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اے چچا! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں اور پھر چاہیں کہ میں یہ کام چھوڑ دوں تو جب بھی میں اس سے باز نہ آؤں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کر دے یا میں اسی جدوجہد میں ختم ہو جاؤں۔"

5۔ قبائل عرب کو اکسانا: جب قریش آپ ﷺ کو ابوطالب کی حمایت سے محروم نہ کر سکے تو انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھیوں (صحابہؓ) پر سختیاں کرنے کے لیے تمام قبائل عرب کو اکسانا شروع کر دیا۔ چنانچہ جہاں کہیں مسلمان تھے ان پر قبیلے والوں کی طرف سے ظلم ڈھایا جانے لگا۔ لیکن یہ مظالم بھی مسلمانوں کو راہ راست سے نہ ہٹا سکے۔ حج کے موسم میں قبائل عرب جوق در جوق مکہ آتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا اور خود چل کر ایک ایک خیمے میں گئے اور دعوت حق پیش کی۔ حج کے علاوہ آپ ﷺ عوامی میلوں کے اجتماعات میں بھی دعوت حق کے لیے تشریف لے جاتے۔ اس دوران ابولہب مٹی اور روڑے اٹھائے آپ کے پیچھے پیچھے جاتا۔ آپ ﷺ پر پتھراؤ کرتا اور کہتا: "لوگو! اس کے قریب نہ جانا' یہ چاہتا ہے کہ تم لات و عزیٰ کی پرستش چھوڑ دو۔" جو بھی اہم شخصیت مکہ آتی مخالفین اسلام

اسے حضور ﷺ سے ملنے سے روکتے لیکن س کا اُلٹا اثر ہوا۔

6۔ سودے بازی: مخالفت کے تمام حربے آزما چکنے کے بعد قریش مکہ نے آپ ﷺ کو تبلیغ حق سے روکنے کے لیے سودے بازی کی کوشش کی اور عتبہ بن ربیعہ کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے خوشامد آمیز کلمات سے گفتگو کا آغاز کیا اور پیش کش کی کہ

(i) اگر دولت چاہتے ہو تو اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ مالدار بن جاؤ۔

(ii) سردار یا بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار اور بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔

(iii) اگر مقصد کسی حسین عورت سے شادی ہے تو عرب کی حسین ترین عورت سے شادی کا انتظام کیے دیتے ہیں۔

یہ تمام باتیں بڑے سے بڑے پاک باز کو ڈگمگانے کے لیے کافی تھیں لیکن حضور ﷺ نے اس کے جواب میں سورۃ حٰم کی آیات تلاوت فرمائیں۔ عتبہ جب وہاں سے رخصت ہوا تو اس کا رنگ بدل چکا تھا۔

سوال 13: اہلِ طائف نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دعوتِ حق کی پاداش میں جس ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اس کی تفصیل بیان کریں۔

جواب: سفرِ طائف: حضرت محمد ﷺ نے نبی بننے کے بعد سب سے پہلے مکے کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ مکے کے لوگوں کی اکثریت نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت کی اشاعت میں روڑے اٹکائے۔ آپ ﷺ کو اور مسلمانوں کو اذیتیں دیں۔ جب کفار نے ظلم کی انتہا کر دی تو رسول پاک ﷺ نے مکے سے باہر اسلام کی تبلیغ کا ارادہ فرمایا۔ اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے وادیِ طائف کا انتخاب کیا۔ طائف مکے سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر ایک سرسبز و شاداب وادی ہے۔ طائف کے لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے طائف کے لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے اپنے ایک آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارث کو ساتھ لیا اور طائف کا رُخ کیا۔ آپ ﷺ مکے سے پیدل چلے اور راستے میں مختلف قبائل کو دعوت دیتے ہوئے طائف پہنچ گئے۔

اہلِ طائف کو دعوتِ حق: طائف کے لوگ خوش حال مگر خدا فراموش اور بد اخلاق تھے۔ آپ ﷺ طائف کے مختلف سرداروں سے ملے اور اپنے سفر کا مقصد بیان کیا۔ جب سرداروں نے محسوس کیا کہ اس شخص کی دعوت سے ہمارے عقائد پر زد پڑے گی تو انہوں نے حوصلہ شکن جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے مذہب پر ہیں۔ تم ہمیں گمراہ نظر آ رہے ہو۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے سامنے دلائل پیش کیے مگر وہ قائل نہ ہوئے۔

سردارانِ طائف کو دعوت دینے کے بعد آپ ﷺ نے طائف کے عام لوگوں کو دعوتِ اسلام دینے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ حضرت زیدؓ کو ساتھ لے کر ایک چبوترے پر کھڑے ہو گئے۔ لوگ جمع ہو گئے اور آپ ﷺ کی باتیں سننے لگے۔ طائف کے سرداروں کو جب اس بات کی خبر ملی تو انہیں اپنی چودھراہٹ خطرے میں نظر آئی کیونکہ اسلام مساواتِ نسلِ انسانی کا درس دیتا ہے۔ انہوں نے بہتری اسی میں سمجھی کہ آپ ﷺ کو جلد از جلد شہر سے نکال دیا جائے۔

نبی کریم ﷺ پر پتھراؤ: سردارانِ طائف نے شہر کے اوباش لڑکوں کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کو پتھر مار مار کر شہر سے نکال دیں۔ چنانچہ اوباش لڑکوں نے نبی کریم ﷺ پر پتھراؤ شروع کر دیا جس سے آپ ﷺ زخمی ہو گئے۔ یہ لوگ آپ ﷺ کو نہ صرف پتھر مارتے تھے بلکہ مذاق بھی اڑاتے تھے۔ ان لوگوں نے پتھر مار مار کر آپ ﷺ کا جسم مبارک لہولہان کر دیا۔ آپ ﷺ کے جوتے بھی خون سے بھر گئے مگر ان لوگوں کو کوئی ترس نہ آیا۔ ان لوگوں نے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں چھوڑا جس پر پتھر نہیں مارے۔

طائف سے واپسی: آپ ﷺ حضرت زیدؓ کے ساتھ طائف شہر سے باہر نکل آئے۔ طائف کے قریب ایک باغ تھا۔ جس میں آپ ﷺ ٹھہرے۔ باغ کے ملازم کا نام عداس تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو انگوروں کا رس پیش کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ عداس نے آپ ﷺ کی حالت دیکھ کر تفصیل پوچھی تو آپ ﷺ نے اسے سارا واقعہ بتایا۔

حضرت زیدؓ نبی کریم ﷺ کے جوتے پاؤں سے علیحدہ کر رہے تھے جو خون کی وجہ سے پاؤں سے چمٹ گئے تھے۔ اور اہل طائف پر تبصرہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے' وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جو اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کرتی ہے۔

اہل طائف پر اللہ تعالیٰ کا غصہ: اللہ تعالیٰ کو اہل طائف کی اس حرکت پر غصہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا کہ ہمارا پیغمبر جیسے کہے ویسے ہی کرو۔ حضرت جبرائیلؑ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ حکم دیں تو اہل طائف کو دو پہاڑوں کے درمیان رگڑ کر پیس دیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ شاید ان کی نسل سے ہدایت یافتہ لوگ پیدا ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر اہل طائف کے لیے بددعا کرنے کی بجائے دعا کی۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی یا اللہ! اس قوم کو ہدایت دے۔ یہ لوگ مجھے جانتے نہیں ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ مکے واپس آ گئے اور وہاں آ کر تبلیغ شروع کر دی۔

(ب) فریضۂ رسالت (مدینے میں)

سوال 14: مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام پر نوٹ تحریر کریں۔

جواب: نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد جو زندگی مدینہ منورہ میں گزاری اسے مدنی زندگی کہا جاتا ہے۔ یہ دور دعوت اور غلبۂ حق کا دور تھا جو حضور ﷺ کی دس سالہ زندگی پر مشتمل ہے۔ اس دور میں اسلامی معاشرہ اور پہلی اسلامی حکومت قائم ہوئی۔

مدینہ کا اصل نام یثرب تھا اور یہاں دو قسم کے لوگ آباد تھے' یہود اور غیر یہود۔ یہ سارا علاقہ یہودیوں کے زیر اثر تھا۔ یہودی اکثر اہل یثرب کو ایک نبی کے مبعوث ہونے کی خبر دیا کرتے تھے' کیونکہ تورات میں آپ ﷺ کی بعثت کی پیش گوئی موجود تھی۔

مدینہ میں اسلام ایک طاقت بن کر اُبھرا۔ بظاہر ہجرت سے مسلمانوں کی کمزوری ظاہر ہوتی تھی لیکن درحقیقت اسلام اور مسلمانوں کی اجتماعی قوت ایک نئے مرکز پر جمع ہو رہی تھی۔ اگرچہ مشکلات یہاں بھی کم نہ ہوئیں۔ شرانگیز عناصر نے حضور ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو شروع سے آخر تک تنگ کیے رکھا اور نئے اسلامی معاشرے کی تعمیر میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کیں۔

مدینہ میں اشاعت اسلام: نبوت کے گیارھویں سال مدینے سے چھے افراد کا گروہ حج کے لیے آیا اور مسلمان ہو گیا۔ جب یہ افراد واپس مدینہ آئے تو ان کی کوشش سے مزید افراد اسلام قبول کرنے لگے۔ اگلے سال بارہ (12) افراد کا وفد مکہ آیا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو قرآن پڑھانے اور اسلام کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا۔ ان کی کوشش سے اوس اور خزرج کے دو سرداروں سعدؓ بن معاذ اور اسیدؓ بن حضیر نے اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح مدینے میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور اگلے سال بہتر آدمی مدینے سے آئے اور حج کے موقع پر ایمان لائے۔ اس موقع پر انہوں نے حضور ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت بھی دی۔

ہجرت مدینہ: حضور ﷺ نے مدینہ میں اسلام کو ترقی کرتے ہوئے دیکھا تو مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ مدینہ میں جوں جوں مہاجرین کا اضافہ ہو رہا تھا توں توں اسلامی معاشرے کے قیام کی راہ ہموار ہو رہی تھی۔ آخر میں آپ ﷺ نے خود حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔

مسجد قباء کی تعمیر: ہجرت مدینہ کے سفر میں آپ ﷺ نے تین دن تک غار ثور میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ داخل ہونے سے پہلے "قُبا" نامی بستی میں چودہ دن تک قیام فرمایا۔ قیام کے دوران وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کی جو اسلام کی پہلی مسجد تھی۔ بعد میں یہ مسجد "مسجد قبا" کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کی شان میں قرآن مجید نے کہا:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى (التوبہ 108:9) ترجمہ: "یہ ایسی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔"

اہل مدینہ کا استقبال: چودہ دن قیام کے بعد آپ ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ میں داخل ہوئے۔ اہل مدینہ نے دل و جان حضور ﷺ کے استقبال کے لیے فرش راہ کر دیے۔ چھوٹے بڑے حتیٰ کہ معصوم بچوں کی زبانوں پر خوشی کے گیت اور مدحیہ اشعار تھے۔ عارضی طور پر آپ ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر قیام فرمایا اور قریباً سات ماہ تک یہیں رہے۔

مسجد نبوی اور حجروں کی تعمیر: حضور ﷺ نے مدینہ پہنچتے ہی سب سے پہلے جو مہم شروع کی وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی۔ اس کے لیے زمین خریدی گئی۔ زمین کی قیمت حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ادا کی۔ اس مسجد کی تعمیر میں تمام صحابہؓ اور خود حضور ﷺ نے بڑے جوش و خروش سے شرکت کی۔ یہی وہ مسجد نبوی ہے جو بعد میں اسلامی نظام تمدن اور اسلامی ریاست کا سرچشمہ بنی۔ اس مسجد کے ساتھ حضور ﷺ کی رہائش کے لیے حجرے تعمیر کیے گئے اور اسی مسجد سے ملحقہ وہ سائبان اور چبوترہ تھا جو "صفہ" کہلاتا ہے۔ یہ اسلام کی پہلی درس گاہ تھی اور ہر وقت حضور ﷺ کی خدمت میں رہنے والوں کا مسکن تھی۔

مواخات مدینہ: مدینہ پہنچنے والے مہاجرین کا ایک بڑا مسئلہ آبادکاری کا تھا۔ آپ ﷺ نے اس مسئلہ کو کمال حکمت اور تدبر سے حل فرمایا۔ آپ ﷺ نے ایک ایک مہاجر کا ایک ایک انصاری سے رشتہ قائم فرما دیا۔ انصار کی قربانی کا یہ حال تھا کہ انہوں نے اپنی ہر چیز بانٹ کر آدھی مہاجر بھائی کو دے دی۔ مہاجرین کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ وہ محنت سے روزی کمانے کو ترجیح دیتے تھے۔ اخوت اور بھائی چارے کا یہ رشتہ حقیقی رشتے سے بھی بڑھ گیا، حتیٰ کہ کوئی انصاری وفات پاتا تو اس کے مال و جائیداد میں سے اس کے مہاجر بھائی کا بھی حصہ ہوتا۔ پھر بعد میں وراثت کے احکام نازل ہوئے تو یہ سلسلہ ختم ہوا۔

صلح حدیبیہ: رسول ﷺ نے قریش مکہ کے خلاف مجبوراً تلوار اٹھائی تھی تاکہ تبلیغ دین کی راہ میں حائل رکاوٹ دور ہو سکے۔ چھے سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد قریش نے اسلام کے اس حق کو تسلیم کر لیا اور صلح نامہ حدیبیہ طے پایا جس کے بعد آزادانہ میل جول سے کفار کو مسلمانوں کے اخلاق و عادات کا تجربہ ہوا۔ اس سے پہلے جتنے غزوات کے ذریعے لوگ اسلام لائے تھے اس کے مقابلے میں دو سال میں ہی یہ تعداد کئی گنا بڑھ گئی۔ صلح حدیبیہ کے سال حضور ﷺ عمرے کے ارادے سے نکلے تو صرف ڈیڑھ ہزار افراد ساتھ تھے، جو دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار تک پہنچ گئے اور یوں سارا عرب آپ ﷺ کا مطیع اور فرمانبردار ہو گیا۔

شاہان روم و عجم کو دعوت اسلام: آپ ﷺ نے اپنی مدنی زندگی میں عرب اور بیرون عرب تبلیغ دین کے لیے کئی مبلغ اور قاصد بھیجے اور کئی بادشاہوں کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ ایران، حبشہ اور روم والوں نے آپ ﷺ کی تعلیمات کو قبول کر کے نورِ ہدایت سے روشنی حاصل کی۔ اس دوران میں مشرکین عرب کی کثیر تعداد اور کئی یہودی اور عیسائی قبائل نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ قریش اور یہود کی مزاحمت کے خاتمہ کے ساتھ ہی اسلام کا اثر یمن، بحرین، یمامہ، عمان، شام اور عراق تک پہنچ گیا اور یہ سارے شہر اسلام کی روشنی سے جگمگانے لگے۔

فتح مکہ: 8 ہجری کو حضور ﷺ دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ قریش مکہ نے مسلمانوں پر بدترین مظالم ڈھائے تھے، لیکن حضور ﷺ نے کسی سے اس کا انتقام نہیں لیا بلکہ عفو و درگزر کا اعلان کرتے ہوئے عام معافی کا اعلان کیا۔ مکہ فتح ہوا تو اشاعتِ اسلام کی ایک اہم رکاوٹ دور ہو گئی۔ عرب کے تمام قبائل جوق در جوق حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور اس طرح آہستہ آہستہ پورا عرب مسلمان ہو گیا۔

حجۃ الوداع: مدنی زندگی میں آپ ﷺ نے کوئی حج ادا نہ فرمایا تھا اور آپ ﷺ کو معلوم ہو چکا تھا کہ رحلت کا وقت قریب ہے، لہٰذا ضرورت تھی کہ تمام دنیا والوں کے سامنے شریعت، اخلاق اور حکومت کے تمام اصولوں کا اعلان عام اجتماع میں کیا جائے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے حج پر جانے کا اعلان فرمایا۔ حج کا اعلان ہوتے ہی پورا عرب ہمرکابی کے لیے امڈ آیا۔ ہر طرف انسانوں کا ہجوم نظر آتا تھا۔

مدینہ سے مکہ کا طویل سفر دنوں میں طے ہوا اور چار ذی الحجہ کو حضور ﷺ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد

نویں ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں ایک مشہور خطبہ دیا جو "خطبہ حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! جس طرح تم اس دن مہینے اور مقام کی عزت کرتے ہو، اسی طرح ایک مسلمان کا خون، مال اور آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر یا کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے۔ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

تکمیلِ دین: حجۃ الوداع میں قرآن مجید کی آخری آیت نازل ہوئی اور دینِ اسلام کی تکمیل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ:3)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے دین کے طور پر اسلام کو پسند فرما لیا ہے۔

سوال15: مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام اور یہود کی مخالفت پر نوٹ لکھیں۔

جواب: اسلامی ریاست کا قیام:

مدینہ کے آس پاس یہود کے تین قبائل آباد تھے اور اسلام سے پہلے یہود و انصار میں کئی خونی معرکے ہو چکے تھے۔ یہودیوں کی دلی چاہت تھی کہ انصار کبھی متحد نہ ہو پائیں۔ اسلامی ریاست کے قیام کے لیے حضور ﷺ کا سب سے پہلا سیاسی قدم مدینے کے یہود اور مسلمانوں کو ایک انتظام میں پرو دینا تھا۔ چنانچہ معاشرے کو منظم کرنے کے لیے یہود اور مسلمانوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جو تاریخ اسلام میں "میثاقِ مدینہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا۔ اس معاہدے کی چند اہم دفعات درج ذیل ہیں:

(i) مدینے کے اس منظم معاشرے میں خدا کے قانون کو بنیادی حیثیت حاصل ہوگی۔

(ii) سیاسی، قانونی اور عدالتی لحاظ سے آخری اختیار حضور ﷺ کو ہوگا۔

(iii) دفاعی لحاظ سے مدینہ اور اس کے گرد و نواح کی آبادی ایک متحدہ طاقت ہوگی اور بیرونی حملے کی صورت میں متحد ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

(iv) انصار و یہود میں سے کوئی بھی قریش کو پناہ نہ دے گا۔

اس معاہدے سے باضابطہ طور پر اسلامی ریاست اور اسلامی نظام حیات کی بنیاد رکھ دی گئی۔

مخالفتِ یہود: یہودِ مدینہ سے صلح و امن کا معاہدہ تو طے پا گیا اور یہود نے اسلام کو ایک الگ طاقت و قوت بھی تسلیم کر لیا لیکن اسلام کی دن دگنی رات چوگنی ترقی ان کے لیے سیاسی اور مذہبی مشکل کا سبب بن رہی تھی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ تورات کی پیش گوئی کے مطابق نبی آخر الزماں کے ظہور پر ایمان لے آتے، لیکن یہی یہود حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کے خلاف ہو گئے۔ اشاعتِ اسلام سے چونکہ ان کی مذہبی اجارہ داری اور اہلِ مدینہ پر اثر و رسوخ خطرے میں پڑ گیا تھا اس لیے اعلانیہ جنگ کی بجائے یہودیوں نے مکاری اور عیاری سے حضور ﷺ کی مخالفت پر کمر کس لی۔ انہوں نے نفاق اور سازش کے دو حربے استعمال کیے، جس سے مدینے میں ایک تیسرا گروہ منافقین کا پیدا ہو گیا جو اسلام اور مسلمانوں کے لیے یہود سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔

تحویلِ قبلہ: اسلام کے آغاز سے مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے جس پر یہود بھی فخر کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد حضور ﷺ کی آرزو کے مطابق مسلمانوں کے لیے بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا گیا تو یہودی سخت برہم ہوئے۔ بہت سے یہودی جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے، لیکن در پردہ مسلمانوں کے لیے مارِ آستین تھے ان کی منافقت کا راز فاش ہو گیا۔

حملوں کا خطرہ: مدینہ آنے کے بعد حضور ﷺ کو بہت سے مسائل کا سامنا تھا۔ مہاجرین کی آبادکاری، مدینے کا دفاع اور ہر لمحے بیرونی حملے کا خطرہ۔ سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ مدینے میں نئی قائم ہونے والی ریاست میں منافقین کا گروہ پیدا ہو گیا۔ اس سلسلے میں یہودی سب سے زیادہ پیش پیش تھے۔ انہوں نے پہلے شر انگیزی سے کام لیا، پھر تخریب کاری کا سہارا لیا، اور آخر میں غداری کرتے ہوئے کفارِ مکہ کو عملی

تعاون کی پیشکش بھی کر دی۔

سوال 16: مسلمانوں نے اپنے دفاع میں جو جنگیں لڑیں ان پر نوٹ لکھیں۔

جواب: حضور ﷺ مکہ سے تو نکل آئے لیکن قریش نے ان کا پیچھا مدینہ میں بھی نہ چھوڑا۔ حضور ﷺ کی مدینہ آمد سے کچھ دنوں بعد قریش مکہ نے عبداللہ بن ابی کو خط لکھا: "تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے' یا تو تم اس کو قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم تم پر حملہ کر کے تمہیں فنا کر دیں گے۔" اسی خطرہ کے پیش نظر حضور ﷺ اور صحابہؓ راتوں کو اکثر جاگتے رہتے تھے اور سوتے وقت بھی ہتھیار لگا کر سوتے تھے لیکن اللہ کی طرف سے ابھی جنگ کی اجازت نہ تھی۔ 2 ہجری میں اللہ کے راستے میں صرف ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت ملی' جو مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئیں۔ چنانچہ غزوۂ بدر سے پہلے جتنی مہمات گردونواح میں روانہ کی گئیں سب کا مقصد قریش کی نقل و حرکت کا پتہ لگانا اور امن و امان قائم رکھنا تھا۔

غزوۂ بدر: ہجرت کے بعد مسلمانوں کی اجتماعی قوت میں اضافہ ہوا تو مشرکین مکہ اس صورت حال سے آگ بگولا ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور مسلح جھڑپیں شروع کر دیں۔ کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کر کے حضور ﷺ کے مویشی لوٹ لیے اور بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ چند دنوں بعد عمرو بن الحضرمی مسلمانوں کے ساتھ ایک جھڑپ میں مارا گیا' جس نے قریش کو مدینے پر فوری حملے کا موقع فراہم کر دیا۔ ایک طرف مسلمانوں کی مختصر جماعت تھی جو بے سرو سامان اور نہتی تھی تو دوسری طرف قریش مکہ پوری طرح ہر قسم کے ساز و سامان سے مسلح۔ دونوں جماعتوں نے بدر کے میدان میں ڈیرے ڈال دیے۔ حضور ﷺ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ ﷺ نے پورے خشوع کے ساتھ دعا کی: "الٰہی! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ آج پورا کر۔" اس کے جواب میں وحی نازل ہوئی:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (القمر 45:54) **ترجمہ:** "فوج کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر دیں گے۔"

بدر کا معرکہ حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا' جس میں حق باطل پر غالب آیا اور کفر کی کمر ٹوٹ گئی۔ قریش کے ستر افراد مارے گئے اور اتنے ہی قید ہوئے۔ انہیں چھڑانے کے لیے قریش نے مدینے میں آمد و رفت شروع کی۔ اس طرح اشاعتِ اسلام میں اضافہ ہوا۔ غزوۂ بدر مسلمانوں کی ترقی کا پہلا قدم تھا۔ اس فتح نے یہود مدینہ کے جذبۂ حسد کو بڑھا دیا اور ان کی مخالفت اور بھی بڑھ گئی۔

غزوۂ اُحد: معرکہ بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے کے لیے قریش مکہ نے احد کا معرکہ برپا کیا۔ یہود مدینہ نے میثاقِ مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے در پردہ قریش مکہ کا ساتھ دیا۔ کوہ احد کے دامن میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ حضور ﷺ نے پہاڑی درے پر پچاس تیر انداز کھڑے کر دیے تھے اور انہیں تاکید کر دی تھی کہ کسی بھی صورت میں یہاں سے نہ ہٹیں لیکن ابتدائی فتح دیکھ کر یہ لوگ درّے سے نکل آئے اور مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا جس سے حضور ﷺ اور صحابہؓ کو سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ ستر کے قریب مسلمان شہید ہوئے۔ خود حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور چہرے پر زخم آئے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کے حوصلے اور صبر میں کمی نہ آئی۔ خواتین قریش نے انتقام بدر کے جوش میں مسلمانوں کی لاشوں سے بھی بدلہ لیا اور ان کے ناک' کان تک کاٹ دیے۔ مسلمان عورتوں نے بھی اس جنگ میں حصہ لیا۔ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور مجاہدوں کو پانی پلاتی تھیں۔

یہودیوں کا قلع قمع: یہود مدینہ نے معاہدہ (میثاقِ مدینہ) کے باوجود مسلمانوں سے غداری کی تھی۔ لہٰذا ان کو بدلہ دینا اور ان کی سرکوبی کرنا نہایت ضروری تھا۔ چنانچہ 2ھ سے 4ھ تک ان کے خلاف جو لڑائیاں لڑی گئیں وہ غزوات بنو نضیر' بنو قینقاع اور بنو قریظہ کے نام سے مشہور ہیں جن میں غدار وطن یہود کو قتل یا جلاوطن کر دیا گیا' تاکہ ان کی مکاریوں اور عیاریوں کا خاتمہ کیا جا سکے۔ آخر غزوۂ خیبر کے بعد ان کی سیاسی طاقت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

اسلام کے خلاف عرب کی متحدہ جنگ: 5 ہجری کو قبائل قریش کنانہ غطفان اسد اور دوسرے قبیلوں نے متحد ہو کر مدینے پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے مدینے کے گرد خندق کھود کر شہر کا دفاع کیا اور محصور ہو گئے۔ یہ محاصرہ اس قدر شدید تھا کہ حضور ﷺ اور صحابہؓ پر تین تین دن فاقے گزر گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور کفار کو مجبور ہو کر بھاگنا پڑا۔ اس جنگ کا نام غزوہ خندق یا غزوہ احزاب ہے۔ اس جنگ میں شکست سے قریش کی متحدہ قوت کا زور ٹوٹ گیا اور بہت سے قبیلے جو قریش کے زیر اثر تھے مسلمان ہو گئے۔

سوال 17: عہد نامہ حدیبیہ اسلام کی اشاعت کا پیش خیمہ تھا۔ وضاحت کریں۔

جواب: مسلمان کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے لیکن کفار مکہ نے وہاں بھی ان کا تعاقب کیا۔ کفار مکہ نے مسلمانوں پر کئی جنگیں مسلط کر دیں۔ مسلمانوں کو مجبوراً اپنے دفاع میں تلوار اٹھانا پڑی تا کہ اسلام کی تبلیغ کو آزادی ملے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانوں کو ہر جنگ میں فتح حاصل ہوئی۔ چھٹے ہجری میں نبی کریم ﷺ عمرہ کے ارادے سے ڈیڑھ ہزار افراد کے ساتھ نکلے تو کفار مکہ نے مسلمانوں کو روک لیا۔ بالآخر فریقین کے درمیان چند شرائط پر مبنی ایک معاہدہ طے پایا۔ کفار نے مسلمانوں کے ساتھ یہ معاہدہ کر کے مسلمانوں کے اسلام کی آزادانہ تبلیغ کے حق کو تسلیم کر لیا۔ معاہدہ طے پانے کے بعد آزادانہ میل جول سے منکروں کو مسلمانوں کے اخلاق و عادات کا تجربہ ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس سے قبل، غزوات کے باوجود جس قدر لوگ اسلام لائے تھے، صرف دو ہی برس میں یہ تعداد کئی گنا بڑھ گئی۔ صلح حدیبیہ کے سال نبی کریم ﷺ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار افراد تھے۔ دو سال کے بعد فتح مکہ کے لیے چلے تو یہ تعداد دس ہزار تھی۔

عہد نامہ حدیبیہ کے بعد عرب اور عرب کے باہر اسلام کے مبلغ اور قاصد بھیجے گئے۔ دنیا کے بادشاہوں کو دعوت اسلام دی گئی۔ ایران، روم اور حبش والے آپ کی تعلیم سے فیض یاب ہوئے۔ مشرکین عرب، یہود اور عیسائیوں نے بارگاہ نبوی سے فیض حاصل کیا۔ حجاز سے باہر نبوت کے بیس برس میں قریش اور یہود کی مزاحمت کی وجہ سے اسلام آگے نہ بڑھ سکا اور خال خال مسلمان ادھر ادھر نظر آتے تھے۔ ان دیواروں کا ہٹنا تھا کہ صرف تین برس یعنی 9،8 اور 10 ہجری میں اسلام کا اثر ایک طرف یمن، بحرین، یمامہ، عمان اور دوسری طرف عراق اور شام کی حدود تک وسیع ہو گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ قریش کو پورے عرب میں قیادت حاصل تھی۔ پورا عرب قریش مکہ کے فیصلے کا انتظار کر رہا تھا۔ مکہ فتح ہو گیا تو یہ انتظار بھی ختم ہو گیا اور رفتہ رفتہ پورا عرب مسلمان ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ جب دس ہجری میں حجۃ الوداع کے لیے نکلے تو اسلام کی آواز ہر طرف پہنچ چکی تھی۔

تکمیل شریعت اور اسلامی حکومت کا قیام

سوال 18: تکمیل شریعت اور اسلامی حکومت کے قیام پر نوٹ لکھیں۔

جواب: تکمیل شریعت اور اسلامی حکومت کا قیام

جب آپ ﷺ نے حج ادا فرمایا تو آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ رحلت کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ لہٰذا اب ضرورت تھی کہ تمام دنیا کے سامنے شریعت، اخلاق اور حکومت کے بنیادی اصولوں کی وضاحت کر دی جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے 9 ذی الحج کو عرفات کے میدان میں صحابہ کرامؓ کے سامنے خطبہ دیا جو تاریخ میں خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ یہ خطبہ تمام اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ حج کی برکت، کعبہ کی حرمت، مسلمانوں کے مال و خون و آبرو کی حفاظت، عورتوں اور غلاموں کے حقوق، اسلامی برادری میں اتحاد کی اہمیت اس خطبے کے اہم موضوعات ہیں۔ آپ ﷺ نے اس خطبے میں جس طرح سے تمام موضوعات کو سمیٹا وہ اسلامی شریعت کی تکمیل کا اشارہ تھا۔

مکے اور مدینے میں حضور ﷺ نے وحی الٰہی کی رہنمائی میں جو افراد تیار کیے ان کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ یہ صحابہؓ مکمل طور پر

اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے۔ مدینے میں آپ ﷺ نے تبلیغ اسلام اور قیام امن کے لیے جو طرز عمل اختیار کیا اس سے واضح طور پر معلوم ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ شریعت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ قیام حکومت کے لیے اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ شریعت نے حکومت کے قیام کے لیے اسلامی احکام کا نفاذ ضروری قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (الحج: 42)

ترجمہ: "جنہیں ہم اگر زمین میں قوت عطا کریں تو نماز قائم کریں مستحقین کی مالی امداد کریں لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں اور برائی سے روکیں۔"

ایک منظم اور باقاعدہ حکومت کا وجود اس لیے ضروری ہے کہ ملک میں امن و امان پیدا ہو اور اسلام بلا روک ٹوک پھیل سکے اور مسلمان کسی مزاحمت کے بغیر اپنے مذہبی فرائض سرانجام دے سکیں۔ جب تک اسلام کے احکام عملاً نافذ نہ کیے جائیں تب تک تبلیغ و اشاعت سے اصل مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

جہاد کا حکم: ہجرت مدینہ سے آٹھ سال تک کا سارا وقت فتنوں کو ختم کرنے، مخالفتوں کے دفع کرنے اور ملک میں امن و امان قائم کرنے میں گزر گیا۔ اس لیے اس آٹھ سالہ عرصے میں فرائض اسلام میں سے جو چیز سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ صرف جہاد ہے۔ جہاد کے ساتھ دوسرے اسلامی احکام بھی آہستہ آہستہ فرض ہوتے گئے۔

شرعی احکام: اسلامی احکام یک بارگی نازل نہیں ہوئے بلکہ ملکی قانون سے متعلق احکام اس وقت نازل ہوئے جب اسلام ایک حکمران طاقت بن گیا۔ احکام بتدریج نازل ہوئے کیونکہ محض احکام بتا دینا ہی مقصد نہ تھا بلکہ ان پر عمل کروانا بھی مقصود تھا۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے:
"پہلے عذاب و ثواب کی آیات نازل ہوئیں۔ جب دلوں میں استعداد پیدا ہو گئی تو احکام نازل ہوئے ورنہ اگر پہلے حکم ہوتا کہ شراب نہ پیو تو کون مانتا؟" گویا احکام انسانی فطرت اور نفسیات کے مطابق نازل ہوئے۔

نبوت کے مقاصد: حضور ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی دیکھی جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و بعثت کا مقصد انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا، اسلامی احکام کی روشنی میں مثالی معاشرے کا قیام اور اسلامی حکومت کا قیام ہے۔ بعثت کے بعد ہر دکھ اور مصیبت میں عزم و استقلال کا مظاہرہ، ہجرت مدینہ، انصار و مہاجرین میں رشتہ مواخات، میثاق مدینہ، غزوات، صلح حدیبیہ، سلاطین کو دعوت اسلام، فتح مکہ، جزیرۃ العرب کے مختلف علاقوں میں قاضیوں کا تقرر اور حجۃ الوداع میں اہم تعلیمات اسلامی کا اعلان آپ ﷺ کی نبوت کے مقاصد میں سے ہیں۔

مکمل ضابطۂ حیات: حضور ﷺ نے نہ صرف اعتقادات اور عبادات پر زور دیا بلکہ زندگی کے تمام مسائل سلجھائے۔ خواہ ان کا تعلق اعتقادات سے ہو یا عبادات سے، معاملات سے ہو یا اخلاق سے، معیشت سے ہو یا سیاست سے، گویا زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے متعلق قرآن و سنت میں تعلیم موجود نہ ہو۔ اسلام کی تعلیمات زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں اور زندگی کے تمام مسائل کا حل پیش کرتی ہیں۔

عملی نمونہ: حضور ﷺ نے صرف زبانی کلامی نیکی کی تعلیم نہیں دی بلکہ خود اس پر عمل کر کے دکھایا اور ایسے پاک باز ساتھی پیدا کیے جن کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ہر شعبے کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان حرف آخر ہے۔

1- اعتقادات 2- عبادات 3- معاملات 4- اخلاق 5- حلال و حرام۔

الغرض آپ ﷺ کی ساری زندگی اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد سے بھری پڑی ہے۔ آپ ﷺ نے تکمیل شریعت کے لیے دن رات قرآن کا پیغام عملی صورت میں لوگوں تک پہنچایا اور انہیں راہ ہدایت دکھائی۔

ختم نبوت

سوال19: عقیدہ ختم نبوت پر نوٹ لکھیے۔

جواب: **ختم نبوت کا مفہوم:** عربی زبان میں "خاتم" کا معنی اس مہر کے ہیں جو لفافے پر اس لیے لگائی جاتی ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہ کی جا سکے۔ گویا آپ ﷺ کے آنے سے نبوت و رسالت کا سلسلہ سربمہر ہو گیا۔ اسلامی اصطلاح میں ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ نبوت و رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوا وہ آنحضرت ﷺ پر ختم ہو گیا۔

ختم نبوت اور قرآن

1- **اللہ کی گواہی:** قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب 40:33)

ترجمہ: (لوگو!) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

2- **تکمیل دین:** سابقہ انبیاء سے جس شریعت کا آغاز ہوا تھا حضور ﷺ کی بعثت سے ارتقاء کا یہ کل مکمل ہو گیا۔ حق تعالیٰ نے دین اسلام کو حد کمال تک پہنچا کر دین کی تکمیل کا اعلان فرما دیا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ 3:5)

ترجمہ: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا تم پر اپنی نعمت (نبوت و رسالت) کو مکمل کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔"

3- **خاتم النبیین ﷺ:** گزشتہ انبیاء کی تبلیغ و ہدایت اور نبوت و رسالت ایک مخصوص علاقے یا ملک کے لیے ہوتی تھی۔ انہوں نے کبھی عالمگیر دعوت و پیغام کا دعویٰ نہیں کیا لیکن حضور ﷺ تمام دنیا کے لیے بشیر (خوشخبری سنانے والے) اور نذیر (ڈرانے والے) ہیں اور آپ کی دعوت بھی عالمگیر ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف: 158)

ترجمہ: "کہہ دیجیے! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔"

آپ ﷺ کا یہ پیغام آخری، مکمل اور محفوظ شکل میں تمام دنیا کے لیے ہے اس لیے اب اور کسی نئے نبی یا رسول کی ضرورت نہیں اور اسی وجہ سے آپ ﷺ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔

4- **محفوظ دین و شریعت:** حضور ﷺ سے پہلے انبیاء کرام میں سے چند ایک کے سوا اکثریت سے ہم واقف نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں میں سے بھی کوئی اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں لیکن حضور ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو اور قرآن مجید کا ایک ایک حرف محفوظ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جس چیز کی ضرورت نہیں رہتی اس کو مٹا دیا جاتا ہے اور جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اس کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی شریعت کو باقی رکھا گیا ہے اور آپ ﷺ سے پہلے کی شریعتیں یا تو مٹ گئیں یا ان میں اس قدر رد و بدل ہو گیا کہ اب وہ اپنی اصل حالت میں موجود نہیں۔ آپ ﷺ کی شریعت محفوظ ہے اس میں ذرہ بھر بھی رد و بدل نہیں ہوا بلکہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے

ذمے لے رکھی ہے اس لیے یہ قیامت تک محفوظ ہے اور آپ ﷺ قیامت تک کے لیے نبی اور رسول ہیں۔

ختم نبوت اور احادیث: حضور ﷺ نے خود اس عقیدے کی وضاحت اس طرح فرمائی:

(i) **اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ** (میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔

(ii) **اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا فَخْرَ** (میں خاتم النبیین ہوں اور اس پر فخر نہیں کرتا)۔

(iii) بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی وفات پا تا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(iv) میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک خوبصورت عمارت بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہار خیال کرتے لیکن کہتے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں ''خاتم النبیین'' ہوں۔

(v) میری امت میں تیس کذاب (جھوٹے) ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں ''خاتم النبیین'' ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

نبی کی ضرورت کی صورتیں: ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے آنے کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں۔

(i) یا تو پہلے نبی کی تعلیم و ہدایت مٹ گئی ہو اور پھر پیش کرنے کی ضرورت ہو۔

(ii) یا پہلے نبی کی تعلیم مکمل نہ ہو اور پھر پیش کرنے کی ضرورت ہو۔

(iii) یا پہلے نبی کی تعلیم ایک خاص قوم تک محدود ہو اور دوسری قوم کے لیے دوسرے نبی کی ضرورت ہو۔

یہ تینوں وجوہات اب باقی نہیں ہیں۔ لہٰذا اب نئے نبی کی ضرورت نہیں جو ایسا دعویٰ کرتا ہے وہ کذاب اور جھوٹا ہے۔

آنحضور ﷺ کا پاکیزہ کردار

عہد طفولیت

سوال 20: رسول اکرم ﷺ کے عہد طفولیت پر نوٹ لکھیں۔

جواب: ولادت رسول ﷺ کے وقت عرب کی حالت

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت حضرت عیسیٰ کے قریباً پونے چھے سو سال بعد ہوئی۔ اس دور میں دنیا پیغام حق کو فراموش کر چکی تھی۔ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے مظاہر پرستی میں مبتلا تھے۔ سورج، چاند، ستاروں، جانوروں، درختوں اور پتھروں کی پوجا کی جاتی تھی۔ اگر کسی جگہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی بھی تھی تو وہ بھی مظاہر کے ذریعے۔ حضور ﷺ جس قوم میں پیدا ہوئے وہ زیادہ تر بت پرست تھی اور بت پرستی کو خدا کی قربت کا ذریعہ سمجھتی تھی۔ ان کا کہنا تھا:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط (الزمر 3:39)

ترجمہ: ہم ان (بتوں) کو صرف اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں ہماری قربت کا ذریعہ بن جائیں۔

یہ حالت ان کے شرک کی تھی۔ اس کے علاوہ ان کے ہاں باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی۔ دو حقیقی بہنوں سے شادی جائز تھی، بیویوں کی کوئی حد نہ تھی، بے حیائی، شراب نوشی، جوا اور بدکاری عام تھی۔ لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلانا، عورتوں کے پیٹ چاک کرنا،

مردوں سے بے حرمتی کرنا اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا درست سمجھا جاتا تھا۔ لوگ طرح طرح کے اوہام اور مظاہر پرستی میں مبتلا تھے۔ الغرض معاشرتی اور اخلاقی حالت نہایت ابتر تھی۔

ولادت باسعادت: جاہلیت کے اس دور میں آفتاب ہدایت طلوع ہوا۔ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت بارہ یا نو ربیع الاول بمطابق 20 اپریل 571ء کو ہوئی۔ آپ ﷺ کے والد ماجد کا نام عبداللہ تھا' جو آپ ﷺ کی ولادت سے چند ماہ پہلے فوت ہو گئے تھے اور آپ ﷺ کی والدہ کا نام حضرت آمنہ تھا۔ آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے کے سر پر ہاتھ رکھا اور آپ ﷺ کا نام محمد رکھا۔ جب آپ ﷺ کی عمر چھے سال ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔

غیر معمولی ولادت: سیرت کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت غیر معمولی تھی۔ آپ ﷺ جس وقت دنیا میں تشریف لائے تو دور دور تک روشنی پھیل گئی۔ آپ ﷺ ہر قسم کے میل کچیل سے پاک تھے۔ آپ ﷺ کی پیدائش سے کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ ایران کا آتش کدہ سرد پڑ گیا۔ شیاطین کا آسمانوں پر آنا جانا بند کر دیا گیا۔

رضاعت: شرفائے عرب میں دستور تھا کہ والدین اپنے بچوں کو شہر سے باہر دیہات میں پرورش کے لیے بھیج دیا کرتے تھے تاکہ بچہ آزاد اور صحت مند ماحول میں نشوونما پا سکے اور خالص عربی زبان سیکھ لے۔ اسی غرض کے لیے آپ ﷺ کو حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے پاس چھوڑا گیا جہاں آپ ﷺ قریباً چار سال تک رہے۔ آپ ﷺ کے بچپن کا یہ دور بھی عام بچوں سے مختلف تھا۔ مثلاً آپ ﷺ نے کبھی بستر پر پاخانہ یا پیشاب نہیں کیا۔ بچپن میں کسی نے آپ ﷺ کو برہنہ نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ عام بچوں کی طرح کھانے کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے اور نہ ہی بلاوجہ روتے تھے بلکہ ان عادات سے پاک تھے۔

دادا جان کی سرپرستی: چھے سال کی عمر میں آپ ﷺ کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ حضرت عبدالمطلب کی سرپرستی میں آ گئے۔ وہ آپ ﷺ سے بے حد پیار کرتے تھے۔ جب عبدالمطلب حرم کعبہ یا دارالندوہ تشریف لے جاتے تو اپنے یتیم پوتے کو بھی ساتھ لے جاتے اور اپنی دائیں جانب بٹھاتے۔ آپ ﷺ کے دادا جان کی ایک بڑی مسند تھی جس پر ان کے سوا کوئی نہ بیٹھ سکتا تھا لیکن حضور ﷺ کو اس پر بیٹھنے کی اجازت تھی۔ آپ ﷺ کے دادا مسکرا کر فرماتے: "میرا بیٹا بڑا سردار بنے گا۔" حضور ﷺ بچپن ہی سے بڑی سنجیدگی اور وقار سے رہتے اور عظمت و کرامت کے آثار آپ ﷺ کی ہر ادا سے ظاہر ہوتے تھے۔

چچا ابو طالب کی سرپرستی: آنحضرت ﷺ کی عمر آٹھ سال تھی کہ آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور اپنے بیٹے ابو طالب کو آپ ﷺ کی پرورش کی وصیت کر گئے۔ اگرچہ جناب ابو طالب کا کنبہ بڑا تھا تاہم انہوں نے اپنے بھتیجے کی پرورش کا حق خوب ادا کیا۔ وہ آپ ﷺ کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے اور اپنے بچوں سے بڑھ کر رکھتے۔ آپ ﷺ نے ابتدائی عمر میں بکریاں بھی چرائیں۔ اس میں یہ راز پوشیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مستقبل میں امت کی نگہبانی کا کام لینے والا ہے۔ بکریاں چرانا اس زمانے میں معیوب کام نہیں تھا۔ شرفاء کے بچے عموماً یہ کام کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی گلہ بانی کا فریضہ آپ کے سپرد ہونا تھا۔

عہد شباب

سوال 21: حضور ﷺ کے عہدِ شباب پر نوٹ لکھیں۔

جواب: 1- مثالی کردار: حضور ﷺ نے اعلانِ نبوت سے قبل چالیس سالہ زندگی اپنی قوم میں گزاری۔ آپ ﷺ کی زندگی کے شب و روز قوم کے سامنے روزِ روشن اور کھلی کتاب کی طرح عیاں اور واضح تھے۔ آپ ﷺ کی یہ ساری زندگی مسلسل صداقت' امانت' دیانت اور بہترین اخلاق کا مرقع تھی۔ چالیس سال کی عمر میں جب آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت کیا تو کسی شخص کو بھی آپ ﷺ کے کردار پر انگلی اٹھانے کی

جرأت نہ ہوئی۔ آپ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل بھی کہا کرتا تھا: ''محمد ﷺ! میں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ بتوں کی بد دعا نے تمہیں دیوانہ بنا دیا ہے۔''

2- صادق و امین تاجر: آنحضرت ﷺ کا خاندانی پیشہ تجارت تھا اس لیے آپ ﷺ نے بھی یہی پیشہ اختیار کیا۔ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب بھی تاجر تھے۔ جب آپ ﷺ سنِ شعور (شباب) کو پہنچے تو آپ ﷺ کی توجہ فکرِ معاش کی طرف ہوئی۔ آپ ﷺ نے تجارت کو پسند فرمایا۔ تجارت کا سب سے بڑا اصول نیک نامی اور ساکھ ہے۔ آپ ﷺ پر لوگوں کے اعتماد کا یہ عالم تھا کہ لوگ مخالفت کے باوجود اپنی امانتیں اور رقوم آپ ﷺ کے پاس رکھوایا کرتے تھے۔ جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تجارت میں شریک رہتے تھے وہ آپ ﷺ کی دیانت و امانت کی گواہی دیتے تھے۔

3- حضرت خدیجہؓ سے نکاح: مکہ میں ایک مالدار بیوہ خاتون حضرت خدیجہ بنت خویلد رہتی تھیں۔ وہ اپنا مال مختلف تاجروں کے ذریعے مختلف علاقوں میں بھیجا کرتی تھیں۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کی نیک نامی اور تاجرانہ دیانت داری کے بارے میں سنا تو آپ ﷺ کو اپنا مال لے جانے کی پیشکش کی۔ آپ ﷺ نے پیشکش قبول کر لی اور سامانِ تجارت ملکِ شام لے گئے۔ حضرت خدیجہؓ نے راستے میں خدمت کی خاطر اپنا غلام میسرہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ بھیج دیا تھا۔ حضور ﷺ کی برکت سے اس سفر میں حضرت خدیجہؓ کو خوب نفع حاصل ہوا۔ دوسری طرف میسرہ نے سفر کے دوران آپ ﷺ کے دیگر اطوار و اخلاق بیان کیے تو حضرت خدیجہؓ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں اور انہوں نے حضور ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضور ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے مشورے سے یہ پیغام قبول کر لیا۔ حضرت ابوطالب نے نکاح پڑھایا۔ نکاح کے وقت حضور ﷺ کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس تھی۔ نکاح کے بعد بھی آپ ﷺ دس سال تک تجارت سے وابستہ رہے اور اپنی سچائی اور امانت سے روز افزوں ترقی کرتے رہے۔

4- حربِ فجار میں شرکت: آپ ﷺ کے عہدِ شباب میں حربِ فجار کا واقعہ پیش آیا۔ یہ جنگ قبیلہ قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان لڑی گئی تھی۔ چونکہ اس لڑائی میں قریش حق پر تھے اس لیے آپ ﷺ نے اپنے قبیلے کا ساتھ دیا مگر عملی طور پر حصہ نہیں لیا۔ یہ جنگ ان دنوں میں لڑی گئی جن دنوں جنگ حرام تھی۔ اس لیے اس کا نام ''حربِ فجار'' پڑ گیا۔ حضور ﷺ نے عملی طور پر اس جنگ میں حصہ لینے سے گریز کیا۔

5- حلف الفضول میں شرکت: جاہلیت کی لڑائیاں دیکھ کر حضور ﷺ دل ہی دل میں کڑھتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ لڑائیاں ختم ہوں۔ آخر ''حلف الفضول'' کا مشہور معاہدہ طے پایا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ظالم کی مخالفت اور مظلوم کی مدد کی جائے گی۔ آپ ﷺ اس معاہدے میں دل و جان سے شریک ہوئے۔ اس معاہدہ میں اہم کردار ''فضل'' نامی تین افراد کا تھا اس لیے اس کا نام ''حلف الفضول'' پڑ گیا۔ اس معاہدے کے بارے میں اعلانِ نبوت کے بعد بھی حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''اس معاہدے کے مقابلے میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دیے جاتے تو میں نہ لیتا اور آج بھی اس جیسے معاہدے کے لیے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں۔''

6- واقعہ حجرِ اسود میں آپ ﷺ کا کردار: کعبۃ اللہ نشیبی علاقے میں واقع تھا اور ہر سال بارش کے موسم میں عمارت کو نقصان پہنچتا تھا۔ قریش نے فیصلہ کیا کہ خانہ کعبہ کو نئے سرے سے تعمیر کیا جائے۔ جب تعمیر کا کام شروع ہوا تو تمام قبائلِ قریش نے بڑی عقیدت کے ساتھ اس میں حصہ لیا اور جب تعمیر مکمل ہو گئی اور حجرِ اسود کی تنصیب کا موقع آیا تو قریش کا آپس میں سخت جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہ سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ قریب تھا کہ تلواریں نکل آئیں اور خون کی ندیاں بہہ جائیں۔ آخر خاندانِ قریش کے ایک عمر رسیدہ شخص ابوامیہ بن مغیرہ کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو، وہی ثالث قرار پائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ سب سے پہلے تشریف لائے۔ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی سب لوگ پکار اُٹھے ''الامین'' تشریف لائے ہمیں ان کا فیصلہ منظور ہے۔ آپ ﷺ نے ایک چادر منگوا کر اس پر پتھر رکھا اور تمام سرداروں کو اس چادر کو پکڑنے کے لیے کہا اور پھر اسے اپنے دستِ مبارک سے نصب فرمایا۔ یوں آپ ﷺ کے حکیمانہ فیصلے سے یہ معاملہ امن و عافیت سے طے ہو گیا۔

7-شرم وحیا جوانی میں آپ ﷺ کی سب سے نمایاں صفت حیا تھی۔ کسی نے آپ ﷺ کو ننگا نہیں دیکھا' بچپن سے ہی آپ ﷺ شرم وحیا کے پیکر تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی ایسی گفتگو نہیں فرمائی جس میں فحاشی کا کوئی لفظ بھی ہو اور نہ کوئی ایسا کام کیا جو شرم وحیا سے خالی ہو۔ آپ ﷺ کو میلوں ٹھیلوں سے فطری طور پر نفرت تھی اور کبھی اس قسم کے مشاغل میں شریک نہیں ہوئے۔

8-محبت ورحمت کے پیکر: قرآن مجید نے آپ ﷺ کو "رحمۃ للعالمین" کہہ کر پکارا ہے۔ بعثت سے پہلے بھی آپ ﷺ محبت ورحمت کی تصویر تھے۔ کسی کو غم وتکلیف میں دیکھتے تو فوراً بے چین ہو جاتے اور اس وقت تک قرار نہ آتا جب تک اس کی تکلیف دور نہ ہو جاتی۔

آپ ﷺ اپنے وقت کا کافی حصہ بوڑھوں' بیماروں اور معذور لوگوں کی دیکھ بھال میں صرف کرتے۔ ان کے چھوٹے موٹے کام کر دیتے۔ ان کا سودا سلف لا دیتے۔ غلاموں کا خیال رکھتے۔ بچوں اور یتیموں سے بے حد شفقت فرماتے۔ اکثر غریب بچوں کو کھانا کھلا دیتے اور کپڑے پہنا دیتے تھے۔ الغرض آپ ﷺ ضرورت مندوں او محتاجوں کی مکمل سرپرستی فرماتے۔

9-مشرکانہ رسوم سے اجتناب: اعلانِ نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ مراسمِ شرک سے مکمل اجتناب کرتے تھے۔ ایک دفعہ قریش نے آپ ﷺ کے سامنے ایک کھانا لا کر رکھا جو بتوں کے چڑھاوے کا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے کھانے سے انکار کر دیا۔ حج کے دنوں میں قریش نے باہر سے آنے والے لوگوں کے لیے یہ قانون بنا رکھا تھا کہ وہ قریش کا لباس زیب تن کریں' اگر کوئی اس کی مخالفت کرتا تو اسے خانہ کعبہ کا طواف برہنہ کرنا پڑتا تھا۔ اس وجہ سے برہنہ طواف کا رواج عام ہو گیا لیکن حضور ﷺ نے اس معاملے میں بھی اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ ہمیشہ اس بری رسم کی مخالفت کی۔

10-لغویات سے گریز: آپ ﷺ کو مکے میں ایسے معاشرے کا سامنا کرنا پڑا جو انتہائی گھناؤنا اور وحشیانہ تھا۔ ہر طرف لغویات اور ناانصافیوں کا دور دورہ تھا۔ بتوں کی پوجا' میلوں ٹھیلوں کا رواج' شراب اور جوا غرض کوئی بھی ایسی برائی اور بے حیائی نہ تھی جو اہل مکہ میں موجود نہ ہو۔ حسب ونسب پر غرور کرنا عربوں کا شیوہ تھا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ بے حیائی اور برائی کے کاموں کا ذکر بھری مجلسوں میں بڑے فخر سے کیا کرتے تھے۔ آپ ان تمام لغویات سے دور رہتے تھے۔

11-غور وفکر حضور ﷺ ان معاشرتی برائیوں کو دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوتے اور دل ہی دل میں کڑھتے رہتے تھے اور سوچتے رہتے کہ لوگوں کو ان برائیوں سے کس طرح بچایا جائے۔ اس طرح کے خیالات ہر وقت آپ ﷺ کے ذہن پر چھائے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ خلوت پسندی اور تنہائی کی طرف مائل ہو گئے۔ آپ ﷺ غارِ حرا میں شب وروز بسر کرنے لگے۔ آپ ﷺ اکثر غور وفکر کے لیے یہاں چلے جاتے' کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے اور ہفتوں وہاں عبادت میں مصروف رہتے۔ اسی غار میں آپ ﷺ پر پہلی وحی آئی اور آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا۔

اخلاق نبوی ﷺ

سوال 22: رسول اکرم ﷺ کے اخلاق وعادات پر روشنی ڈالیے۔

جواب: اخلاقِ نبوی اور قرآن: اخلاقِ نبوی ﷺ کا سب سے بڑا گواہ خود قرآن مجید ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم 4:68) **ترجمہ** بے شک تم آپ ﷺ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ درجے پر فائز ہو۔

قرآن مجید، اللہ کا کلام ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا۔ آپ ﷺ کی ذات اس کا عملی نمونہ اور تفسیر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب 21:33)

ترجمہ تمہارے لیے رسول ﷺ (کی زندگی) میں بہترین اور کامل نمونہ ہے۔

قرآن مجید حق وصداقت کا پیغام ہے اور آپ ﷺ اس کے پیغامبر' قرآن رشد وہدایت ہے اور آپ ﷺ راشد وہادی۔ غرض قرآن کی ہر آیت کسی نہ کسی طرح آپ ﷺ کی ذات اقدس سے تعلق رکھتی ہے اور یوں پورا قرآن آپ ﷺ کی سیرت ہے۔

اخلاق نبوی اور حدیث: حضور ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد تکمیل اخلاق قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ ترجمہ "مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔"

ایک بار حضرت عائشہؓ سے چند صحابہؓ نے عرض کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں کچھ بتایئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "کیا تم قرآن نہیں پڑھتے۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ ترجمہ بے شک قرآن ہی آپ ﷺ کا اخلاق ہے۔

آپ ﷺ کی پوری زندگی قرآن کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ قرآن نے جو کچھ کہا' آپ ﷺ نے عملی طور پر کر کے دکھایا۔ یہاں آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کے چند پہلو پیش کیے جاتے ہیں۔

1۔ سادگی اور بے تکلفی: آنحضرت ﷺ اپنی روزمرہ زندگی میں حد درجہ سادہ تھے۔ مجلس سے اٹھ کر ننگے پاؤں گھر تشریف لے جاتے اور جوتے وہیں چھوڑ جاتے جو اس بات کی نشانی ہوتی تھی کہ آپ ﷺ واپس تشریف لائیں گے۔ آپ ﷺ کھانے پینے' اٹھنے بیٹھنے اور پہننے میں کسی قسم کا تکلف نہیں فرماتے تھے۔ سادہ کھانا کھاتے اور عموماً ان چھنے آٹے کی روٹی کھاتے' پہننے کو جو مل جاتا پہن لیتے' مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔ نمائش' نازونعمت' تکلف اور عیش پسندی سے نفرت تھی۔ آپ ﷺ خود سادگی پسند ہونے کے ساتھ ساتھ گھر والوں کو بھی سادگی اختیار کرنے کا حکم دیتے۔ آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ "دنیا میں انسان کے لیے اتنا کافی ہے جتنا ایک مسافر کو زاد راہ۔"

2۔ اپنے کام خود سرانجام دینا: آنحضرت ﷺ اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرنا پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ہر وقت بے شمار خدمت گار موجود ہوتے تھے' لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے سرانجام دیتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ کے گھریلو معمولات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے کپڑوں پر پیوند لگاتے' جانوروں کا دودھ دوہ لیتے' بازار سے سودا سلف خرید لاتے' اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھتے اور چارہ ڈالتے۔"

آپ ﷺ نے نوعمری میں خانہ کعبہ کی تعمیر میں بھی حصہ لیا۔ آپ ﷺ پتھر اور گارا اٹھا کر لاتے اور معماروں کو دیتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کی کھدائی میں آپ ﷺ نے برابر صحابہؓ کے ساتھ کام کیا۔ دو صحابیؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ خود آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے مکان کی مرمت فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ خود تو بیٹھے رہیں اور دوسرے ان کے کام کریں۔

3۔ دوسروں کے کام آنا: دوسروں کے کام آنا آپ ﷺ کی عادت مبارکہ میں سے تھا۔ ایک دفعہ حضرت خبابؓ کسی جنگ پر گئے۔ ان کے گھر کوئی دودھ دوہنے والا نہ تھا' آپ ﷺ ہر روز ان کے گھر جاتے اور دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حبشہ سے چند مہمان آئے' صحابہ کرامؓ نے ان کی مہمان نوازی کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ ﷺ نے یہ کام خود اپنے ذمے لے لیا اور ان کی مہمان نوازی کی۔ کوئی بھی شخص آپ ﷺ کے پاس کام لے کر آتا تو آپ ﷺ فوراً کھڑے ہو جاتے اور اس کا کام کر دیتے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ بیوہ اور مسکین کے ساتھ چل کر ان کا کام کر دینے میں آپ ﷺ کو عار نہ تھا۔ آپ ﷺ غیروں اور دشمنوں کا کام بھی خوشی سے کرتے تھے۔

4۔ بچوں پر شفقت: آنحضرت ﷺ بچوں پر بھی حد درجہ مہربان تھے۔ مہربانی اور شفقت کا یہ عالم تھا کہ سواری پر آ رہے ہوتے تو بچوں کو آگے بٹھا لیتے۔ بچوں کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔ ماں بچے کی محبت کے واقعات سن کر بڑے متاثر ہوتے۔ بچوں کی خاطر نماز مختصر فرما دیا کرتے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ ہوتا ہے کہ دیر میں ختم کروں گا۔ اچانک کسی بچے کے رونے کی

آواز آتی ہے اور نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوتی ہو گی۔ مسلمان اور کافر کے فرق کے بغیر تمام بچوں سے پیار فرماتے۔ ایک غزوے میں مشرکین کے چند بچے جھپٹ میں آ کر مارے گئے۔ آپ ﷺ کو علم ہوا تو نہایت آزردہ ہوئے اور فرمایا: "خبردار بچوں کو قتل نہ کرو، ہر جان اللہ کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔"

جب کوئی نیا پھل آتا تو حاضرین مجلس میں سب سے کم عمر بچے کو دیتے۔ بچوں کو چومتے، پیار کرتے اور فرماتے: "بچے اللہ کے باغ کے پھول ہیں۔"

5- جانوروں پر رحم: عرب مدتوں سے جانوروں پر ظلم کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اسے ختم کیا۔ زندہ جانوروں کے بدن سے گوشت کاٹ لیتے اور پکا کر کھاتے۔ آپ ﷺ نے ان کو اس سے روکا۔ جانوروں کی دم اور بال کاٹنے سے منع فرمایا۔ جانوروں کی لڑائی کو ممنوع قرار دیا۔ زندہ جانوروں کو کھڑا کر کے ان پر تیر اندازی کی مشق جیسی سنگ دل حرکت سے لوگوں کو روکا، پرندوں کے انڈے چرانے اور ان کے بچوں کو تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا۔ جانوروں کو پوری خوراک دینے اور ان سے ان کی طاقت کے مطابق کام لینے کی تلقین فرمائی۔ آپ ﷺ نے جانوروں کے بارے میں فرمایا: "جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان کو بھوکا اور پیاسا نہ رکھو۔"

6- خادموں سے محبت: آنحضرت ﷺ خادموں اور غلاموں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے: "یہ تمہارے بھائی ہیں۔ جو خود کھاتے ہو انہیں کھلاؤ، جو خود پہنتے ہو ان کو پہناؤ۔" ایک دفعہ یوں فرمایا: "غلاموں کو اتنا کام نہ دو جو وہ نہ کر سکیں۔ اگر زیادہ کام دو تو خود بھی ان کی مدد کرو۔" آپ ﷺ نے غلاموں اور خادموں کو مارنے سے منع فرمایا اور فرمایا: "ان کی غلطیوں کو اکثر معاف کر دیا کرو، اللہ تمہیں بھی تو بکثرت معاف کرتا ہے۔"

7- حسن سلوک

(ا) دشمنوں سے حسن سلوک: دشمن سے انتقام لینا اگرچہ انسان کا قانونی حق ہے لیکن حضور ﷺ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ دشمنوں سے انتقام کا سب سے بڑا موقع فتح مکہ کا دن تھا۔ جب آپ ﷺ کے خون کے پیاسے اور آپ ﷺ کو تکلیفیں دینے والے سامنے آئے تو آپ ﷺ نے یہ کہہ کر انہیں معاف کر دیا کہ تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

ابوجہل کا بیٹا عکرمہ فتح مکہ کے دن بھاگ کر یمن چلا گیا۔ اس کی بیوی جو مسلمان ہو چکی تھی اس نے سمجھا بجھا کر مسلمان کیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئی۔ حضور ﷺ عکرمہ کو دیکھ کر خوشی سے اٹھے اور فرمایا: "اے ہجرت کرنے والے سوار، تیرا آنا مبارک ہو۔"

ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے اسلام کے خلاف جنگوں میں پیش پیش رہے۔ اس فتح کے موقع پر حضور ﷺ ان سے محبت سے پیش آئے۔ آپ ﷺ نے ابوسفیان کے گھر کو دارالامان قرار دیا اور اعلان فرمایا: جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا وہ امان پائے گا۔

اہل طائف نے آپ ﷺ پر پتھر برسائے تھے۔ فرشتے نے حاضر ہو کر عرض بھی کیا: "اگر آپ ﷺ حکم دیں تو اہل طائف پر پہاڑ الٹ دوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، شاید ان کی نسل سے کوئی اللہ کا پرستار بن جائے۔" اور ان کے حق میں بہتری کی دعا فرمائی۔

(ب) دوستوں اور گھر والوں سے حسن سلوک: جو ذات دشمنوں کے ساتھ اس قدر اچھا سلوک رکھتی ہو وہ اپنے ساتھیوں یا گھر والوں کے ساتھ برا سلوک کب رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنوں اور غیروں کے ساتھ جس سلوک کا مظاہرہ حضور ﷺ نے کیا، دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی، اہل بیت ہوں یا صحابہؓ سبھی حضور ﷺ کے حسن سلوک کے مداح نظر آتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "تم میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے اچھا ہوں۔"

8- مساوات: آنحضرت ﷺ کی نظر میں امیر و غریب، چھوٹے بڑے، آقا اور غلام سب برابر تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت صہیب رومیؓ اور حضرت بلال حبشیؓ آپ ﷺ کی مجلس میں سرداران قریش سے زیادہ بلند مرتبہ رکھتے تھے۔

ایک دفعہ قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، حضور ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے حضور ﷺ کے پاس

حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے ذریعے سفارش کروائی تو آپ ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''تم سے پہلی امتیں اس لیے برباد ہوگئیں کہ جب کوئی معزز آدمی جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور معمولی آدمی جرم کرتا تو اسے سزا دی جاتی۔ اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔'' آپ ﷺ مساواتِ نسلِ انسانی کے علمبردار تھے۔ صحابہ کرامؓ جب مل کر کوئی کام کرتے تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر اور غزوۂ احزاب میں خندق کھودنے میں سب کے ساتھ برابر کے شریک رہے۔

9۔ عزم واستقلال: آنحضرت ﷺ عزم و استقلال کے پہاڑ تھے۔ تیرہ سالہ مکی زندگی میں بے حد مشکلات کا سامنا کرنے کے باوجود آپ ﷺ ایک دن بھی مایوس نہ ہوئے۔ ایک دفعہ قریش کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ کافروں کے لیے بددعا کریں۔ یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا: ''تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان کو آرے سے چیرا گیا' ان کے جسموں پر لوہے کی کنگھیاں چلائی گئیں' لیکن یہ صعوبتیں بھی انہیں دینِ اسلام سے دور نہ ہٹا سکیں۔ اللہ کی قسم! اسلام اپنے مرتبہ کمال کو پہنچ کر رہے گا۔''

قریش مکہ نے ابوطالب کے ذریعے حضور ﷺ کو باز رکھنے کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: چچا جان! اگر قریش میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں' تب بھی اپنے اعلانِ حق سے باز نہ آؤں گا۔''

اسلام کے خلاف کفار کے تمام معرکوں میں آپ ﷺ ثابت قدم رہے۔ اسلام کے خلاف تمام معرکوں میں آپ ﷺ نے جس ثابت قدمی' پامردی' عزم و استقلال اور بہادری کا ثبوت دیا وہ ایک پیغمبر برحق کے ہی شایانِ شان ہوسکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو اپنی زندگی میں سینکڑوں مصائب' خطرات اور بیسیوں معرکے پیش آئے لیکن پایۂ استقلال میں کبھی لغزش نہیں آئی۔

10۔ صداقت: آنحضرت ﷺ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ لوگوں کو اس بات کا اعتراف آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے تھا۔ آپ ﷺ کے بدترین دشمن نے ایک موقع پر کہا: ''محمد ﷺ! میں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا' صرف یہ کہتا ہوں کہ تمہیں بتوں کی بددعا لگی ہے۔'' ابوسفیان نے ہرقل کے دربار میں گواہی دی تھی: ''انہوں نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔'' آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی میں یہ وصف اس حد تک تھا کہ لوگ آپ ﷺ کو ''صادق'' کہہ کر پکارتے تھے۔

11۔ امانت ودیانت: آنحضرت ﷺ سارے ملک عرب میں اپنی امانت کی وجہ سے ممتاز اور مشہور تھے۔ قریش کو ہزار مخالفت اور دشمنی کے باوجود آپ ﷺ کے اس وصف پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے' وہ آپ ﷺ کو ''الامین'' کہہ کر پکارتے تھے' حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کے صدق و امانت ہی سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ انہوں نے اپنا سب مال و جائیداد اور اپنی پوری زندگی آپ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔

12۔ عدل وانصاف: آنحضرت ﷺ عدل و انصاف کے معاملے میں امیر و غریب اور اپنے بیگانے میں کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ فیصلوں میں عدل وانصاف کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ دشمن بھی آپ ﷺ کے فیصلوں پر اعتماد کرتے تھے۔ آپ ﷺ ہمیشہ مظلوم کی فریاد رسی کرتے تھے۔ اگر آپ ﷺ کا کوئی عزیز اور رشتہ دار بھی کسی کا مال چھین لیتا تو آپ ﷺ مظلوم و بے کس کا حق ضرور دلاتے تھے۔ وفات سے پہلے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص مجھ سے بدلہ لینا چاہتا ہے تو لے سکتا ہے۔''

13۔ سخاوت: آنحضرت ﷺ اتنے دریا دل تھے کہ کبھی کسی سائل کو محروم نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے' خصوصاً رمضان کے مہینے میں آپ ﷺ کی سخاوت بہت بڑھ جاتی تھی۔'' ایک دفعہ ایک شخص کو اپنی بکریوں کا پورا گلہ بخش دیا۔ کئی آدمیوں کو سو سو اونٹ سے زیادہ دیے اور نبوت کے بعد تو اپنے گھر میں مال رکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ جو کچھ آتا تھا شام تک ختم کر دیتے تھے۔

اہم نکات

افضل الرسل ﷺ

☆ آپ ﷺ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف آپ ﷺ کی حرکات و سکنات کی ایک ایک ادا اور آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک خدوخال محفوظ ہے۔
☆ اسلامی شریعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا کسی برگزیدہ بندے کو انسانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجنا رسالت کہلاتا ہے۔
☆ رسولؐ کے علم و ہدایت کا سرچشمہ خود اللہ تعالیٰ ہے۔
☆ رسالت اور نبوت کا منصب اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔
☆ رسول اور نبی برے اخلاق کی بیخ کنی کرتا ہے اور انسانوں کے اندر اچھے اخلاق کی تخم ریزی کرتا ہے۔
☆ انبیاء اور رسول مخلوق کی خدمت بغیر کسی لالچ کے محض اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں۔
☆ انبیاء حسب و نسب اور سیرت و کردار میں سب سے ممتاز ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی تبلیغی مساعی

☆ حضرت نوحؑ تبلیغ میں جتنی سرگرمی دکھاتے اتنا ہی انہیں قوم کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا۔
☆ حضرت نوحؑ کی قوم پر پانی کا شدید طوفان آیا اور پوری قوم تباہ ہوگئی۔ صرف وہ لوگ طوفان سے بچے جو حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے۔
☆ جو لوگ کشتی میں بچے تھے انہی سے زمین دوبارہ آباد ہوئی اس لیے حضرت نوحؑ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔
☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بت پرست اور مظاہر پرست تھی۔
☆ آپؑ نے سب سے پہلے اپنے باپ کو دعوت دی۔ باپ نے دعوت قبول کرنے کی بجائے الٹا آپ کو ڈرایا دھمکایا۔ اس کے بعد آپؑ نے قوم کو دعوت دی۔ قوم پر بھی آپؑ کی دعوت کا کوئی اثر نہ ہوا۔
☆ نمرود نے آپ کو دربار میں بلایا تو آپ نے ٹھوس دلائل دے کر بادشاہ کو لاجواب کر دیا۔
☆ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو جلتی آگ میں ڈالنے کا حکم دے دیا لیکن اللہ کے حکم سے آگ حضرت ابراہیمؑ کے لیے گل و گلزار بن گئی۔ اس طرح حضرت ابراہیمؑ بچ گئے۔
☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرہ اور بچے اسمٰعیلؑ کو اللہ کے حکم سے بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا۔
☆ جب حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر بارہ برس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی قربانی دینے کا حکم دیا جو کہ حضرت ابراہیمؑ نے دی۔
☆ بے شمار قربانیوں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو لوگوں کا پیشوا اور امام بنا دیا۔
☆ حضرت موسیٰؑ کی پرورش فرعون کے گھر میں ہوئی۔
☆ حضرت موسیٰؑ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نو معجزات عطا فرمائے جن میں دو بڑے معجزات عصا اور ید بیضا تھے۔
☆ آپؑ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے بھائی حضرت ہارونؑ کو بھی نبی بنا دیا۔
☆ فرعون کے دربار میں تمام جادوگر حضرت موسیٰؑ کے معجزے کے آگے عاجز آ گئے اور سجدے میں گر پڑے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم پر مختلف عذاب بھیجے۔
☆ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نکال کر لے گئے۔ فرعون نے پیچھا کیا تو بحرِ قلزم میں اپنی فوج کے ہمراہ غرق ہو گیا۔
☆ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی۔
☆ آپؑ نے شیر خوارگی میں ہی قوم سے خطاب کیا اور اپنی والدہ کی پاکیزگی کی گواہی دی۔ اس کے ساتھ آپ نے اللہ کی طرف سے کتاب دیے جانے اور نبوت عطا کیے جانے کا اعلان کیا۔
☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے معجزات عطا کیے جن میں سے مُردوں کو زندہ کرنا، پیدائشی نابینا اور کوڑھوں کو ٹھیک کرنا اور مٹی کا پرندہ بنا کر اسے اڑانا خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔
☆ آپ نے قوم کو برائیوں سے باز رہنے کا حکم دیا لیکن اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چند لوگ آپ پر ایمان لائے۔
☆ بنی اسرائیل نے بادشاہِ وقت کو ورغلا کر آپؑ کو سولی پر چڑھانے کا مشورہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ طور پر آسمانوں پر اٹھا لیا۔
☆ حضرت عیسیٰؑ قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔

فریضۂ رسالت کا مکی دور

☆ آپ ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں اللہ کی طرف سے وحی آئی۔
☆ قریش شراب نوشی، سود خوری، جوا، بدکاری، عورتوں کی تذلیل، بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا، کمزوروں پر ظلم ڈھانا اور قتل و غارت گری وغیرہ جیسی برائیوں میں مبتلا تھے۔
☆ خفیہ دعوتِ اسلام کے نتیجے میں حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت زیدؓ ایمان لائے۔
☆ آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے کوہِ صفا پر چڑھ کر قوم کو دعوت دی۔
☆ مکہ والوں کی مخالفت کی وجہ سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی گھاٹیوں میں چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے۔
☆ حضرت حارث بن ابی ہالہؓ اسلام کے پہلے شہید ہیں۔
☆ قریش نے آپ ﷺ کی مخالفت میں پروپیگنڈا، غنڈہ گردی اور گالیوں کا سہارا لیا۔
☆ قریشِ مکہ نے آپ ﷺ کو تبلیغِ حق سے باز رکھنے کے لیے مختلف قسم کے لالچ بھی دیے۔ مثلاً دولت کا لالچ، خوبصورت عورت سے شادی اور سردار بنانے کی پیشکش وغیرہ۔
☆ قریش کے مظالم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف پہلے گیارہ مرد اور چار عورتوں نے شرکت کی۔ دوسری دفعہ پچاس مرد اور سترہ عورتوں نے ہجرت کی۔
☆ محرم سن 7 نبوی میں مکے کے تمام قبائل نے باہم اتفاقِ رائے سے بنی ہاشم کا معاشرتی بائیکاٹ کر دیا۔
☆ نبوت کے دسویں سال جناب ابو طالب وفات پا گئے۔ کچھ ہی دنوں بعد حضرت خدیجہؓ بھی وفات پا گئیں۔ یہ سال عام الحزن (غم کا سال) کہلایا۔
☆ اہلِ طائف نے آپ ﷺ کو پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا مگر آپ ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی۔
☆ نبوت کے گیارھویں سال مدینے کے چھ افراد مسلمان ہو گئے۔ اگلے سال بارہ لوگ مسلمان ہو گئے، اس سے اگلے سال بہتر آدمی مکے آئے اور مسلمان ہو گئے۔

فریضۂ رسالت (مدینے میں)

☆ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ رات کے اندھیرے میں مدینے کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا۔
☆ دورانِ سفر آپ ﷺ تین روز غارِ ثور میں رہے۔
☆ آپ ﷺ نے ہجرت کے دوران مدینہ پہنچنے سے پہلے قبا میں قیام فرمایا اور مسجد تعمیر کی۔
☆ جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو اہلِ مدینہ نے مدینہ سے باہر نکل کر آپ ﷺ کا شاندار استقبال کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوب انصاریؓ کے گھر میں قیام کیا۔
☆ مدینہ پہنچ کر آپ نے سب سے پہلے مسجد تعمیر کی جو اسلامی نظام تمدن و ریاست کا سرچشمہ اور مرکز بنی۔ اسی مسجد کے ساتھ وہ سائبان اور چبوترہ تھا جو صفہ کہلاتا تھا۔
☆ آپ ﷺ نے انصار اور مہاجرین میں بھائی چارے کا جو رشتہ قائم کیا وہ مؤاخاۃ کہلاتا ہے۔
☆ نبی اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کے لیے مدینہ کے یہود اور مسلمانوں میں ایک معاہدہ کروایا جسے میثاقِ مدینہ کہتے ہیں۔
☆ یہود نے مسلمانوں کی مخالفت کے لیے نفاق اور سازش کے دو حربے استعمال کیے۔ اس طرح مدینے میں ایک تیسرا گروہ منافقین کا پیدا ہو گیا۔
☆ منافقین نے پہلے شرانگیزی سے کام لیا پھر تخریب کاری کا سہارا لیا اور آخر میں غداری کرتے ہوئے کفارِ مکہ کو بھی عملی تعاون کی پیشکش کی۔
☆ سن دو ہجری میں بدر کے مقام پر کفار اور مسلمانوں کے درمیان معرکہ ہوا جس میں کفار کو بری طرح شکست ہوئی۔ کفار کے ستر آدمی مارے گئے۔
☆ غزوۂ احد میں حضور ﷺ اور صحابہؓ کو سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ اس جنگ میں ستر کے قریب مسلمان شہید ہوئے۔ خود نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور چہرے پر زخم آئے۔
☆ 2 ہجری سے 4 ہجری تک یہود کے خلاف جو لڑائیاں لڑی گئیں وہ بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ کے نام سے مشہور ہیں۔
☆ 5 ہجری میں قبائل قریش کنانہ، غطفان، اسد اور دوسرے قبیلوں نے متحد ہو کر مدینے پر حملہ کیا تو مسلمانوں نے مدینے کے گرد خندق کھود کر دفاع کیا۔
☆ ہجرت کے چھٹے سال مسلمانوں اور کفار کے درمیان صلح کا ایک معاہدہ طے پایا جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔
☆ 8 ہجری میں مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ مکہ فتح ہونے سے عرب کے تمام قبائل جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔
☆ آپ ﷺ نے عرفات کے میدان میں جو خطبہ دیا وہ خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اسی موقع پر تکمیلِ دین کی آیت نازل ہوئی
☆ شرعی احکام بتدریج اس لیے نازل ہوئے تاکہ ان پر آسانی سے عمل بھی ہو سکے۔
☆ آپ ﷺ کی نبوت و بعثت کا مقصد انسانوں تک اللہ کا پیغام پہنچانا اور اسلامی احکام کی روشنی میں مثالی معاشرے کا قیام اور اسلامی حکومت کا قیام ہے۔
☆ ختم نبوت سے مراد یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور نبوت و رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا تھا وہ حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو گیا۔
☆ آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک محفوظ ہے اور آپ قیامت تک اللہ کے نبی ہیں۔

آنحضورﷺ کا پاکیزہ کردار

☆ آپ ﷺ کے بچپن کا دور عام بچوں سے مختلف تھا۔ مثلاً آپ ﷺ نے کبھی بستر پر پاخانہ یا پیشاب نہیں کیا۔ بچپن میں آپ کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔
☆ آپ ﷺ عام بچوں کی طرح کھانے کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے اور نہ ہی بلاوجہ روتے تھے۔
☆ آپ ﷺ بچپن ہی سے بڑی سنجیدگی اور وقار سے رہتے تھے۔
☆ آپ ﷺ کی جوانی کی زندگی مسلسل صداقت، امانت، دیانت اور بہترین اخلاق کا مرقع تھی۔ آپ ﷺ پر لوگوں کے اعتماد کا یہ عالم تھا کہ لوگ مخالفت کے باوجود اپنی امانتیں اور رقوم آپ ﷺ کے پاس بطور امانت رکھتے تھے۔
☆ آپ ﷺ نے جوانی میں تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تجارت میں شریک رہتے تھے وہ آپ ﷺ کی دیانت و امانت کی گواہی دیتے تھے۔
☆ عہد شباب میں آپ ﷺ نے حرب فجار میں بھی شرکت کی جو قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان لڑی گئی تھی۔
☆ آپ ﷺ نے معاہدۂ حلف الفضول میں بھی شرکت کی کیونکہ یہ معاشرتی امن کا معاہدہ تھا۔
☆ آپ ﷺ نے اپنی دانائی سے حجر اسود کی تنصیب کا مسئلہ حل کیا۔
☆ آپ ﷺ کو میلوں ٹھیلوں سے فطرتی نفرت تھی اور کبھی اس قسم کے مشاغل میں شریک نہ ہوئے۔
☆ آپ ﷺ اس وقت کی تمام مشرکانہ رسوم سے نفرت کرتے تھے۔ آپ ﷺ اس وقت کے معاشرے سے بیزار ہو کر تنہائی کی طرف مائل ہو گئے اور غار حرا میں چلے جاتے تھے۔
☆ آپ ﷺ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور پہننے میں کسی قسم کا تکلف نہیں فرماتے تھے۔
☆ آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے کپڑوں پر پیوند لگاتے۔ جانوروں کا دودھ دوہتے۔ بازار سے سودا سلف خرید کر لاتے۔ اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھتے اور چارہ ڈالتے۔
☆ آپ ﷺ بچوں کو گود میں اٹھاتے، انہیں سلام کرتے اور ان سے پیار کرتے۔ بچوں کی خاطر نماز مختصر فرما دیتے تھے۔
☆ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے، جیسے مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کی کھدائی میں کام کیا۔
☆ آپ ﷺ پورے عرب میں اپنی امانت و دیانت کی وجہ سے مشہور تھے۔
☆ آنحضرت ﷺ کبھی کسی سائل کو محروم نہ لوٹاتے تھے۔

حل مشقی سوالات

(1) منصب رسالت اور اس کی عظمت پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔
جواب: دیکھیے سوال 2

(2) مندرجہ ذیل انبیاء کرامؑ کی تبلیغی کوششوں پر مختصر نوٹ لکھیے۔
حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام
جواب: دیکھیے سوال 6، 7، 8

(3) پیغام حق کی اشاعت کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کو مکہ میں کیا مشکلات پیش آئیں؟

جواب: دیکھیے سوال 11

(4) مدینہ منورہ میں اشاعتِ اسلام پر نوٹ تحریر کیجیے۔

جواب: دیکھیے سوال 14

(5) حضور ﷺ کے اعلیٰ اخلاق پر مضمون لکھیں۔

جواب: دیکھیے سوال 21

(6) "آنحضرت ﷺ تمام رسولوں اور نبیوں کے سردار ہیں" وضاحت کیجیے۔

جواب: دیکھیے سوال 1

(7) رسول اور پیغمبر کے اوصاف بیان کیجیے۔ نیز ختم نبوت پر نوٹ لکھیے۔

جواب: دیکھیے سوال 3، 19

(8) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر مختصر نوٹ لکھیے۔

جواب: دیکھیے سوال 9

(9) رسول اللہ ﷺ کو عوامی حمایت سے محروم کرنے کے لیے قریش نے کیا ہتھکنڈے استعمال کیے؟

جواب: دیکھیے سوال 12

(10) اہلِ طائف نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دعوتِ حق کی پاداش میں جس ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اس کی تفصیل بیان کیجیے۔

جواب: دیکھیے سوال 13

معروضی سوالات

افضل الرسل ﷺ

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 رسول اکرم ﷺ ہادی بن کر تشریف لائے:

(A) اہل قریش کے لیے (B) اہل عرب کے لیے (C) پوری انسانیت کے لیے (D) اہل یثرب کے لیے

-2 افکار، اخلاق اور اعمال کی اصلاح کا عام طریقہ ہے:

(A) وعظ و نصیحت (B) عبادت (C) سخاوت (D) شجاعت

-3 رسول اور نبی ﷺ کا کام ہوتا ہے:

(A) جنات کی اصلاح (B) اسلامی حکومت کا قیام (C) انسانوں کی اصلاح (D) مال و دولت جمع کرنا

-4 تمام انبیاء اور رسولوں کے آخر میں تشریف لائے:

(A) حضرت نوحؑ (B) حضرت محمد ﷺ (C) حضرت عیسیٰؑ (D) حضرت موسیٰؑ

-5 سابقہ انبیاء کی تعلیم و تبلیغ اپنے وقت کی ضرورت کے مطابق تھی:

(A) مکمل اور جامع (B) ادھوری (C) ناکافی (D) نامکمل

-6 "خاتم الانبیاءؑ" ہیں:

(A) حضرت آدمؑ (B) حضرت نوحؑ (C) حضرت ہارونؑ (D) حضرت محمد ﷺ

-7 تمام انبیاءؑ کی جامع ہے:

(A) نبی اکرم ﷺ کی ذات (B) حضرت عیسیٰؑ کی ذات (C) حضرت داؤدؑ کی بادشاہت (D) حضرت سلیمانؑ کی بادشاہت

-8 سابقہ انبیاءؑ کی تعلیم کا منبع ہے:

(A) تورات (B) انجیل (C) قرآن (D) زبور

-9 زبان کا ایک ایک حرف، حرکات وسکنات کی ایک ایک ادا اور زندگی کا ایک ایک خط وخال محفوظ ہے:

(A) حضرت آدمؑ کا (B) حضرت ادریسؑ کا (C) حضرت زکریاؑ کا (D) نبی اکرم ﷺ کا

-10 تمام رسولوں اور نبیوں کے سردار ہیں:

(A) حضرت نوحؑ (B) حضرت ادریسؑ (C) حضرت یوسفؑ (D) حضرت محمد ﷺ

جوابات: 1- پوری انسانیت کے لیے 2- وعظ ونصیحت 3- انسانوں کی اصلاح 4- حضرت محمد ﷺ 5- مکمل اور جامع
6- حضرت محمد ﷺ 7- نبی اکرم ﷺ کی ذات 8- قرآن 9- نبی اکرم ﷺ کا 10- حضرت محمد ﷺ

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 انسانیت کی سب سے بڑی مقدس خدمت کیا ہے؟

جواب: انسانیت کی سب سے بڑی اور مقدس خدمت یہ ہے کہ افکار، اخلاق اور اعمال کی اصلاح کی جائے اور ہر قسم کے اچھے اخلاق مثلاً تقویٰ، احسان، عفو و درگزر، عزم واستقلال، ایثار، غیرت، خدمت خلق وغیرہ کے اصول وضع کیے جائیں۔

-2 افکار، اخلاق اور اعمال کی اصلاح کا عام طریقہ کیا ہے؟

جواب: افکار، اخلاق اور اعمال کی اصلاح کا عام طریقہ وعظ ونصیحت کا ہے۔

-3 افکار، اخلاق اور اعمال کی اصلاح کا ترقی یافتہ طریقہ کیا ہے؟

جواب: افکار، اخلاق اور اعمال کی اصلاح کا ترقی یافتہ طریقہ یہ ہے کہ اخلاق پر اعلیٰ درجے کی کتابیں لکھی جائیں اور مطالعہ کے لیے دنیا میں ان کو پھیلا دیا جائے یا لوگوں سے اچھے اخلاق پر عمل کرایا جائے اور برے کاموں سے ان کو روکا جائے۔

-4 افکار واخلاق کی اصلاح کا مکمل، جامع اور عملی طریقہ کیا ہے؟

جواب: افکار واخلاق کی اصلاح کا صحیح، مکمل، جامع اور عملی طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص مجسم اخلاق بن کر ہمارے سامنے آجائے۔ جس کے نیک اعمال ہمارے لیے کامل نمونہ ہوں۔ وہ اچھی بات زبان سے کہتا ہو اور اس پر عمل کر کے اور اس کا نمونہ بن کر لوگوں کے سامنے موجود رہتا ہو۔

-5 لوگوں کے اعمال واخلاق کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے کن کو بھیجا؟

جواب: لوگوں کے اعمال واخلاق کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ اور رسولوں کو دنیا میں بھیجا۔

-6 نبی اکرم ﷺ سے قبل آنے والے چند انبیاءؑ کے نام لکھیں۔

جواب: نبی اکرم ﷺ سے قبل حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت لوطؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور بہت سے دوسرے انبیاءؑ اپنے وقت کے حالات اور زمانے کی ضرورت کے مطابق لوگوں کی اصلاح کے لیے آئے۔

-7 نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی سچائی اور آپ ﷺ کی شخصیت کا کمال کیا ہے؟

جواب: آپ ﷺ کی تعلیمات کی سچائی اور شخصیت کا کمال یہ ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک حرف، آپ ﷺ کی حرکات و سکنات کی ایک ایک ادا اور آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک خدوخال پوری طرح محفوظ ہے۔

-8 نبی اکرم ﷺ کے تمام رسولوں کے سردار ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ کے تمام رسولوں کے سردار ہونے کا واضح ثبوت یہ ہے کہ باقی انبیاءؑ کا اپنے اپنے دور میں دائرہ تبلیغ محدود تھا۔ مگر آپ ﷺ پوری انسانیت کے لیے تا قیامت ہادی بن کر تشریف لائے۔ اسی بناء پر آپ ﷺ کی تعلیمات انسانیت کی رہنمائی کے لیے کتاب و سنت کی شکل میں موجود ہیں۔

رسالت' مفہوم' منصب اور اس کی عظمت

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 رسالت گرامر کے لحاظ سے ہے:
(A) فعل (B) فاعل (C) اسم (D) مصدر

-2 رسالت کے لغوی معنی ہیں:
(A) بھیجنا اور خط کتابت کرنا (B) تبلیغ کرنا (C) دعوت دینا (D) عبادت کرنا

-3 توحید کے بعد قرآن کریم نے جس عقیدے کی اصلاح کو ضروری سمجھا وہ ہے:
(A) رسالت (B) عقیدہ آخرت (C) فرشتوں پر ایمان (D) کتابوں پر ایمان

-4 ہر انسان کے ساتھ ہم کلام نہیں ہوتا:
(A) فرشتہ (B) شیطان (C) نبی (D) اللہ تعالیٰ

-5 اپنے منصب اور عقل و فکر کے لحاظ سے تمام انسانوں سے بہت بلند ہوتا ہے:
(A) رسول اور نبی (B) فرشتہ (C) بادشاہ (D) فلسفی

-6 رسول کا منکر ہوتا ہے:
(A) منافق (B) مشرک (C) کافر (D) مرتد

-7 رسالت اور نبوت کا رتبہ ہوتا ہے:
(A) عطیہ الٰہی (B) عطیہ سرکار (C) عطیہ شاہی (D) عطیہ سلطانی

-8 اپنے وقت کے تمام انسانوں سے افضل ہوتے ہیں:
(A) بادشاہ (B) وزراء (C) امراء (D) نبی اور رسول

-9 کوئی گروہ یا جماعت ایسی نہیں گزری جس میں نہ آیا ہو:
(A) فرشتہ (B) ولی اللہ (C) ہادی (D) بادشاہ

-10 معصوم ہوتے ہیں اور ان کا کردار بے داغ ہوتا ہے:
(A) اولیاء (B) صحابہ (C) صالحین (D) انبیاء

جوابات: 1- مصدر 2- بھیجنا اور خط کتابت کرنا 3- رسالت 4- اللہ تعالیٰ 5- رسول اور نبی
6- کافر 7- عطیہ الٰہی 8- نبی اور رسول 9- ہادی 10- انبیاء

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- رسالت کا مفہوم تحریر کریں۔

جواب: رسالت گرامر کے لحاظ سے مصدر ہے جس کے لغوی معنی بھیجنا اور خط کتابت کرنا ہے۔ اصطلاح شریعت میں اللہ تعالیٰ کا کسی برگزیدہ بندے کو انسانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجنا، رسالت کہلاتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کن سے ہم کلام ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہر انسان کے ساتھ ہم کلام نہیں ہوتا بلکہ وہ کسی خاص انسان کو ہم کلامی کے لیے چن لیتا ہے جو اللہ کی جانب سے انسانوں کی ہدایت کا فرض انجام دیتا ہے۔

3- اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے باوجود نبی کا مقام کیا ہوتا ہے؟

جواب: اللہ سے ہم کلام ہونے کے باوجود نبی بشر اور انسان ہی رہتا ہے نہ خدا ہوتا ہے اور نہ خدا کا بیٹا۔

4- رسول اور نبی تمام انسانوں سے کس طرح افضل ہوتا ہے؟

جواب: رسول اور نبی اگرچہ ایک انسان ہوتا ہے لیکن اپنے منصب اور عقل و فکر کے لحاظ سے تمام انسانوں سے بہت بلند ہوتا ہے اور علم و عمل میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

5- رسالت اور نبوت کا رتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

جواب: رسالت اور نبوت کا رتبہ کسی محنت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ عطیہ الٰہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ نبوت کا منصب کس کو عطا کرے۔

6- رسول ﷺ کے علم و ہدایت کا سرچشمہ کیا ہے؟

جواب: رسول ﷺ کے علم و ہدایت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے۔

7- رسول کس کے ذریعے حق و باطل کا فیصلہ کرتا ہے؟

جواب: رسول کو انسانوں کی رہنمائی کے لیے اللہ کی طرف سے ایک ضابطۂ حیات عطا کیا جاتا ہے۔ جس سے حق و باطل کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔

8- نبی اور رسول کو معجزات کیوں دیے جاتے ہیں؟

جواب: نبی اور رسول کو چند معجزات دیے جاتے ہیں جو اس بات کی علامت ہوتے ہیں کہ وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔

9- رسول کی پیروی کا لوگوں پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: رسول کی پیروی سے لوگ نیکوکار اور صالح بنتے ہیں۔

10- رسول کی زندگی کا کیا مقصد ہوتا ہے؟

جواب: رسول کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا، خوشنودی اور وحی الٰہی کے ذریعے مخلوق کی خیر خواہی اور صراط مستقیم کی طرف انسانوں کی رہنمائی ہوتا ہے۔

رسالت کی ضرورت اور اس کی اہمیت

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 انسانوں کے اخلاق وعادات، جذبات ارادہ و اختیار حتیٰ کہ پورے دل کی قوتوں میں انقلاب برپا کرتا ہے:
(A) نبی ورسول (B) اللہ کا ولی (C) فرشتہ (D) شیطان

-2 نبی کے لیے قرآن مجید نے لفظ استعمال کیا ہے:
(A) مصلح (B) ہادی (C) مومن (D) ولی

-3 نبی امن و اطمینان چاہتا ہے:
(A) بازاروں کا (B) دیہاتوں کا (C) شہروں کا (D) لوگوں کے دلوں کا

-4 انسانوں کے اندر اچھے اخلاق کی تخم ریزی کرتا ہے:
(A) شیطان (B) بادشاہ (C) نبی اور رسول (D) معلم

-5 انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کر کے صرف اللہ کا غلام بنا دیتا ہے:
(A) ولی اللہ (B) منافق (C) کافر (D) نبی اور رسول

-6 بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں:
(A) اولیا (B) حکمران (C) شیطان (D) انبیاء اور رسول

-7 نبوت اور رسالت کے علم کا منبع ہوتا ہے:
(A) دنیاوی علم (B) جادو کا علم (C) تعلیم ربانی اور وحی الٰہی (D) سچے خواب

-8 نبی کلام کرتا ہے:
(A) خواہش نفس سے (B) بلا مقصد (C) بلا ضرورت (D) وحی کے مطابق

-9 اخلاق حسنہ سے آراستہ ہوتے ہیں:
(A) رسول اور نبی (B) حکمران (C) سیاست دان (D) معلم

جوابات: 1- نبی ورسول 2- ہادی 3- لوگوں کے دلوں کا 4- نبی اور رسول 5- نبی اور رسول
6- انبیاء اور رسول 7- تعلیم ربانی اور وحی الٰہی 8- وحی کے مطابق 9- رسول اور نبی

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 کس سبب سے انسان اشرف المخلوقات کا مقام رکھتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل ارادہ، سوچنے اور سمجھنے کی قوت عطا کی ہے۔ وہ اپنے اعمال میں آزاد اور خود مختار ہے۔ اسی سبب کی بنا پر وہ اشرف المخلوقات کا مقام رکھتا ہے۔

-2 ایک مصلح اور نبی میں کیا فرق ہے؟

جواب: مصلح یا ریفارمر ظاہری اور مادی زندگی کی اصلاح کرتا ہے جب کہ ایک نبی لوگوں کے دلوں کی اصلاح کرتا ہے۔

-3 نبی اور رسول کس طرح انسانوں کی روحانی اور قلبی مشکلات کو حل کرتے ہیں؟

جواب: ایک نبی اور رسول وحی الٰہی کی رہنمائی میں انسانوں کی رہنمائی اور قلبی مشکلات کو حل کرتے ہیں۔

4- لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ کا ترجمہ لکھیں؟

جواب: ترجمہ ''ہم نے رسولوں کو کھلی ہدایت دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اتاری اور (عدل کی) ترازو تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم رہیں (اور امن و اطمینان کی زندگی بسر کریں)۔''

5- ''نبوت اور رسالت کے علم کا منبع وحی الٰہی ہوتا ہے'' قرآنی آیت کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: ترجمہ ''نبی خواہش نفس سے کلام نہیں کرتا بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو اسے کی جاتی ہے''۔

6- نبی اور رسول کا اولین فرض کیا ہوتا ہے؟

جواب: نبی اور رسول کا اولین فرض ہدایت اور رہنمائی ہے۔

7- "وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ ''ہر قوم کے لیے ایک راہ دکھانے والا آیا''۔

8- ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ ''یہ وہ کتاب (قرآن) ہے جس میں کوئی شک نہیں اس میں متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے''۔

9- ہدایت اور رہنمائی کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: ہدایت اور رہنمائی کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء اور رسول بندگان خدا کو باطل کے اندھیرے سے نکال کر حق کی روشنی میں لاتے ہیں۔ انھیں شک کی جگہ یقین، جہل کی جگہ علم، باطل کی جگہ حق عطا کرتے ہیں۔

10- کیا انبیاء اور رسول اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! انبیاء اور رسول جو مقصد لے کر دنیا میں آتے ہیں خواہ جتنی بھی مشکلات پیش آئیں، کتنی ہی رکاوٹیں، کتنی ہی تکلیفوں اور مزاحمتوں کا سامنا ہو، بالآخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔

تبلیغ کا مفہوم

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- تبلیغ کے لغوی معنی ہیں:

(A) بھیجنا (B) سنانا (C) پہنچانا (D) دینا

2- اللہ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا اور انھیں اس کے قبول کرنے کی دعوت دینا، کہلاتا ہے:

(A) کلمہ طیبہ (B) جہاد (C) حج (D) تبلیغ

3- تبلیغ کے مترادف لفظ ''تذکیر'' کا معنی ہے:

(A) یاد دلانا اور نصیحت کرنا (B) ذکر کرنا (C) ڈرانا (D) پکارنا

4- تبلیغ کے مترادف لفظ ''انذار'' کا معنی ہے:

(A) بلانا (B) پہنچانا (C) یاد دلانا (D) ڈرانا اور ہوشیار کرنا

5- ''دعوت'' کا معنی ہے:

(A) بھیجنا (B) پہنچانا (C) بلانا (D) ڈرانا

6- تبلیغ کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے:

(A) عیسائیت نے (B) اسلام نے (C) یہودیت نے (D) بدھ مت نے

7- فرمانِ الٰہی ہے: اے رسول ﷺ جو کچھ تم پر تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے:

(A) اسے یاد کرو (B) اسے محفوظ کرو (C) اسے بھول جاؤ (D) اسے پہنچا دو

8- امت کے لیے عملی نمونہ باقی چھوڑا ہے:

(A) حضرت نوحؑ نے (B) حضرت یحییٰؑ نے (C) حضرت زکریاؑ نے (D) نبی اکرم ﷺ نے

9- سابقہ انبیاءؑ کی بنیادی ذمہ داری نہ تھی:

(A) دین کی تبلیغ (B) ہدایت دینا (C) عالمگیر تبلیغ (D) اللہ کے پیغام کو پہنچانا

جوابات: 1- پہنچانا 2- تبلیغ 3- یاد دلانا اور نصیحت کرنا 4- ڈرانا اور ہوشیار کرنا
5- بلانا 6- اسلام نے 7- اسے پہنچا دو 8- نبی اکرم ﷺ نے 9- عالمگیر تبلیغ

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- تبلیغ کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں۔

جواب: تبلیغ کے لغوی معنی ہیں "پہنچانا"۔ اسلام میں تبلیغ سے مراد اللہ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا اور انھیں اس کے قبول کرنے کی دعوت دینا ہے۔

2- قرآن پاک میں تبلیغ کے ہم معنی کون سے الفاظ استعمال ہوئے ہیں؟

جواب: قرآن مجید میں تبلیغ کے ہم معنی الفاظ "تذکیر"، "اِنذار" اور "دعوت" استعمال ہوئے ہیں۔

3- تذکیر، انذار اور دعوت کے معانی تحریر کریں۔

جواب: تذکیر کے معنی "یاد دلانا اور نصیحت کرنا" کے ہیں۔ اِنذار کے معنی "ڈرانا اور ہوشیار کرنا" کے ہیں اور دعوت کے معنی "بلانا" کے ہیں۔

4- يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "اے رسول ﷺ پہنچا دیجیے جو کچھ تم پر تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔

5- کیا سابقہ انبیاءؑ نے اللہ کا پیغام اپنی قوم تک پہنچایا؟

جواب: جی ہاں! انھوں نے اللہ کا پیغام پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور اس سلسلہ میں ہر قسم کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- حضرت آدمؑ کے بعد دنیا کے بزرگ ترین نبی ہیں:

(A) حضرت نوحؑ (B) حضرت سلیمانؑ (C) حضرت داؤدؑ (D) حضرت ہارونؑ

2- حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو بلایا:

(A) تجارت کی طرف (B) کھیل کود کی طرف (C) امن کی طرف (D) راہِ حق کی طرف

3- حضرت نوحؑ کی بھرپور مخالفت کی:

(A) وقت کے بادشاہ نے (B) غریب لوگوں نے (C) قوم کے رئیسوں نے (D) ان کے بیٹے نے

-4 حضرت نوحؑ پر ایمان لائے:

(A) تاجر (B) غریب لوگ (C) مزدور (D) امراء

-5 حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تبلیغ کے عوض طلب گار نہیں:

(A) اجرت کا (B) بادشاہت کا (C) شہرت کا (D) مال و دولت کا

-6 آدم ثانی کہا جاتا ہے:

(A) حضرت آدمؑ کو (B) حضرت نوحؑ کو (C) حضرت ابراہیمؑ کو (D) نبی اکرم ﷺ کو

-7 "طوفان نوحؑ" میں نوحؑ کا بیٹا بھی ہلاک ہوا:

(A) کنعان (B) یغوث (C) سام (D) ود

-8 حضرت نوحؑ اور ان کے پیروکار سیلاب کے عذاب سے محفوظ رہے:

(A) ہجرت کر کے (B) پہاڑ پر چڑھ کر (C) ایک بڑی کشتی کے ذریعے (D) درختوں پر چڑھ کر

-9 حضرت نوحؑ نے کشتی بنائی:

(A) میکائیلؑ کے حکم سے (B) جبرائیلؑ کے حکم سے (C) عزرائیلؑ کے حکم سے (D) اللہ تعالیٰ کے حکم سے

-10 حضرت نوحؑ کے پیروکار کشتی میں سوار ہوئے:

(A) دس یا بیس (B) چالیس یا اسی (C) پچاس یا سو (D) سو یا ہزار

جوابات: 1- حضرت نوحؑ 2- راہِ حق کی طرف 3- قوم کے رئیسوں نے 4- غریب لوگ 5- اجرت کا 6- حضرت نوحؑ کو 7- کنعان 8- ایک بڑی کشتی کے ذریعے 9- اللہ تعالیٰ کے حکم سے 10- چالیس یا اسی

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 حضرت نوحؑ نے قوم کو کس چیز کی دعوت دی؟

جواب: حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو راہِ حق کی طرف بلایا اور سچے مذہب کی دعوت دی۔

-2 حضرت نوحؑ کی دعوت پر قوم کا کیا ردِ عمل تھا؟

جواب: حضرت نوحؑ کی قوم نے ان کی ایک نہ سنی اور ان کی تعلیمات کو نفرت و حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔

-3 حضرت نوحؑ کی دعوت کی کس نے بھرپور مخالفت کی؟

جواب: حضرت نوحؑ کی دعوت کی قوم کے رئیسوں نے بھرپور مخالفت کی۔

-4 قوم کے رئیسوں نے کس شرط پر حضرت نوحؑ ان کی دعوت سننے کو کہا؟

جواب: قوم کے رئیسوں نے اُن سے کہا کہ اپنے پاس سے غریب لوگوں کو دُور کر دے پھر ہم تیری بات سُنیں گے ہمیں ان سے گھن آتی ہے۔ ہم اور یہ ایک ساتھ نہیں بیٹھ سکتے۔

-5 حضرت نوحؑ نے ہمیشہ اپنی قوم سے کیا فرمایا؟

جواب: حضرت نوحؑ نے ہمیشہ اپنی قوم سے کہا کہ "مجھے نہ تمہارے مال و دولت کی ضرورت ہے اور نہ ہی جاہ و منصب کی۔ میں تبلیغ کے عوض کسی اُجرت کا طلب گار نہیں۔"

-6 حضرت نوحؑ کی قوم کا دعوت کے مقابلے میں کیا ردِ عمل تھا؟

جواب: حضرت نوحؑ کی انتہائی کوشش کے باوجود وہ قوم راہِ راست پر نہ آئی۔ قوم انہیں ایذائیں اور تکلیفیں دیتی رہی اور کہتی رہی "اے نوحؑ!

ہم سے بحث و مباحثہ نہ کرو اور ہمارے اس انکار پر خدا کا عذاب لا سکتا ہے تو لے آ۔"

7- حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے کیا التجا کی؟

جواب: حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ "اے اللہ! دنیا سے کافروں کا نام و نشان مٹا دے۔"

8- حضرت نوحؑ کی قوم پر کس قسم کا عذاب آیا؟

جواب: زمین کا وہ خطہ جہاں حضرت نوحؑ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجے گئے تھے، پانی کے شدید طوفان کی لپیٹ میں آ گیا جو تاریخ میں "طوفانِ نوحؑ" کے نام سے مشہور ہوا۔

9- حضرت نوحؑ کی کشتی میں کون کون سوار تھے؟

جواب: حضرت نوحؑ کی کشتی میں حضرت نوحؑ خود، ان کے چالیس یا اسی پیروکاروں کی مختصر جماعت اور تمام جانداروں میں سے ہر ایک کا ایک ایک جوڑا سوار تھا۔

10- حضرت نوحؑ کو آدمِ ثانی کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: حضرت نوحؑ کو آدمِ ثانی اس لیے کہا جاتا ہے کہ طوفان کا پانی جب خشک ہوا تو کشتی کے سواروں نے اللہ کی زمین پر دوبارہ قدم رکھا اور انھی سے اللہ کی زمین دوبارہ آباد ہوئی۔ اسی بناء پر حضرت نوحؑ کا لقب "آدمِ ثانی" یعنی انسانوں کا دوسرا باپ مشہور ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- حضرت ابراہیمؑ عراق کے کس قصبے کے باشندے تھے؟

(A) موصل (B) بغداد (C) تکریت (D) اُور

2- حضرت ابراہیمؑ کی قوم پوجا کرتی تھی:

(A) آگ کی (B) درختوں کی (C) بتوں کی (D) ایک اللہ کی

3- حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں شرک کا سب سے بڑا مرکز تھا:

(A) نمرود کا دربار (B) ان کا اپنا گھر (C) ہیکل (D) بغداد

4- حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کی تعلیم پہنچانے کا آغاز کیا:

(A) بادشاہ کے دربار سے (B) عبادت خانہ سے (C) بازار سے (D) اپنے گھر سے

5- جب حضرت ابراہیمؑ کی قوم میلے پر گئی تو حضرت ابراہیمؑ نے ہیکل (عبادت خانہ) میں کیا کیا؟

(A) آپ نے پوجا کی (B) تمام بتوں کو توڑ دیا (C) ہیکل کو تالا لگا دیا (D) بتوں کو باہر پھینک دیا

6- حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں عراق کے بادشاہ کا نام تھا:

(A) فرعون (B) قارون (C) نمرود (D) شداد

7- جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا تو وہ:

(A) بجھ گئی (B) دہک اٹھی (C) پھیل گئی (D) سرد پڑ گئی

-8 قوم سے مایوس ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر گئے:

(A) شام (B) افغانستان (C) فلسطین (D) لبنان

-9 حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے گئے:

(A) مصر (B) ایران (C) مکہ (D) اردن

-10 حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم سے حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو آباد کیا:

(A) مدینہ میں (B) بغداد میں (C) فلسطین میں (D) مکہ میں

جوابات: -1 آور -2 بتوں کی -3 ان کا اپنا گھر -4 اپنے گھر سے -5 تمام بتوں کو توڑ دیا
-6 نمرود -7 سرد پڑ گئی -8 فلسطین -9 مصر -10 مکہ میں

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر کو اسلام کی تبلیغ کی تو اس نے کیا کہا؟

جواب: آزر پر آپ کی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا اُس نے حضرت ابراہیمؑ کو ڈرایا کہ اگر تو بتوں کی برائی سے باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔

-2 حضرت ابراہیمؑ کی قوم پر جب وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا تو انھوں نے تبلیغ کا کون سا طریقہ اختیار کیا؟

جواب: حضرت ابراہیمؑ جب قوم سے مایوس ہو گئے تو انھوں نے تبلیغ کا ایک اور طریقہ اختیار کیا۔ قوم مذہبی میلے کے لیے باہر گئی تو آپ بتوں کی بڑی عبادت گاہ (ہیکل) میں پہنچے۔ تمام بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا اور سب سے بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا رکھ کر چلے آئے۔

-3 بتوں کو توڑ کر حضرت ابراہیمؑ نے کس طرح پیغام حق پہنچایا؟

جواب: جب قوم نے حضرت ابراہیمؑ کو بلا کر یہ پوچھا کہ تو نے ہمارے بتوں کا یہ حشر کیوں کیا تو حضرت ابراہیمؑ نے بڑے بت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ سب سے بڑا ہے اسی سے پوچھ لو۔ قوم نے جواب دیا کہ یہ تو گونگے اور بہرے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ ان کے دیوتا نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان تو پھر یہ رب کیسے ہو سکتے ہیں؟

-4 نمرود کون تھا؟

جواب: نمرود عراق کا بادشاہ تھا۔ اپنی رعایا کا ''مالک'' اور ''رب'' بھی سمجھا جاتا تھا۔ اُسے بھی دوسرے دیوتاؤں کی طرح پوجا جاتا تھا۔

-5 نمرود اور اس کی قوم نے حضرت ابراہیمؑ کو کیا سزا دی اور اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

جواب: نمرود اور اس کی قوم نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکوا دیا مگر وہ آگ اللہ کے حکم سے سرد ہو گئی اور حضرت ابراہیمؑ محفوظ رہے۔

-6 قوم سے مایوسی پر حضرت ابراہیمؑ کہاں ہجرت کر گئے؟

جواب: اپنی قوم سے مایوس ہو کر حضرت ابراہیمؑ فلسطین پہنچے، فلسطین سے مصر گئے جہاں شاہ مصر نے آپ کی بڑی عزت و تکریم کی۔

-7 حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے اور بیوی کے حوالے سے کس طرح آزمایا گیا؟

جواب: حضرت ابراہیمؑ کو اللہ نے حکم دیا کہ اپنے بیٹے اور بیوی کو مکہ میں آباد کریں۔ ان دنوں مکہ میں آبادی کا نام و نشان نہ تھا۔

-8 حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں کیا دیکھا؟

جواب: حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔

-9 حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کو خواب سنایا تو بیٹے نے کیا جواب دیا؟

جواب: حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا سعادت مند اور اطاعت گزار تھا۔ اس نے جواب دیا۔ ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے وہ کر گزریے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

-10 حضرت اسماعیلؑ کو قربانی کا کیا صلہ ملا؟

جواب: حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کی یادگار قیامت تک کے لیے باقی رہ گئی اور ان کی نسل سے ایک ایسا نبی مبعوث کیا گیا جو پوری دنیا کے لیے نور و ہدایت کا سرچشمہ اور آخری نبی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 حضرت موسیٰؑ نے عمر پائی:

(A) 90 سال (B) 100 سال (C) 120 سال (D) 150 سال

-2 حضرت موسیٰؑ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب فرعون مصر کے حکم سے لڑکے قتل کر دیے جاتے تھے:

(A) بنو اسماعیل کے (B) بنو امیہ کے (C) بنو اسرائیل کے (D) بنو قریظہ کے

-3 فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا:

(A) بحر ہند میں (B) بحر اوقیانوس میں (C) بحیرہ عرب میں (D) بحر قلزم میں

-4 قرآن پاک نے فرعون کی بیوی کو کہا ہے:

(A) صبرہ (B) مونسہ (C) محبہ (D) مومنہ

-5 اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کی نجات کے لیے نبوت و رسالت سے سرفراز کیا:

(A) حضرت ابراہیمؑ کو (B) حضرت یعقوبؑ کو (C) حضرت موسیٰؑ کو (D) حضرت سلیمانؑ کو

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے دربار میں اپنا عصا پھینکا تو وہ بن گیا:

(A) اژدہا (B) بچھو (C) شیر (D) چیتا

-7 "عصا" اور "ید بیضا" کے معجزات عطا کیے گئے:

(A) حضرت یوسفؑ کو (B) حضرت ہارونؑ کو (C) حضرت موسیٰؑ کو (D) حضرت عیسیٰؑ کو

-8 حضرت موسیٰؑ کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے ان کا وزیر بنایا:

(A) حضرت ہارونؑ کو (B) ہامان کو (C) قارون کو (D) حضرت یوشع بن نون کو

-9 فرعون اور اس کی قوم عام طور پر پوجا کرتی تھی:

(A) بتوں کی (B) آتش کی (C) ستاروں کی (D) سورج کی

-10 فرعون اور اس کی قوم کو "رب العالمین" کی پرستش کی طرف بلایا:

(A) حضرت عیسیٰؑ نے (B) حضرت موسیٰؑ نے (C) حضرت شعیبؑ نے (D) حضرت سلیمانؑ نے

جوابات: 1- 120 سال 2- بنو اسرائیل کے 3- بحر قلزم میں 4- مومنہ 5- حضرت موسیٰؑ کو

6- اژدہا 7- حضرت موسیٰؑ کو 8- حضرت ہارونؑ کو 9- سورج کی 10- حضرت موسیٰؑ نے

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کے وقت فرعون بنی اسرائیل پر کیا ظلم کرتا تھا؟

جواب: حضرت موسیٰؑ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب فرعون کے حکم سے بنو اسرائیل کے لڑکے قتل کر دیے جاتے تھے۔

-2 حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ نے فرعون سے کیا کہا؟

جواب: دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے اور کہا کہ ہمیں اللہ نے اپنا رسول بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ ہم دو باتیں چاہتے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لا اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا۔ دوسرے یہ کہ ظلم سے باز آ اور بنو اسرائیل کو اپنی غلامی سے نجات دے تاکہ وہ اللہ کی عبادت میں آزاد ہو جائیں۔

-3 فرعون اور اس کی قوم کس چیز کی پوجا کرتی تھی؟

جواب: فرعون اور اس کی قوم عام طور پر سورج کی پوجا کرتی تھی۔ فرعون اس کا اوتار یا مظہر تھا۔ اس لیے فرعون بھی اپنی قوم کا دیوتا یا معبود بنا ہوا تھا۔

-4 فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی تبلیغ سے تنگ آ کر کیا کہا؟

جواب: فرعون نے کہا کہ واقعی تو اپنی باتوں میں سچا ہے تو کوئی نشانی دکھا۔ حضرت موسیٰؑ نے بھرے دربار میں اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈالا تو وہ اژدہا بن گئی۔ اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر لے جا کر نکالا تو وہ چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

-5 حضرت موسیٰؑ کا جادوگروں سے مقابلے کا کیا نتیجہ نکلا؟

جواب: جادوگروں کا جادو حضرت موسیٰؑ کے عصا سے مات کھا گیا۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدہا بن کر جادوگروں کے مصنوعی سانپوں کو ہڑپ کر گیا۔ جادوگر اسی وقت حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے پروردگار پر ایمان لے آئے۔

-6 فرعون کی قوم پر کس قسم کا عذاب آیا؟

جواب: فرعون کی قوم پر عذاب پھلوں کا نقصان، قحط، طوفان، ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک اور خون وغیرہ کی صورت میں تھا جس سے زندگی ان کے لیے دوبھر ہو گئی۔

-7 جب حضرت موسیٰؑ کی تبلیغ بے اثر ہو گئی تو ان کو کیا حکم ملا؟

جواب: جب حضرت موسیٰؑ کی تبلیغ بے اثر ہو گئی اور اصلاح کی کوئی امید باقی نہ رہی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بنو اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نکال کر لے جاؤ۔

-8 فرعون جب بنو اسرائیل کا تعاقب کرتے ہوئے قریب آیا تو وہ گھبرا گئے۔ اس موقع پر حضرت موسیٰؑ نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: بنو اسرائیل جب فرعون کو دیکھ کر گھبرا گئے تو حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ "ہم تو پکڑے گئے" حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوگا میرا پروردگار میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے (اس مشکل سے پار نکلنے کا) راستہ دکھائے گا۔"

-9 بنو اسرائیل کس طرح فرعون سے بچ نکلے؟

جواب: حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا بحر قلزم پر مارا۔ پانی پھٹ گیا اور درمیان میں خشک راستہ پیدا ہو گیا جس کے ذریعے بنو اسرائیل صحیح سالم پار اتر گئے۔

-10 فرعون اور اس کا لشکر کس طرح غرق ہوا؟

جواب: فرعون اور اس کا لشکر بنی اسرائیل کا تعاقب کرتے ہوئے حضرت موسیٰؑ کے بنائے ہوئے راستے میں بحر قلزم میں اتر گئے لیکن اللہ کی قدرت سے پانی آپس میں مل گیا اور فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام ہے:
(A) حضرت مریمؑ (B) حضرت ہاجرہؑ (C) حضرت آسیہ (D) حضرت سارہؑ

2- شیر خوارگی میں لوگوں سے باتیں کیں:
(A) حضرت موسیٰؑ نے (B) حضرت یوسفؑ نے (C) حضرت عیسیٰؑ نے (D) حضرت نوحؑ نے

3- حضرت عیسیٰؑ کا لقب تھا:
(A) کلیم اللہ (B) صفی اللہ (C) خلیل اللہ (D) مسیح

4- بنی اسرائیل کے مذہبی پیشواؤں نے دنیوی لالچ کی خاطر بدل ڈالا:
(A) انجیل کو (B) زبور کو (C) تورات کو (D) قرآن کو

5- حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والے تھے:
(A) مالدار (B) سرکش (C) معذور (D) مخلص اور جاں نثار

6- قرآن نے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والوں کو کہا ہے:
(A) انصار اللہ (B) حواری (C) صحابی (D) انصار اللہ اور حواری

7- حضرت عیسیٰؑ پر مقدمہ چلا:
(A) بغاوت کا (B) غداری کا (C) قتل کا (D) چوری کا

8- حضرت عیسیٰؑ کے دور میں فلسطین پر حکومت تھی:
(A) رومیوں کی (B) ایرانیوں کی (C) عربوں کی (D) یونانیوں کی

9- رومیوں کی عدالت نے حضرت عیسیٰؑ کو سزا سنائی:
(A) قید کی (B) جلاوطنی کی (C) سنگساری کی (D) پھانسی کی

10- اللہ تعالیٰ نے صحیح وسالم اپنی طرف اٹھالیا:
(A) حضرت موسیٰؑ کو (B) حضرت ہارونؑ کو (C) حضرت عیسیٰؑ کو (D) حضرت یوسفؑ کو

جوابات: 1- حضرت مریمؑ 2- حضرت عیسیٰؑ نے 3- مسیح 4- تورات کو 5- مخلص اور جاں نثار
6- انصار اللہ اور حواری 7- غداری کا 8- رومیوں کی 9- پھانسی کی 10- حضرت عیسیٰؑ کو

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- قرآن پاک کی رُو سے حضرت عیسیٰؑ کس طرح پیدا ہوئے؟

جواب: قرآن پاک کی رُو سے حضرت عیسیٰؑ حضرت مریمؑ کے بطن سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت قدرت کاملہ کا اعجاز تھی۔ وہ اللہ کی طرف سے "رحمت" اور اس کا "کلمہ" تھے۔

2- حضرت عیسیٰؑ نے شیر خوارگی میں کیا باتیں کیں؟

جواب: حضرت عیسیٰؑ نے شیر خوارگی میں لوگوں سے باتیں کیں اور ماں کی پاکیزگی کی گواہی دی اور اللہ کی طرف سے "کتاب" دیے جانے

اور "نبوت" عطا کیے جانے کا اعلان کیا۔

3- حضرت عیسیٰؑ سے قبل بنی اسرائیل کن برائیوں میں مبتلا تھے؟

جواب: حضرت عیسیٰؑ سے قبل بنی اسرائیل اعمال اور اعتقاد کے لحاظ سے برائیوں میں مبتلا تھے۔ حتیٰ کہ اپنے ہی قوم کے پیغمبروں کے قتل پر دلیر ہو گئے تھے۔ جھوٹ، فریب، بغض، حسد جیسی بداخلاقیوں کو اخلاق سمجھتے اور ان پر فخر کرتے۔

4- اللہ کی کتاب تورات کس نے اور کیوں بدل ڈالی؟

جواب: بنی اسرائیل کے مذہبی پیشواؤں نے دنیوی لالچ کی خاطر اللہ کی کتاب تورات کو بدل ڈالا۔

5- اللہ تعالیٰ نے قوم کی ہدایت کے لیے حضرت عیسیٰؑ کو کن چیزوں سے نوازا؟

جواب: قوم کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو کتاب اللہ یعنی انجیل سے نوازا اور زمانے کے حالات کے مطابق قوم کی رہنمائی کے لیے انھیں معجزات بھی عطا فرمائے۔

6- حضرت عیسیٰؑ کی تبلیغ کا بنی اسرائیل پر کیا اثر ہوا؟

جواب: ایک چھوٹی سی جماعت کے علاوہ ان کی قوم کی اکثریت نے حضرت عیسیٰؑ کی مخالفت کی اور ان کے ساتھ بغض و حسد کو اپنی عادت بنا لیا۔

7- حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والے لوگوں کو قرآن پاک نے کیا کہا؟

جواب: حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والے لوگوں کو قرآن پاک نے "حواری" اور "انصار اللہ" کہا۔

8- بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰؑ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو کس نگاہ سے دیکھا؟

جواب: بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰؑ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو حسد اور خطرے کی نگاہ سے دیکھا اور فیصلہ کیا کہ بادشاہِ وقت کو ان کے خلاف مشتعل کر کے انھیں سولی پر چڑھوا دیا جائے۔

9- حضرت عیسیٰؑ کی موت کے بارے میں قرآن پاک میں کیا بیان کیا گیا ہے؟

جواب: قرآن پاک کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو نہ قتل کیا گیا اور نہ ہی سولی پر چڑھایا گیا بلکہ دشمنوں پر صورت حال مشتبہ ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحیح اور سالم اپنی طرف اٹھالیا۔

فریضۂ رسالت کا مکی دور

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- نبی اکرم ﷺ کی تبلیغ دین اور تکمیل فریضہ رسالت کے بڑے دور ہیں۔

(A) دو (B) تین (C) چار (D) پانچ

2- عرب کے مشرکانہ مذہب کے ٹھیکیدار تھے:

(A) اہلِ طائف (B) اہلِ مدینہ (C) قریشِ مکہ (D) بنو بکر

3- نبی اکرم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی:

(A) غارِ ثور میں (B) غارِ حرا میں (C) میدانِ عرفات میں (D) کوہِ صفا میں

4- عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا:

(A) حضرت عائشہؓ نے (B) حضرت میمونہؓ نے (C) حضرت خدیجہؓ نے (D) حضرت ماریہؓ نے

5- مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے:
(A) حضرت بلالؓ (B) حضرت حمزہؓ (C) حضرت عثمانؓ (D) حضرت ابوبکرؓ

6- بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے:
(A) حضرت علیؓ (B) حضرت معاذؓ (C) حضرت معوذؓ (D) حضرت اسامہؓ

7- نبی اکرم ﷺ نے خفیہ دعوت دی:
(A) دو سال (B) تین سال (C) چار سال (D) پانچ سال

8- نبی اکرم ﷺ نے قریش مکہ کو اسلام کی دعوت دی:
(A) میدانِ عرفات میں (B) غارِ حرا میں (C) غارِ ثور میں (D) کوہِ صفا پر

9- حضرت علیؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی عمر تھی:
(A) 9 سال (B) 10 سال (C) 12 سال (D) 13 سال

10- اسلام کے سب سے پہلے زخمی ہیں:
(A) حضرت حمزہؓ (B) حضرت عبداللہؓ بن مسعود (C) حضرت زبیرؓ (D) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص

11- اسلام کے پہلے شہید تھے:
(A) حضرت یاسرؓ (B) حضرت حمزہؓ (C) حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ (D) حضرت مصعب بن عمیرؓ

12- حج کے موسم میں جب آپ ﷺ قبائل عرب کو تبلیغ کرتے تو مخالفت کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا تھا:
(A) ابوجہل (B) ابولہب (C) ابوسفیان (D) عتبہ بن ربیعہ

13- مسلمانوں نے سب سے پہلے ہجرت کی:
(A) مدینہ کی طرف (B) طائف کی طرف (C) حبشہ کی طرف (D) شام کی طرف

14- حرمِ کعبہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا:
(A) حضرت عثمانؓ نے (B) حضرت حمزہؓ نے (C) حضرت عمرؓ نے (D) حضرت خالدؓ بن ولید نے

15- مکہ کے تمام قبائل نے بنو ہاشم کے بائیکاٹ کا معاہدہ کیا:
(A) محرم 6 نبوی میں (B) محرم 7 نبوی میں (C) محرم 8 نبوی میں (D) محرم 9 نبوی میں

16- بنو ہاشم کی نظر بندی رہی:
(A) ایک سال تک (B) دو سال تک (C) تین سال تک (D) چار سال تک

17- بنو ہاشم کی نظر بندی کا معاہدہ ختم ہوا:
(A) ابوطالب کی کوششوں سے (B) ابوسفیان کی کوششوں سے
(C) امیہ بن خلف کی کوششوں سے (D) ہشام بن عمرو کی کوششوں سے

18- نبوت کے دسویں سال وفات پا گئے:
(A) ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ (B) ابوجہل اور ابولہب (C) ابوسفیانؓ اور عتبہ (D) حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ

19- واقعہ طائف کے بعد آپ ﷺ کو سرفراز کیا گیا:
(A) ہجرت حبشہ سے (B) ہجرت مدینہ سے (C) معراج سے (D) مال و دولت سے

-20 مکی دور میں بیعت عقبہ اولیٰ اور دوسری بیعت عقبہ میں متعدد افراد اسلام قبول کر چکے تھے:

(A) بنو قریظہ کے (B) بنو نضیر کے (C) بنو قینقاع کے (D) اوس و خزرج کے

-21 ہجرت کی رات نبی اکرم ﷺ کے بستر پر سوئے:

(A) حضرت حمزہؓ (B) حضرت عباسؓ (C) حضرت ابوبکرؓ (D) حضرت علیؓ

-22 نبی اکرم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے دوران غار ثور میں قیام فرمایا:

(A) دو دن (B) تین دن (C) چار دن (D) پانچ دن

-23 بریدہ اسلمی نے انعام کے لالچ میں نبی اکرم ﷺ کا تعاقب کیا:

(A) ستر ساتھیوں کے ساتھ (B) ساٹھ ساتھیوں کے ساتھ (C) پچاس ساتھیوں کے ساتھ (D) چالیس ساتھیوں کے ساتھ

-24 نبی اکرم ﷺ نے قریش مکہ میں نبوت سے قبل گزارے:

(A) تیس سال (B) چالیس سال (C) پچیس سال (D) پچاس سال

-25 اسلام کے لیے اپنی ساری دولت وقف کر دی:

(A) حضرت عائشہؓ نے (B) حضرت صفیہؓ نے (C) حضرت خدیجہؓ نے (D) حضرت زینبؓ نے

-26 مکہ سے بھی بڑھ کر دعوتِ حق کے لیے کٹھن اور تکلیف دہ ثابت ہوا:

(A) مدینہ (B) طائف (C) نجد (D) حضرموت

جوابات: 1- دو 2- قریش مکہ 3- غار حرا میں 4- حضرت خدیجہؓ نے
5- حضرت ابوبکرؓ 6- حضرت علیؓ 7- تین سال 8- کوہ صفا پر
9- 13 سال 10- حضرت سعدؓ بن ابی وقاص 11- حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ 12- ابوجہل
13- حبشہ کی طرف 14- حضرت عمرؓ نے 15- محرم 7 نبوی 16- تین سال تک
17- ہشام بن عمرو کی کوششوں سے 18- ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ 19- معراج سے 20- اوس و خزرج کے
21- حضرت علیؓ 22- تین دن 23- ستر ساتھیوں کے ساتھ 24- چالیس سال
25- حضرت خدیجہؓ نے 26- طائف

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 نبی اکرم ﷺ کی تبلیغ دین اور تکمیل فریضہ رسالت کے کتنے ادوار ہیں؟

جواب: نبی اکرم ﷺ کی تبلیغ دین اور تکمیل فریضہ رسالت کے دو بڑے اَدوار ہیں۔

(1) مکی دور (2) مدنی دور

-2 اعلانِ نبوت کے وقت قریش کی معاشرتی زندگی کیسی تھی؟

جواب: قریش کی معاشرت فاسقانہ تھی۔ شراب، بدکاری، جوا، سود خوری، عورتوں کی تذلیل، بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا، انسانوں کو غلام بنانا، کمزوروں پر ظلم ڈھانا، قتل و غارت گری اور بری عادات پر فخر، یہ سب ان کی زندگی کے لوازم تھے۔

-3 دعوتِ اسلام کو قبول کرنے والے پہلے لوگوں میں کون کون شامل ہیں؟

جواب: دعوتِ حق کو قبول کرنے والے پہلے لوگوں میں حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، اور حضرت زیدؓ تھے۔ یہ وہ افراد تھے جو آپ ﷺ کی انفرادی اور مجلسی زندگی اور آپ ﷺ کے کردار کے ظاہر و باطن سے پوری طرح واقف تھے۔

-4 حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ سے کون لوگ ایمان لائے؟

جواب: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حلقۂ احباب میں سے حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت طلحہؓ ایمان لے آئے۔

-5 دعوتِ عام کا نبی اکرم ﷺ کو قرآن میں کس طرح حکم دیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو دعوتِ عام کا حکم اس آیت میں دیا۔

ترجمہ: ''جو کچھ حکم دیا جارہا ہے اسے واشگاف الفاظ میں کہہ دیجیے۔''

-6 نبی اکرم ﷺ نے اسلام کی پہلی دعوت کس مقام پر دی؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے اسلام کی پہلی دعوت کوہِ صفا پر دی اور کھڑے ہو کر قوم کو پکارا اور سرِ عام اعلان فرمایا کہ ''اللہ پر ایمان لاؤ۔ ورنہ تم پر سخت عذاب نازل ہوگا۔''

-7 دعوتِ عام کے دوسرے مرحلے پر نبی اکرم ﷺ نے خاندانِ عبدالمطلب کو کیا پیغام سنایا؟

جواب: دعوتِ عام کے دوسرے مرحلے پر نبی اکرم ﷺ نے تمام خاندان عبدالمطلب کو کھانے پر جمع کیا اور فرمایا۔ ''جس پیغام کو لے کر میں آیا ہوں یہ دین اور دنیا کی بھلائی کا ضامن ہے۔ کون اس مہم میں میرا ساتھ دیتا ہے۔''

-8 دعوتِ عام کے دوسرے مرحلے پر حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کی دعوت کا کیا جواب دیا؟

جواب: دعوتِ عام کے دوسرے مرحلے پر حضرت علیؓ جو اس وقت تیرہ برس کے تھے وہ اٹھے اور کہا کہ ''اگرچہ میری پنڈلیاں کمزور ہیں لیکن میں اس مہم میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔''

-9 قریش مکہ نے نبی ﷺ کے خلاف کیا پروپیگنڈہ کیا؟

جواب: وہ کہتے: 1- اس شخص کی بات کیوں سنتے ہو یہ اپنے آباؤ اجداد کے دین سے پھر گیا ہے۔

2- اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

3- یہ شخص جادوگر اور کاہن ہے۔ کبھی آپ ﷺ پر شاعر ہونے کا الزام لگاتے۔

-10 قریش مکہ کو حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے پر کون سے اعتراضات تھے؟

جواب: قریش مکہ کہتے: 1- اگر تم نبی ﷺ ہو تو اس کی کوئی واضح نشانی کیوں نہیں؟

2- قرآن تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہو رہا ہے۔ ایک بار ہی کیوں نازل نہیں ہو جاتا؟

3- خدا خود ان کے سامنے آجائے۔

4- تم ہماری ہی طرح آدمی ہو، گلیوں اور بازاروں میں پھرتے ہو، کھانا کھاتے ہو۔

-11 قریش کے کہنے پر ابوطالب نے آپ ﷺ کو سمجھانا چاہا تو آپ ﷺ نے کیا جواب دیا؟

جواب: آپ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے سمجھانے پر جواب دیا۔ ''اللہ کی قسم! یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ کر چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو تب بھی اس سے باز نہ آؤں گا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کردے یا میں اسی جدوجہد میں ختم ہو جاؤں۔''

-12 حج کے موقع پر آپ ﷺ کس طرح تبلیغ فرماتے؟

جواب: حج کے موسم میں عرب کے قبائل جوق در جوق مکہ آتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ دین کا پیغام پھیلانے کے لیے خیمہ بہ خیمہ جاتے اور تبلیغ کا فرض ادا کرتے۔

13- جب آپ ﷺ حج پر آئے ہوئے عرب کے قبائل کو دعوت دیتے تو ابوجہل کیا کرتا؟

جواب: ابوجہل آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلتا۔ مٹی اٹھا کر آپ ﷺ پر پھینکتا اور کہتا کہ لوگو! اس کے فریب میں نہ آنا۔ یہ چاہتا ہے کہ تم لات اور عزیٰ کی پرستش چھوڑ دو۔"

14- قریش مکہ نے عتبہ بن ربیعہ کے ذریعے آپ ﷺ کو کیا پیش کش کی؟

جواب: انھوں نے آپ ﷺ کو تبلیغ حق سے روکنے کے لیے مندرجہ ذیل پیشکش کی۔

1- اگر دولت چاہتے ہو تو اتنی دولت جمع کیے دیتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ مال دار بن جاؤ

2- سردار یا بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم تمھیں اپنا سردار یا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔

3- اگر مقصد کسی حسین عورت سے شادی ہے تو ہم عرب کی حسین ترین عورت سے شادی کا انتظام کر دیتے ہیں۔

15- پہلی اور دوسری ہجرت حبشہ میں مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی؟

جواب: پہلی ہجرت حبشہ میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ دوسری ہجرت حبشہ میں مسلمانوں کا قافلہ بیاسی مرد اور سترہ عورتوں پر مشتمل تھا۔

16- بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں کن تکالیف کا سامنا کرنا پڑا؟

جواب: بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حالت یہ ہو گئی کہ درختوں کے پتے اور سوکھے چمڑے اُبال اُبال کر کھائے جانے لگے اور بچے بھوک سے تڑپنے لگے۔

17- نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں "سال غم" سے کیا مراد ہے؟

جواب: نبوت کے دسویں سال آپ ﷺ کے چچا ابوطالب وفات پا گئے اور اسی سال آپ ﷺ کی مونس و غمگسار بیوی حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہوا اس لیے اس سال کو "سال غم" کہتے ہیں۔

18- نبی اکرم ﷺ کو معراج کب ہوئی؟

جواب: واقعۂ طائف کے بعد آپ ﷺ کو معراج سے سرفراز کیا گیا اور حضور ﷺ کو قرب الٰہی کا انتہائی بلند مقام نصیب ہوا۔

19- بریدہ اسلمی آپ ﷺ کی تلاش میں کتنے ساتھیوں کے ساتھ نکلا اور اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

جواب: بریدہ اسلمی ستر ساتھیوں کے ساتھ انعام کے لالچ میں نبی اکرم ﷺ کی تلاش میں نکلا لیکن سامنے آیا تو کایا پلٹ گئی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسلام لے آیا۔

20- غار حرا میں پہلی وحی کے نزول کے بعد آپ ﷺ کی حالت کیسی تھی؟

جواب: غار حرا میں پہلی وحی کے نزول کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو آپ ﷺ جلال الٰہی سے لبریز تھے۔

21- فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "جو کچھ حکم دیا جا رہا ہے اسے واشگاف الفاظ میں کہہ دیجیے۔"

22- لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "قرآن کو سنو ہی نہیں بس ہاہو کا خوب شور مچا کر اس میں رخنہ اندازی کرو اور اسی طرح غلبہ حاصل کرو۔"

23- اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "ذرا دیکھنا، یہ ہیں وہ صاحب جنھیں اللہ نے رسول مقرر کیا ہے۔"

24- اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ؕ کا ترجمہ کریں۔
جواب: ترجمہ: "کیا یہ ہیں وہ ممتاز ہستیاں جن پر اللہ تعالیٰ نے ہم سے الگ اپنا فضل فرمایا ہے؟"
25- مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ کا کیا ترجمہ ہے؟
جواب: ترجمہ: "کہ یہ حادثہ کب ہونے والا ہے؟"
26- قریش مکہ نے آپ ﷺ کی مخالفت میں کون سی کمینہ حرکتیں کیں؟
جواب: قریش مکہ آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتے۔ نماز پڑھتے وقت شور مچاتے۔ عین حالت نماز میں آپ ﷺ پر گندگی اور غلاظت ڈالتے۔ محلے کے لڑکوں کو پیچھے لگا دیتے۔ قرآن اور قرآن پڑھنے والے کو گالیاں دیتے۔
27- اہل طائف نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
جواب: طائف کے رئیسوں نے نبی اکرم ﷺ کی سخت مخالفت کی اور بازاری لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ انھوں نے پتھر مار مار کر آپ ﷺ کو زخمی کر دیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے جوتے مبارک بھی خون سے بھر گئے۔
28- اہل طائف کے ظلم و ستم پر جبرائیلؑ نے آپ ﷺ سے کیا کہا؟
جواب: اس موقع پر جبرائیلؑ حاضر ہوئے اور کہا کہ "حکم ہو تو اہل طائف پر یہ پہاڑ الٹ دوں مگر رحمۃ للعالمین نے یہ گوارا نہ فرمایا۔"

فریضۂ رسالت مدینے میں

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- مدینے کا اصل نام تھا:
(A) فارس (B) تکریت (C) موصل (D) یثرب

2- اہل یثرب کو ایک نبی کے مبعوث ہونے کی خبر دیا کرتے تھے:
(A) مشرکین مکہ (B) یہود (C) عیسائی (D) مجوسی

3- نبی اکرم ﷺ نے مدینہ والوں کو دعوت اسلام دینے کے لیے بھیجا:
(A) حضرت عثمانؓ کو (B) حضرت زبیرؓ کو (C) حضرت مصعبؓ بن عمیر کو (D) حضرت جعفر طیارؓ کو

4- مدینہ پہنچنے سے قبل آپ ﷺ نے قیام فرمایا:
(A) طائف میں (B) قباء میں (C) تبوک میں (D) میدان عرفات میں

5- اسلام کی پہلی مسجد تعمیر ہوئی:
(A) مدینہ میں (B) مکہ میں (C) طائف میں (D) قبا میں

6- نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہاں قیام فرمایا:
(A) چار ماہ (B) تین ماہ (C) پانچ ماہ (D) سات ماہ

7- مسجد نبوی کے لیے حاصل کی گئی زمین کی قیمت ادا کی:
(A) حضرت عثمانؓ نے (B) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے
(C) حضرت ابوایوب انصاریؓ نے (D) حضرت ابوبکرؓ نے

8- اسلام کی اولین درسگاہ تھی:

(A) مسجد قباء (B) حضرت ارقم کا گھر (C) مسجد حرام (D) صفہ

9- دنیا کا پہلا تحریری دستور ہے:

(A) صلح حدیبیہ کی شرائط (B) میثاق مدینہ (C) میثاق لکھنو (D) میثاق دہلی

10- نفاق اور سازش، مخالفت کے دو بڑے حربے تھے:

(A) یہود کے (B) نصاریٰ کے (C) مجوسیوں کے (D) مشرکین کے

11- ہجرت مدینہ سے قبل انصار کا سردار تھا:

(A) سعدؓ بن معاذ (B) عبداللہ بن ابی (C) اُسیدؓ بن حضیر (D) ابوایوب انصاریؓ

12- نبی اکرم ﷺ کا مکہ سے بچ نکلنا سخت ناگوار تھا:

(A) اہل طائف کو (B) اہل مدینہ کو (C) یہودیوں کو (D) قریش مکہ کو

13- خانہ کعبہ کے مجاور تھے:

(A) نصاریٰ (B) یہود (C) قریش (D) اہل مدینہ

14- ایثار اور جانبازی کا معرکہ تھا:

(A) غزوۂ احد (B) غزوۂ بدر (C) غزوۂ خندق (D) غزوۂ تبوک

15- غزوۂ بدر میں قریش کے معتبر اور معزز اشخاص قیدی بنے:

(A) سو (B) نوے (C) اسی (D) ستر

16- غزوہ احد میں مسلمان شہید ہوئے:

(A) ستر (B) ساٹھ (C) پچاس (D) چالیس

17- نبی اکرم ﷺ کے دندان اور چہرہ مبارک پر زخم آئے:

(A) غزوۂ بدر میں (B) غزوۂ احزاب میں (C) غزوۂ خیبر میں (D) غزوۂ احد میں

18- غزوۂ احزاب ہوئی:

(A) 5 ہجری میں (B) 3 ہجری میں (C) 2 ہجری میں (D) 7 ہجری میں

19- صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوا:

(A) پانچ ہجری میں (B) چھے ہجری میں (C) سات ہجری میں (D) آٹھ ہجری میں

20- فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کا لشکر تھا:

(A) دس ہزار (B) نو ہزار (C) آٹھ ہزار (D) سات ہزار

21- نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا:

(A) آٹھ ہجری میں (B) نو ہجری میں (C) دس ہجری میں (D) سات ہجری میں

22- اسلامی تعلیمات کا نچوڑ:

(A) میثاق مدینہ ہے (B) صلح حدیبیہ ہے (C) دعوتی خطوط ہیں (D) خطبہ حجۃ الوداع ہے

23- "قباء" نامی بستی کا مدینے سے فاصلہ تھا:

(A) دو میل (B) تین میل (C) چار میل (D) پانچ میل

24- مقتولین بدر کا انتقام لینے کے لیے معرکہ ہوا:

(A) حنین کا (B) احزاب کا (C) بنو قریظہ کا (D) احد کا

25- معرکہ احد میں در پردہ قریش مکہ کا ساتھ دیا:

(A) یہود مدینہ نے (B) اوس نے (C) خزرج نے (D) عیسائیوں نے

26- نبی اکرم ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے لیے سخت آزمائش تھی:

(A) فتح خیبر (B) فتح مکہ (C) صلح حدیبیہ (D) جنگ احد

27- مسلمانوں نے مدینے کے گرد خندق کھود کر شہر کا دفاع کیا:

(A) غزوۂ بدر میں (B) غزوۂ احزاب میں (C) غزوۂ احد میں (D) غزوۂ خیبر میں

28- اسلام قبول کرنے کے لیے سارا عرب فیصلے کا انتظار کر رہا تھا:

(A) قریش مکہ کے (B) یہود مدینہ کے (C) اوس وخزرج کے (D) منافقین کے

جوابات: 1- یثرب 2- یہود 3- حضرت مصعبؓ بن عمیر کو 4- قبا میں 5- قبا میں
6- سات ماہ 7- حضرت ابوایوب انصاریؓ نے 8- صفہ 9- میثاق مدینہ 10- یہود کے
11- عبداللہ بن ابی 12- قریش مکہ کو 13- قریش 14- غزوۂ بدر 15- ستر
16- ستر 17- غزوۂ احد میں 18- 5 ہجری میں 19- چھٹے ہجری میں 20- دس ہزار
21- دس ہجری میں 22- خطبہ حجۃ الوداع ہے 23- تین میل 24- احد کا 25- یہود مدینہ نے
26- جنگ احد 27- غزوۂ احزاب میں 28- قریش مکہ کے

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- مدینے میں کس قسم کے لوگ آباد تھے؟

جواب: مدینے میں دو قسم کے لوگ آباد تھے، یہودا ور غیر یہود۔ یہ پورا علاقہ یہودیوں کے مذہبی اور سیاسی اثر میں تھا۔

2- حضرت مصعبؓ بن عمیر کی کوششوں سے کون لوگ مسلمان ہوئے؟

جواب: حضرت مصعبؓ بن عمیر کی کوششوں سے اوس اور خزرج کے دو بڑے سردار سعدؓ بن معاذ اور اسیدؓ بن حضیر نے اسلام قبول کیا۔

3- مدینہ پہنچنے سے قبل نبی اکرم ﷺ نے کہاں قیام کیا؟

جواب: مدینہ پہنچنے سے قبل آپ ﷺ نے قبا نامی بستی میں قیام فرمایا جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر تھی۔ یہاں آپ ﷺ نے ایک مسجد تعمیر کی جو مسجد قباء کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اسلام کی پہلی مسجد تھی۔

4- مدینہ منورہ پہنچ کر آپ ﷺ نے عارضی طور پر کہاں قیام فرمایا؟

جواب: مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہاں قیام فرمایا: یہاں آپ ﷺ سات ماہ تک رہے۔

5- مسجد نبوی کی تعمیر کے بارے میں مختصراً تحریر کریں۔

جواب: مسجد نبوی کی جگہ کی قیمت حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ادا کی۔ اس کی تعمیر میں ہر شخص نے دل و جان سے حصہ لیا۔ اس مسجد کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے لیے حجرے تعمیر ہوئے اور اسی مسجد کے ساتھ وہ سائبان اور چبوترہ تھا جو "صفہ" کہلاتا تھا۔ یہ اسلام کی پہلی

درس گاہ تھی اور ان لوگوں کا مسکن تھا جو ہر وقت اسلامی تعلیمات میں مصروف رہتے تھے۔

-6 مواخاتِ مدینہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا تاکہ مہاجرین کی کفالت ہو جائے اسے مواخاتِ مدینہ کہتے ہیں۔

-7 میثاقِ مدینہ کے اہم نکات تحریر کریں۔

جواب: -1 مدینہ کے اس منظم معاشرے میں اللہ کے قانون کو بنیادی حیثیت حاصل ہوگی۔

-2 سیاسی، قانونی اور عدالتی لحاظ سے آخری اختیار حضور ﷺ کے پاس ہوگا۔

-3 دفاعی لحاظ سے مدینہ اور اس کے نواح کی آبادی ایک متحدہ طاقت ہوگی۔

-4 انصار اور یہود میں سے کوئی بھی قریش کو پناہ نہیں دے گا۔

-8 یہودی پیشواؤں نے تورات کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

جواب: یہودی پیشواؤں نے تورات کی تعلیم کو اپنے مفاد کی خاطر بدل ڈالا تھا اور اب مذہب ان کے لیے ایک نفع بخش کاروبار تھا۔

-9 یہودیوں نے مسلمانوں کی مخالفت کے لیے کون کون سے طریقے اختیار کیے؟

جواب: یہودیوں نے مسلمانوں اور آپ ﷺ پر پھبتیاں کسیں، مذاق اڑائے، پروپیگنڈے کے طوفان اٹھائے۔ مخبریاں اور جاسوسیاں کیں۔ نت نئے سوالات اور اعتراضات کیے۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑانے کے منصوبے بنائے، نبی ﷺ کے قتل کی تدبیریں کیں۔ جنگ اور ہنگامی حالات میں سخت قسم کی غداریاں کیں۔

-10 قریش نے خط میں عبداللہ بن ابی کو کیا لکھا؟

جواب: قریش مکہ نے عبداللہ بن ابی کو خط میں لکھا کہ تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم لوگ اس کو قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم سب تم پر حملہ کر کے تمہیں فنا کر دیں گے۔

-11 مسلمانوں کو لڑائی لڑنے کی اجازت کب ملی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دو ہجری میں مسلمانوں کو ان لوگوں سے لڑائی لڑنے کی اجازت دی جو مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئیں۔

-12 قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کا فوری موقع کب ملا؟

جواب: کرز بن جابر فہری رئیس مکہ نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کر کے آپ ﷺ کے مویشی لوٹ لیے اور بچ کر نکل گئے۔ چند روز بعد عمرو بن الحضرمی مسلمانوں کے ساتھ ایک جھڑپ میں مارا گیا جس نے قریش کو مدینہ پر فوری حملے کا موقع فراہم کر دیا۔

-13 غزوۂ بدر کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کیا دعا کر رہے تھے؟

جواب: آپ ﷺ دونوں ہاتھ پھیلا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر۔ محویت اور بے خودی کی حالت میں کبھی سجدے میں گر تے اور گڑگڑاتے حتیٰ کہ لب مبارک فتح کی پیش گوئی سے آشنا ہوئے۔

-14 غزوۂ احد میں آپ ﷺ کو کن تکالیف سے گزرنا پڑا؟

جواب: غزوۂ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کے دندان اور چہرہ مبارک زخمی ہوا لیکن آپ ﷺ کے عزم و استقلال میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔

-15 دو ہجری سے چار ہجری تک یہودیوں کے خلاف کون سی لڑائیاں لڑی گئیں؟

جواب: اس دوران یہودیوں کے خلاف غزوہ بنو نضیر، غزوہ بنو قینقاع اور غزوہ بنو قریظہ لڑا گیا۔ ان غزوات میں غدار یہودیوں کو قتل یا جلاوطن کر دیا گیا۔ ان کی جائیدادوں کو ضبط کر دیا گیا اور ان کے قلعوں کو مسمار کر دیا گیا۔

-16 پانچ ہجری میں کن قبائل نے متحد ہو کر مدینہ پر حملہ کیا؟

جواب: پانچ ہجری میں قبائل قریش کنانہ غطفان، اسد اور کئی دوسرے قبائل نے متحد ہو کر مدینہ پر حملہ کیا۔

-17 صلح حدیبیہ کے سال نبی اکرم ﷺ کتنے ساتھیوں کے ساتھ عمرہ کے ارادے سے نکلے؟

جواب: صلح حدیبیہ کے سال نبی اکرم ﷺ ڈیڑھ ہزار ساتھیوں کے ساتھ عمرہ کے ارادے سے نکلے۔

-18 خطبہ حجۃ الوداع کے اہم موضوعات کون سے ہیں؟

جواب: خطبہ حجۃ الوداع کے اہم موضوعات حج کی برکت، کعبہ کی حرمت، مسلمانوں کے مال وخون وآبرو کی حفاظت، عورتوں کے حقوق یا غلاموں کے ساتھ مساوی سلوک اسلامی برادری اور اتحاد ہیں۔

-19 انسانوں کے سب سے بڑے محسن اور تاریخ عالم کی سب سے بڑی شخصیت کون ہیں؟

جواب: انسانوں کے سب سے بڑے محسن اور تاریخ عالم کی سب سے بڑی شخصیت حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے۔

-20 نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا مکی اور مدنی دور کیسا تھا؟

جواب: نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا مکی دور دعوت اور تبلیغ کا دور تھا اور مدنی دور دعوت اور غلبۂ حق دونوں کا دور تھا۔

-21 کون اہلِ یثرب کو ایک نبی ﷺ کے مبعوث ہونے کی خبر دیا کرتے تھے اور کیوں؟

جواب: یہود اہلِ یثرب کو ایک نبی ﷺ کے مبعوث ہونے کی خبر دیا کرتے تھے کیونکہ تورات میں آپ ﷺ کی آمد کی پیش گوئی موجود تھی۔

-22 نبوت کے تیرھویں سال مدینے کے کتنے لوگوں نے حج کے موقع پر اسلام قبول کیا؟

جواب: نبوت کے تیرھویں سال مدینے کے قریباً بہتر آدمیوں نے حج کے موقع پر اسلام قبول کیا۔

-23 لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: ''یہ ایسی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔''

-24 اسلام سے قبل یہود اور نصاریٰ کے آپس میں تعلقات کیسے تھے؟

جواب: اسلام سے قبل یہود و نصاریٰ میں کئی خونریز معرکے ہو چکے تھے۔ یہود ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ انصار کبھی متحد نہ ہونے پائیں۔

-25 اسلامی ریاست کے قیام کے لیے نبی اکرم ﷺ کا سب سے پہلا سیاسی اقدام کیا تھا؟

جواب: اسلامی ریاست کے قیام کے لیے نبی اکرم ﷺ کا سب سے پہلا سیاسی اقدام مدینے کے یہود اور مسلمانوں کو ایک انتظام میں پرو دینا تھا۔

-26 مدینے میں ابتدائی طور پر نبی اکرم ﷺ کو کون سے مسائل درپیش تھے؟

جواب: مسلسل آنے والے مہاجرین کی بحالی، قریش مکہ کی طرف سے ہر لمحہ حملے کا خطرہ اور مدینے کا دفاع درپیش تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مدینے میں سازشیوں اور غداروں کی ایک بڑی تعداد فتنہ برپا کر رہی تھی۔

-27 نبی اکرم ﷺ کس بات کا درس دینے دنیا میں آئے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ امن کا درس دینے کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ مگر دشمنانِ اسلام نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔

-28 سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: ''فوج کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر دیں گے۔''

-29 غزوۂ احد میں جب آپ ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت علیؓ کیا کرتے تھے؟

جواب: حضرت علیؓ سپر میں پانی بھر کر لائے اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے زخم کو دھویا اور زخم پر چٹائی کا ٹکڑا جلا کر رکھا جس سے خون تھم گیا۔

-30 آپ ﷺ کی زندگی کے آخری تین سالوں میں اسلام کا اثر کہاں تک ہوگیا تھا؟

جواب: آپ ﷺ کی زندگی کے آخری تین سالوں میں اسلام کا اثر یمن، بحرین، یمامہ، عمان، عراق اور شام کی حدود تک وسیع ہوگیا۔

تکمیلِ شریعت اور اسلامی حکومت کا قیام

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(A) سات شعبوں میں (B) پانچ شعبوں میں (C) چار شعبوں میں (D) تین شعبوں میں

-2 اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکومت کے قیام کو ضروری قرار دیا:

(A) خوشحالی کے لیے (B) بادشاہت کے لیے (C) کفر کے خاتمے کے لیے (D) اسلامی احکامات کے نفاذ کے لیے

-3 ایک منظم اور باقاعدہ اسلامی حکومت کا وجود اس لیے ضروری تھا کہ ملک میں پیدا ہو:

(A) امن وامان (B) خوشحالی (C) باہمی اتحاد (D) عدل وانصاف

-4 ہجرت مدینہ سے آٹھ سال تک فرائضِ اسلام میں جو چیز سب سے نمایاں نظر آئی وہ ہے:

(A) نماز (B) حج (C) زکوٰۃ (D) جہاد

-5 ملکی قانون سے متعلق احکام اسی وقت نازل ہوئے جب:

(A) جہاد فرض ہوا (B) صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوا (C) اسلام ایک حکمران طاقت بن گیا (D) مکہ فتح ہوا

-6 اسلامی حکومت کے قیام کا پیش خیمہ تھی:

(A) جنات کی جماعت (B) منافقین کی جماعت (C) صحابہ کرامؓ کی جماعت (D) مجاہدین کی جماعت

-7 نبی اکرم ﷺ شریعتِ اسلامی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اس دنیا میں تشریف فرما ہوئے:

(A) بادشاہت کے لیے (B) سردار بننے کے لیے (C) دولت مند بننے کیلئے (D) اسلامی حکومت کے قیام کیلئے

-8 فرمانِ الٰہی ہے جنہیں ہم اگر زمین میں قوت عطا کریں تو وہ:

(A) نماز قائم کریں (B) عیاشی کریں (C) سیر وتفریح کریں (D) سرکشی کریں

-9 ہجرت سے تمام زمانہ فتنوں کو فرو کرنے، مخالفتوں کے ہنگاموں کی مدافعت اور ملک میں امن وامان قائم کرنے میں گزر گیا:

(A) تین برس کا (B) چار برس کا (C) چھے برس کا (D) آٹھ برس کا

-10 زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے متعلق تعلیم موجود نہ ہو:

(A) تورات میں (B) کتاب وسنت میں (C) زبور میں (D) انجیل میں

جوابات: -1 پانچ شعبوں میں -2 اسلامی احکامات کے نفاذ کے لیے -3 امن وامان -4 جہاد

-5 اسلام ایک حکمران طاقت بن گیا -6 صحابہ کرامؓ کی جماعت -7 اسلامی حکومت کے قیام کے لیے

-8 نماز قائم کریں -9 آٹھ برس کا -10 کتاب وسنت میں

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- اسلامی حکومت کا قیام کیوں ضروری ہے؟

جواب: ایک منظم اور باقاعدہ اسلامی حکومت کا وجود اس لیے ضروری ہے کہ ملک میں امن و امان پیدا ہو۔ اسلام بلا روک ٹوک پھل پھول سکے اور مسلمان بغیر کسی مزاحمت کے مذہبی فرائض انجام دے سکیں۔

2- قرآن میں احکام بتدریج کیوں نازل ہوئے؟ اور اس بارے میں حضرت عائشہؓ کا کیا بیان ہے؟

جواب: قرآن میں احکام بتدریج اس لیے نازل ہوئے تاکہ لوگوں کو ان پر عمل کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ "پہلے عذاب و ثواب کی آیات نازل ہوئیں۔ جب دل میں استعداد پیدا ہوگئی تو احکام نازل ہوئے ورنہ اگر پہلے ہی یہ حکم ہوتا کہ شراب نہ پیو تو کون مانتا۔"

3- آپ ﷺ کے مشن کے مختلف حصے کون سے ہیں؟

جواب: مکہ میں دعوتِ اسلام، مخالفتوں کے باوجود عزم و استقلال کا مظاہرہ، ہجرت مدینہ، انصار و مہاجرین میں رشتۂ مواخات، میثاق مدینہ، غزوات، صلح حدیبیہ، سلاطین کو دعوت اسلام، فتح مکہ، جزیرہ عرب کے مختلف علاقوں میں قاضیوں کا تقرر اور حجۃ الوداع میں اہم تعلیمات اسلام کا اعلان آپ ﷺ کے مشن کے مختلف حصے ہیں۔

4- نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو کن شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو پانچ شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

اعتقادات، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور حلال و حرام

5- حکومتِ اسلامی کے قیام کا پیش خیمہ کون سی جماعت تھی؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے مکہ اور پھر مدینہ میں وحی الٰہی کی رہنمائی میں جو افراد تیار کیے اور پھر ان سے جو بہترین جماعت تیار ہوئی وہ حکومت اسلامی کے قیام کا پیش خیمہ تھی۔

6- نبی اکرم ﷺ نے مدینے میں تبلیغ اسلام اور قیام امن کے لیے جو طرزِ عمل اختیار کیا اس سے کیا معلوم ہوتا تھا؟

جواب: اس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ شریعت اسلامی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اسلامی حکومت کے قیام کے لیے بھی اس دنیا میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔

7- اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: "جنہیں ہم اگر زمین میں قوت عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں۔ مستحقین کی مالی امداد کریں۔ (زکوٰۃ دیں) لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں اور برائی سے روکیں۔"

8- ہجرت سے آٹھ برس کا زمانہ کس طرح گزرا؟

جواب: ہجرت سے آٹھ برس کا زمانہ فتنوں کو فرو کرنے، مخالفتوں کے ہنگاموں کی مدافعت اور ملک میں امن و امان قائم کرنے میں گزر گیا۔

9- ہجرت کے بعد آٹھ برسوں میں فرائض اسلام میں کون سی چیز سب سے نمایاں تھی؟

جواب: ہجرت کے بعد آٹھ برسوں میں فرائض اسلام میں جو چیز سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ "جہاد" ہے۔

10- ملکی قانون سے متعلق احکام کب نازل ہوئے؟

جواب: ملکی قانون سے متعلق احکام اس وقت نازل ہوئے جب اسلام ایک حکمران طاقت بن گیا۔

ختمِ نبوت

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا:

(A) حضرت آدمؑ پر (B) حضرت موسیٰؑ پر (C) حضرت عیسیٰؑ پر (D) حضرت محمد ﷺ پر

2- قرآن حکیم نے نبی اکرم ﷺ کو کہا ہے:

(A) خاتم النبیین (B) خلیل اللہ (C) کلیم اللہ (D) روح اللہ

3- کس کتاب کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے؟

(A) قرآن مجید (B) تورات (C) انجیل (D) زبور

4- قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے:

(A) نبی ﷺ نے (B) صحابہؓ نے (C) اللہ تعالیٰ نے (D) مسلمانوں نے

5- مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اور اللہ کے آخری نبی ہیں:

(A) محمد ﷺ (B) آدمؑ (C) عیسیٰؑ (D) ابراہیمؑ

6- تبلیغ و ہدایت ایک علاقے یا ملک تک محدود رہی:

(A) اولیاء کی (B) صحابہ کرامؓ کی (C) نبی اکرم ﷺ کی (D) گزشتہ انبیاءؑ کی

7- اللہ کا قانون ہے کہ جس چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی وہ:

(A) مٹادی جاتی ہے (B) بڑھادی جاتی ہے (C) باقی رکھی جاتی ہے (D) پھیلادی جاتی ہے

8- قیامت تک محفوظ کتاب ہے:

(A) انجیل (B) قرآن پاک (C) تورات (D) زبور

9- اللہ تعالیٰ نے حدِ کمال تک پہنچا کر دین کی تکمیل کا اعلان فرمادیا:

(A) یہودیت کو (B) عیسائیت کو (C) ہندومت کو (D) دین اسلام کو

جوابات: 1- حضرت محمد ﷺ پر 2- خاتم النبیین 3- قرآن مجید 4- اللہ تعالیٰ نے 5- محمد ﷺ
6- گزشتہ انبیاءؑ کی 7- مٹادی جاتی ہے 8- قرآن پاک 9- دین اسلام کو

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- ختم نبوت کے بارے میں قرآنی آیات کا ترجمہ کریں۔

جواب: **ترجمہ** ''(لوگو!) محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے پیغمبر اور ''خاتم النبیین'' ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

2- خاتم کے عربی میں کیا معنی ہیں؟

جواب: عربی زبان میں خاتم کے معنی اس مہر کے ہیں جو لفافے میں اس لیے لگائی جاتی ہے کہ اس میں کمی بیشی نہ کی جا سکے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ کے آنے سے نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

-3 نبی اکرم ﷺ نے اپنی ختم نبوت کی مثال کس طرح دی؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا: "میری اور دوسرے انبیاؑ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے مکان بنایا اور اسے مکمل کر لیا۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ پس میں قصر نبوت کی وہی آخری اینٹ ہوں جس نے اس کی تکمیل کر دی۔ سن لیجیے میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

-4 انبیاؑ کا سلسلہ کہاں سے شروع ہوا اور کہاں پر ختم ہوا؟

جواب: انبیاؑ کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور مختلف انبیاءؑ سے ہوتا ہوا نبی اکرم ﷺ پر ختم ہو گیا۔

-5 نبی اکرم ﷺ کی شریعت کس طرح محفوظ ہے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ کی شریعت اور قرآن قیامت تک محفوظ رہے گا۔

-6 مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: (لوگو) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے پیغمبر اور خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

-7 نبی اکرم ﷺ پوری کائنات کے لیے کیا بن کر تشریف لائے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ پوری کائنات کے لیے "بشیر" اور "نذیر" بن کر تشریف لائے۔

-8 اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کا ترجمہ کریں۔

جواب: ترجمہ: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت (نبوت و رسالت) کو پورا کر دیا۔

-9 جس چیز کی ضرورت باقی نہ رہے اس کے بارے میں اللہ کا قانون کیا ہے؟

جواب: جس چیز کی ضرورت باقی نہ رہے اس کے بارے میں اللہ کا قانون ہے کہ وہ چیز مٹا دی جاتی ہے۔

عہدِ طفولیت

❑ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

-1 نبی اکرم ﷺ کی ولادت حضرت عیسیٰؑ کے کتنے سال بعد ہوئی؟

(A) قریباً پانچ سو سال (B) قریباً چھے سو سال (C) قریباً ساڑھے پانچ سو سال (D) قریباً پونے چھے سو سال

-2 ایام جاہلیت میں عرب میں باپ کی منکوحہ وراثت میں ملتی تھی:

(A) چچا کو (B) بھتیجے کو (C) ماموں کو (D) بیٹے کو

-3 نبی اکرم ﷺ کی ولادت مبارک ہوئی:

(A) 10 مارچ 550ء کو (B) 20 اپریل 571ء کو (C) 25 مارچ 575ء کو (D) 15 اپریل 582ء کو

-4 نبی اکرم ﷺ کی والدہ کا نام تھا:

(A) حضرت آسیہ (B) حضرت ہاجرہ (C) حضرت سارہ (D) حضرت آمنہ

-5 نبی اکرم ﷺ کا نام "محمد" رکھا:

(A) دادا عبدالمطلب نے (B) چچا ابوطالب نے (C) حلیمہ سعدیہ نے (D) والدہ حضرت آمنہ نے

6- نبی اکرم ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ہاں رہے:

(A) تین سال (B) چار سال (C) پانچ سال (D) چھے سال

7- عبدالمطلب نبی اکرم ﷺ کی پرورش کے لیے وصیت کر گئے:

(A) ابوطالب کو (B) حضرت حمزہؓ کو (C) حضرت عباسؓ کو (D) ابوجہل کو

8- نبی اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب سردار تھے:

(A) بنو ثقیف کے (B) بنو بکر کے (C) بنو خزاعہ کے (D) قریش کے

9- آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب دنیا سے چلے گئے جب آپ ﷺ کی عمر تھی:

(A) چھے سال (B) آٹھ سال (C) نو سال (D) دس سال

10- اپنے پیارے بھتیجے کی پرورش کا حق ادا کیا:

(A) ابوسفیان نے (B) ابولہب نے (C) ابوطالب نے (D) ابوجہل نے

جوابات: 1- تقریباً پونے چھے سو سال 2- بیٹے کو 3- 20 اپریل 571ء کو 4- حضرت آمنہؓ 5- دادا عبدالمطلب نے
6- چار سال 7- ابوطالب کو 8- قریش کے 9- آٹھ سال 10- ابوطالب نے

❑ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- مشرکین مکہ بتوں کی پوجا کیوں کرتے تھے؟

جواب: مشرکین مکہ بتوں کی پوجا کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

2- اسلام سے قبل عربوں کی اخلاقی اور معاشرتی حالت کیسی تھی؟

جواب: عربوں میں باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی۔ دو حقیقی بہنوں سے ایک ساتھ شادی جائز تھی۔ بیویوں کی حد نہ تھی۔ بے حیائی، شراب خوری، جوا اور زنا کا عام رواج تھا۔ لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلا دینا عورتوں کے پیٹ چاک کر دینا اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا عموماً درست سمجھا جاتا تھا۔

3- آپ ﷺ کے والدین کا نام کیا تھا؟

جواب: آپ ﷺ کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام حضرت آمنہ تھا۔

4- شرفائے عرب کی طرح آپ ﷺ کو پرورش کے لیے کہاں بھیجا گیا؟

جواب: شرفائے عرب کی طرح آپ ﷺ کو بھی شہر سے باہر دیہات میں پرورش کی خاطر بھیجا گیا۔ آپ ﷺ کی پرورش کی ذمہ داری حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کی گئی۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ہاں آپ ﷺ چار سال رہے۔

5- نبی اکرم ﷺ کی ولادت سے قبل دنیا کا ماحول کیسا تھا؟

جواب: اس وقت دنیا پیغمبروں کے پیغام حق کو فراموش کر چکی تھی۔ اللہ کی عبادت کی جگہ کائنات مظاہر پرستی میں مبتلا تھی۔ انسانوں، سورج، چاند، تاروں، حیوانوں، درختوں اور پتھروں کی عبادت کی جاتی تھی۔

6- مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى کا کیا ترجمہ ہے؟

جواب: ترجمہ: ''ہم ان (بتوں) کو صرف اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں ہماری قربت کا ذریعہ بن جائیں۔

7- آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی زبانی روایات سے آپ ﷺ کی ولادت کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت عام بچوں کی طرح نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ جس وقت کائنات میں تشریف لائے تو دور

دور تک روشنی ہی روشنی نظر آتی تھی۔ آپ ﷺ ہر قسم کے میل کچیل سے پاک پیدا ہوئے۔

8- نبی اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو کیوں بڑی عزت حاصل تھی؟

جواب: نبی اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب قریش کے سردار تھے اس لیے آپ کو بڑی عزت حاصل تھی۔

9- نبی اکرم ﷺ میں بچپن میں کس قسم کی عادات تھیں؟

جواب: آپ ﷺ کم عمری کے باوجود بچپن میں بڑی سنجیدگی اور آرام سے بیٹھتے اور عظمت و شرافت کے آثار آپ ﷺ کی ہر ادا سے ظاہر ہوتے تھے۔

10- عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت آپ ﷺ کی پرورش کی وصیت کسے کی؟

جواب: عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت ابو طالب کو وصیت کی کہ وہ آپ ﷺ کی پرورش کریں گے۔

عہد شباب

ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- نبوت سے قبل نبی اکرم ﷺ نے اپنی قوم میں گزارے:

(A) تیس سال (B) پینتیس سال (C) اڑتیس سال (D) چالیس سال

2- نبی اکرم ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا:

(A) وحشی (B) ابولہب (C) ابوجہل (D) ابوسفیان

3- نبی اکرم ﷺ کے خاندان کا پیشہ تھا:

(A) تجارت (B) کھیتی باڑی (C) گلہ بانی (D) ماہی گیری

4- حرب فجار کا واقعہ پیش آیا:

(A) آپ ﷺ کے بچپن میں (B) نبوت کے بعد (C) آپ ﷺ کے بڑھاپے میں (D) آپ ﷺ کے عہد شباب میں

5- نبی اکرم ﷺ عہد نبوت میں بھی نبوت سے قبل یاد کرتے تھے۔

(A) حرب فجار کو (B) واقعہ حجر اسود کو (C) حلف الفضول کو (D) واقعہ شق صدر کو

6- قرآن حکیم نے "رحمۃ للعالمین" کہا ہے:

(A) حضرت آدمؑ کو (B) حضرت ابراہیمؑ کو (C) حضرت عیسیٰؑ کو (D) نبی اکرم ﷺ کو

7- عرب میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا:

(A) بدنامی کا باعث سمجھ کر (B) بوجھ سمجھ کر (C) افلاس کی وجہ سے (D) دشمنی کی وجہ سے

8- غار حرا مکہ سے دور ہے:

(A) دو میل (B) تین میل (C) چار میل (D) پانچ میل

9- حرب فجار ان ایام میں لڑی گئی جن میں حرام تھا:

(A) سفر کرنا (B) تجارت کرنا (C) شادی کرنا (D) جنگ و جدال کرنا

10- بعثت سے قبل نبی اکرم ﷺ نے خلوت پسندی اختیار کی:

(A) غار ثور میں (B) غار حرا میں (C) خانہ کعبہ میں (D) اپنے مکان میں

جوابات: 1- چالیس سال 2- ابوجہل 3- تجارت 4- آپ ﷺ کے عہدِ شباب میں 5- حلف الفضول کو
6- نبی اکرم ﷺ کو 7- بدنامی کا باعث سمجھ کر 8- تین میل 9- جنگ وجدال کرنا 10- غارِ حرا میں

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- آپ ﷺ کے بارے میں ابوجہل کیا کہا کرتا تھا؟

جواب: ابوجہل کہا کرتا تھا "محمد ﷺ میں تمھیں جھوٹا نہیں کہتا۔ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ بتوں کی بددعا نے تمھیں دیوانہ بنادیا ہے۔"

2- حرب فجار کی لڑائی کن کے درمیان لڑی گئی؟

جواب: یہ لڑائی قبیلہ قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان لڑی گئی۔

3- حرب فجار کی وجہ تسمیہ تحریر کریں۔

جواب: چونکہ یہ جنگ ان ایام میں لڑی گئی تھی جن میں جنگ وجدال حرام تھا اس لیے حرب فجار کہلائی۔

4- حلف الفضول کونسا معاہدہ ہے؟

جواب: اس معاہدے میں فیصلہ کیا گیا کہ ظلم کی مخالفت اور مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

5- نبی اکرم ﷺ حلف الفضول کے بارے میں عہد نبوت میں کیا فرمایا کرتے تھے؟

جواب: آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: "اس معاہدے کے مقابلے میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی پیش کیے جاتے تو میں نہ لیتا۔ اور آج بھی ایسے معاہدے کے لیے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں۔"

6- تجارت کے سلسلے میں اہل عرب میں کیا دستور تھا؟

جواب: وہ اپنا سرمایہ کسی تجربہ کار اور امین شخص کے ہاتھ میں دیتے اور تجارت کے منافع میں شرکت کر لیتے۔

7- نبی اکرم ﷺ کا کاروباری معاملہ کیسا تھا؟

جواب: آپ ﷺ کاروبار تجارت میں اپنا معاملہ ہمیشہ صاف رکھتے اور کبھی وعدہ خلافی نہ فرماتے۔

8- حرب فجار میں نبی اکرم ﷺ نے کس کا ساتھ دیا اور کیوں؟

جواب: حرب فجار میں نبی ﷺ نے اپنے خاندان کا ساتھ دیا کیونکہ وہ حق پر تھے۔

9- ایام حج میں طواف کعبہ کے لیے قریش نے کیا قاعدہ بنایا تھا؟

جواب: قریش نے قاعدہ بنایا کہ جو لوگ باہر سے آئیں وہ طواف کے وقت قریش کا لباس پہنیں ورنہ برہنہ (ننگا) طواف کرنا ہوگا۔

10- جاہلیت میں اہل عرب اپنی لڑکیوں کو کیوں زندہ دفن کر دیتے تھے؟

جواب: جاہلیت میں لڑکیوں کو بدنامی کا باعث سمجھ کر زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

اخلاقِ نبوی ﷺ

☐ ہر بیان کے لیے دیے گئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1- اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اخلاق حسنہ کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں:

(A) صحابہ کرامؓ (B) اہل بیت (C) انبیاء (D) نبی اکرم ﷺ

2- "فَاِنَّ خُلُقَهٗ كَانَ الْقُرْاٰنَ" یہ فرمان ہے:

(A) نبی اکرم ﷺ کا (B) حضرت ابوبکرؓ کا (C) حضرت عائشہؓ کا (D) حضرت عمرؓ کا

-3 جب بھی آپ ﷺ کی خدمت میں کوئی نیا میوہ آتا تو سب سے پہلے دیتے:

(A) بوڑھوں کو (B) کم عمر بچوں کو (C) عورتوں کو (D) خادموں کو

-4 دشمنوں سے انتقام لینے کا سب سے بڑا موقع تھا:

(A) فتح مکہ (B) فتح حنین (C) فتح خیبر (D) غزوۂ خندق

-5 مکہ فتح ہوا تو عکرمہ بن ابو جہل بھاگ کر چلا گیا:

(A) مدینہ (B) شام (C) یمن (D) اردن

-6 مسلمان شعب ابی طالب میں محصور رہے:

(A) دو سال تک (B) تین سال تک (C) چار سال تک (D) پانچ سال تک

-7 چوری کرنے والی عورت کی سفارش کے لیے لوگوں نے نبی ﷺ کے پاس بھیجا:

(A) حضرت علیؓ کو (B) حضرت زید بن حارثؓ کو (C) حضرت اسامہ بن زیدؓ کو (D) حضرت طلحہؓ کو

-8 نبی اکرم ﷺ نے مکہ میں تبلیغ کی:

(A) تیرہ سال (B) دس سال (C) آٹھ سال (D) بیس سال

-9 آپ ﷺ کو پتھر مار کر لہولہان کیا:

(A) اہل مکہ نے (B) یہودیوں نے (C) عیسائیوں نے (D) اہل طائف نے

-10 اہل عرب زندہ جانور کے بدن سے کاٹ لیتے اور اسے پکا کر کھاتے:

(A) دم (B) گوشت (C) کان (D) ٹانگ

جوابات: 1- نبی اکرم ﷺ 2- حضرت عائشہؓ کا 3- کم عمر بچوں کو 4- فتح مکہ 5- یمن
6- تین سال تک 7- حضرت اسامہ بن زیدؓ کو 8- تیرہ سال 9- اہل طائف نے 10- گوشت

☐ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

-1 نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان تحریر کریں۔

جواب: نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ترجمہ: "بے شک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو۔"

-2 لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کا ترجمہ کریں۔

جواب: ترجمہ: "تمھارے لیے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین اور کامل نمونہ ہے"۔

-3 حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے کیا جواب دیا؟

جواب: حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "کیا تم قرآن نہیں پڑھتے" جو خلق نبیؐ کے بارے میں مجھ سے پوچھتے ہو۔ فَاِنَّ خُلُقَهٗ كَانَ الْقُرْآنُ ۔

-4 نبی اکرم ﷺ روزمرہ زندگی کیسے گزارتے تھے؟

جواب: آپ ﷺ انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے میں اور پہننے میں کوئی تکلف نہ فرماتے۔ سادہ سے سادہ کھانا کھا لیتے۔ پہننے کو جو ملتا پہن لیتے۔ سامان آرائش سے دور رہتے۔ ہر چیز میں سادگی کو پسند فرماتے۔

-5 نبی اکرم ﷺ کی بچوں پر شفقت کے بارے میں مختصراً تحریر لکھیں۔

جواب: آپ ﷺ بچوں پر حد درجہ مہربان تھے۔ سواری پر آ رہے ہوتے تو انھیں آگے پیچھے بٹھا لیتے۔ راستہ میں بچوں سے ملتے تو انھیں پہلے سلام کرتے۔

6- ایک غزوہ میں مشرکین کے چند بچے جھپٹ میں آکر مارے گئے تو آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟

جواب: جب آپ ﷺ کو علم ہوا تو نہایت آزردہ ہوئے اور فرمایا "خبردار بچوں کو قتل نہ کرو، ہر جان خدا کی فطرت پر ہی پیدا ہوتی ہے۔"

7- نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جب کوئی نیا میوہ آتا تو کیا کرتے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جب کوئی نیا میوہ آتا تو سب سے پہلے کم عمر بچے کو دیتے۔

8- خادموں اور غلاموں کے بارے میں آپ ﷺ نے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب: آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "یہ تمھارے بھائی ہیں جو خود کھاتے ہو انھیں کھلاؤ۔ جو خود پہنتے ہو وہ انھیں بھی پہناؤ"۔ ایک بار یہ فرمایا کہ ان کو اتنا کام نہ دو جو وہ نہ کر سکیں۔ اگر زیادہ کام دو تو خود بھی ان کی مدد کرو۔

9- فتح مکہ پر آپ ﷺ نے کن الفاظ میں عام معافی کا اعلان کیا؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا "تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

10- اہل طائف نے جب آپ ﷺ پر پتھر برسائے تو حضرت جبرائیلؑ سے آپ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: اہل طائف نے جب آپ ﷺ پر پتھر برسائے تو حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ "حکم ہو تو ان پر پہاڑ الٹ دیا جائے" جواب ملا "نہیں" شاید ان کی نسل سے کوئی پرستار پیدا ہو۔

11- قریش کی عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی اس کی سفارش کرنے پر آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تم سے پہلی امتیں اس لیے برباد ہو گئیں کہ جب معزز آدمی کوئی جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور معمولی آدمی مجرم ہوتے تو سزا پاتے۔"

12- ہجرت سے قبل ایک بار صحابہؓ نے مشرکوں کے ظلم سے تنگ آ کر آپ ﷺ سے دعا کے لیے کہا تو آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟

جواب: یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا "تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا اور ان کے بدن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں، لیکن یہ آزمائشیں انھیں مذہب سے دور نہ کر سکیں۔ اللہ کی قسم اسلام اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچ کر رہے گا۔"

13- جب ایک صحابی نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ ﷺ گھر میں کیا کرتے ہیں تو آپؓ نے کیا جواب دیا؟

جواب: حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے تھے۔ کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے۔ دودھ دھو لیتے۔ بازار سے سودا خرید لاتے۔ اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھتے اور اسے چارا ڈالتے۔

14- ماں بچے کی محبت کے واقعات سن کر آپ ﷺ کیا فرمایا کرتے تھے؟

جواب: آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "جس کے ذمے اللہ تعالیٰ اولاد کی پرورش کرے اور وہ ان کا حق بجالائے، وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔"

15- نبی اکرم ﷺ اپنی نماز کو کب مختصر کر دیتے تھے؟

جواب: آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "میں نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ ہوتا ہے کہ دیر میں ختم کروں گا۔ اچانک کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے اور نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوتی ہوگی۔"

16- قریش کے خطرناک ارادوں کے وقت آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے ہمت و استقلال کا کس طرح اظہار کیا؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا کہ "چچا جان! اگر قریش میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تب بھی اپنے اعلان حق سے باز نہ آؤں گا۔"